کتب اسلامیہ میں باطل فرقوں کے ردّوبدل کی خطرناک سازش
یعنی
تحریفات
مصنّف
فضل اللہ صابری چشتی
فلاح ریسرچ فاؤنڈیشن

کتب اسلامیہ میں باطل فرقوں کے ردوبدل کی خطرناک سازش یعنی

تحریفات

مصنف

فضل اللہ صابری چشتی

ناشر

فلاح ریسرچ فاؤنڈیشن

○ دہلی ○ ممبئی ○ بنگلور ○ کان پور

ای میل:abdullahalchisti@yahoo.com

رابطہ نمبر:9650288792

نام کتاب : تحریفات
مصنف : فضل اللہ صابری چشتی
کمپوزنگ : زبیر قادری 98679 34085
صفحات : ۲۰۸
اشاعتِ اوّل : اپریل ۲۰۱۱ء
تعداد : ۱۱۰۰
قیمت : ۱۴۰/روپے

ملنے کا پتہ:

☆ دہلی: کتب خانہ امجدیہ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی
☆ فاروقیہ بک ڈپو، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی
☆ ممبئی: رضا پبلی کیشنز، ۳۷، میمن واڑہ روڈ، نزد بسم اللہ ہوٹل، ممبئی ۳
☆ بنگلور: 09663769064
☆ کان پور: 09650288792

Name of the Book: **Tehrifaat**
Author : Fazlullah Sabri Chishti
Publishers : Falaah Research Foundation
F-25/1, Upper Ground Floor, Shaheen
Bagh, Abul Fazl Enclave II, Okhla,
New Delhi - 11 0025
Phone :

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ.

(سورۂ بقرہ ۲، ۴۲:۲)

ترجمہ: اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ اور دیدہ و دانستہ حق نہ چھپاؤ

And mix not truth with falsehood, nor conceal the truth when you know (what it is).

انتساب

مَیں اپنی اس کتاب کو

اپنے والدین کے نام

منسوب کرتا ہوں

جنھوں نے مجھے ہمیشہ سچ بولنے کی ترغیب دی اور ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی جس کی بنیاد پر آج میں یہ کتاب اپنے قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

احقر العباد

فضل اللہ صابری چشتی

فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
	گذارشات	۶
	دیباچہ از: ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی	۸
	پیش لفظ از: مصنف	۱۵
۱	تفسیر النہر الماد میں تحریف	۲۴
۲	تفسیر ابنِ کثیر انگریزی نسخے میں تحریف	۳۰
۳	تفسیر روح البیان میں تحریف	۳۲
۴	تفسیر صاوی میں تحریف	۳۳
۵	سُنن ترمذی کے انگریزی ترجمے میں تحریف	۳۹
۶	سُنن نسائی میں تحریف	۴۱
۷	مدارج النبوۃ میں تحریف	۴۷
۸	شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تحریر میں تحریف	۴۹
۹	شرح الشفاء میں تحریف	۵۵
۱۰	عقیدۃ السلف اصحاب الحدیث میں تحریف	۶۴
۱۱	کتاب الاذکار میں تحریف	۷۲
۱۲	الفوائد المنتخبات میں تحریف	۷۶
۱۳	القول البدیع میں تحریف	۷۹
۱۴	غنیۃ الطالبین میں تحریف	۸۹
۱۵	القول الحسن فیما یستقبح وعمّا یسن میں تحریف	۹۲
۱۶	اشدّ العذاب میں تحریف	۹۶

۱۷	کتاب ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں تحریف	۱۰۵
۱۸	کتاب ''فضائلِ اعمال'' میں تحریف	۱۱۰
۱۹	کتاب ''امداد السلوک'' میں تحریف	۱۲۰
۲۰	کتاب نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب میں تحریف	۱۲۵
۲۱	کتاب ''صراطِ مستقیم'' میں تحریف	۱۳۱
۲۲	کتاب ''تقویۃ الایمان'' میں تحریف	۱۳۷
۲۳	کتاب ''تحفۂ ابراہیمیہ'' میں تحریف	۱۴۴
۲۴	کتاب ''تحذیر الناس'' میں تحریف	۱۵۲
۲۵	کتاب ''حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی'' میں تحریف	۱۵۵
۲۶	غیر موجود کتاب کو امام جلال الدین سیوطی کی طرف منسوب کرنا	۱۵۹
	حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یا محمد (ﷺ) کہنے والی حدیث پر تجزیہ	۱۶۲
	خاتمۃ الکتاب	۲۰۰

○○○○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذارشات

تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لیے جو نہایت مہربان اور رحیم ہے۔ اور درود و سلام اُس کے حبیب ﷺ کے لیے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بے شمار فضل و رحمت تمام صحابہ کرام و جملہ اہلِ بیت عظام پر۔

عصرِ حاضر میں اسلامی کتب میں کثرت سے بعض جماعت کی طرف سے تحریفات ہو رہی ہیں۔ کوئی بھی حساس اور ذمے دار مسلمان اس گھناؤنے فعل کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ آج اگر ہم ان تحریفات کو اُجاگر نہیں کریں گے تو آنے والی نسلیں اصل کتابوں سے اسلاف کے موقف کو سمجھنے میں ناکام رہے گی اور آسانی سے گمراہیت کا شکار ہو سکتی ہیں۔ کتابوں میں یہ تحریفات دراصل دین اسلام کی بنیادیں کمزور کرنے کی ایک سازش ہے۔ جیسا کہ یہود و نصاریٰ اپنی کتابوں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

گزشتہ چند سالوں سے دینی کتابوں کی تحقیق و مطالعے کے دوران یہ بات سامنے آئی کہ وہابی، غیر مقلد، دیوبندی، اہلِ قرآن وغیرہ گمراہ فرقے دینی کتابوں میں تحریف کر کے شائع کر رہے ہیں۔ یہ بد مذہب فرقے اتنے جری اور بے باک ہو گئے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو صحیح ثابت کرنے کے لیے نہ صرف اسلافِ اہل سنت کی کتابوں میں، جن پر اسلامی عقائد کی بنیادیں کھڑی ہیں، ان میں تحریف و تغیر کر رہے ہیں بلکہ اپنے اکابر کی ان تمام تحریروں میں بھی تحریف و خیانت کر رہے ہیں جن سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ اگر آج ہم نے ان تحریفات کی طرف توجہ نہ دی، اور ان کی گرفت نہ کی تو ہماری مذہبی بنیادیں کمزور پڑ جائیں گی، سیکڑوں سال سے محفوظ چلا آ رہا ہمارے اسلاف کا دینی و مذہبی ذخیرہ مستقبل میں غیر محفوظ ہو جائے گا اور باطل اپنی تحریف شدہ کتب کے ذریعے اہلِ حق یعنی اہل سُنّت و جماعت کو گمراہ و باطل قرار دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اسی مقصد کے تحت اس کتاب کو تحریری شکل میں اردو زبان میں آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

کچھ عرصے قبل جب میں نے اپنے بعض احباب (جن میں مولانا انوار احمد امجدی کتب

خانہ امجدیہ۔دہلی بھی شامل ہیں) کے سامنے ان تحریفات کا ذکر کیا تو میرے ان تمام دوستوں نے امت مسلمہ کی آگاہی کے لئے ان تحریفات کو کتابوی شکل میں منضبط کرنے کا پر زور مشورہ دیا۔

اپنے احباب کے مخلصانہ مشورے پر مَیں نے اپنی پوری توجہ اس جانب مبذول کردی۔اور بڑی تلاش وجستجو، محنت ومشقت اور دنیا بھر میں اہلِ علم سے رابطہ کرکے مخطوطات حاصل کیے اور ان تحریفات کو کتابی شکل میں انگریزی میں Fabrications کے نام سے شائع کیا۔جسے اہل علم نے بے حد سراہا۔بفضلہٖ تعالیٰ یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ لی گئی۔ انگریزی کتاب کے ہندوپاک کے اکثر قارئین نے مجھے بذریعہ ای میل اورفون کے اس کتاب کو اردو قارئین کے لیے اردو میں پیش کرنے کی گذارش وسفارش کی اپنے ان کرم فرماؤں کے پر خلوص اصرار پر اب یہ کتاب اردو میں شائع کی جارہی ہے۔

اس کتاب میں موجود تحریفات کی تلاش وجستجو میں محترم خلیل احمد رانا سعیدی کا بے حد ممنون ومشکور ہوں جنہوں نے اس کام میں میری بڑی مدد و رہنمائی کی ۔میرے دوست جناب محمد زبیر قادری (مدیر دوماہی مسلکِ ممبئی) کا بھی شکر گذار ہوں کہ موصوف میری علمی وتحقیقی کام میں ہمہ وقت مدد کے لئے تیار رہتے ہیں نیز علامہ یٰسین اختر مصباحی اورمولانا عبدالمبین نعمانی صاحبان کا بھی شکریہ جو میری تحقیقی کاوشوں پر مسرت کا اظہار فرماتے ہیں۔

میں مشکور ہوں اپنے بھائی ڈاکٹر محمد ابوالخیر جنہوں نے ہر قدم پر میری حوصلہ افزائی کی۔ان سب احباب کے شکر گذاری سے پہلے میں اپنے والدین کا شکر گزار ہوں جن کی دعاؤں اور حوصلہ افزائی کا ثمر ہے کہ آج اللہ ربّ العزت مجھ سے دین کی یہ خدمت کا کام لے رہا ہے اوراسی سلسلے کی کڑی یہ کتاب منظر عام پر آرہی ہے۔لیکن اسی کے ساتھ میں اپنے کرم فرمادوست ڈاکٹر نوشادعالم چشتی کااس کتاب پر مقدمہ لکھنے کے لئے بالکل شکریہ ادانہیں کرتا کیوں کہ ان پر میرا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کتاب سے اُمت کو فائدہ پہنچائے اورتمام مسلمان اہلِ سُنّت وجماعت پر قائم رہیں۔آمین

فضل اللہ صابری چشتی

جمعرات، یکم صفر المظفر ۱۴۳۲ھ

۶/جنوری ۲۰۱۱ء

دیباچہ

ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی علیگ

تحریف وخیانت اورمکروفریب کوکسی بھی سماج میں کبھی بھی نظرِ استحسان نہیں دیکھا گیا۔ یہ تمام رذیل خصلتیں چاہیں کسی فردمیں پائی جائیں یا یہ کسی قوم کی شناخت بن گئی ہوں، بہرحال سلیم الفطرت مہذب انسانی سماج اسے کبھی بھی پسند نہیں کرتا۔ اسلام بحیثیت دین انسانی معاشرے کوان تمام رزائل سے پاک وصاف دیکھنا چاہتا ہے اوریہی وجہ ہے کہ اسلام ایسے تمام افراداور معاشرے سے برأت کا اظہار کرتا ہے جواس قسم کی بدخصلتوں میں ملوث ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاے کرام کا سلسلہ ہی اس دنیا میں انسانوں کی رشدوہدایت کے لیے بھیجا۔تمام انبیاے کرام نے اپنی قوم کے ہرفردکورذیل افعال اورخصلتوں سے بچنے کی تلقین کی اورراسخ الاعتقادی کے ساتھ پاکیزہ اعمال وخصلت سے متصف ہونے کی دعوت دی۔

انسانی تاریخ میں مکروفریب،تحریف وخیانت اورحیلہ سازی کے لیے بطورخاص یہودو نصاریٰ کا ذکرکیا جاتا ہے۔اہلِ یہوداپنے آپ کوآج تک ''خداکے منتخب بندے'' ہونے کے دعوے دار ہیں۔مگراس کے باوجود احکامِ الٰہی سے روگردانی کرنا اورطرح طرح کی حیلہ سازی اورتحریف کے ذریعے اپنی نفسانی خواہش کی تکمیل کے لیے ہمہ وقت مستعد رہنا ان کا قومی اور انفرادی وطیرہ ہے۔ یہود کی پیروی میں نصاریٰ بھی ان ''افعال و کردار'' کے مظاہرے میں کسی بھی طرح ان سے کم نہیں ہیں، بلکہ اب ان سے چارہاتھ آگے ہیں۔قرآن کریم جو اللہ ربّ العزت کا سب سے آخرمیں نازل کلام ہے اس میں ان تمام لوگوں کے افعال وکردارکواُجاگرکیا گیا ہے اوراس بات کی خاص طورسے اس میں نشان دہی کی گئی ہے کہ یہ لوگ حق قبول کرنے کے بجائے حق کی مخالفت میں کیسی کیسی حیلہ سازی اورتحریف وخیانت سے کام لیتے رہے ہیں۔

سلسلۂ نبوت ورسالت کی آخری کڑی صاحبِ ختمِ نبوت ورسالت خاتم الانبیاء مرشدِ اعظم حضور اقدس ﷺ نے اعلانِ نبوت کے بعد اپنی ۲۳ سالہ زندگی کے مکی اور مدنی دور میں ''دعوت وارشاد'' کا عظیم الشان فریضہ انجام دینے کے ساتھ ساتھ اپنے اصحاب، احباب، اہلِ بیت اور پیروکاروں کا تزکیۂ نفس بھی کرتے رہے۔ تاکہ ان مزکّی افراد کے وسیلے سے ایک صالح مسلم معاشرہ وجود میں آئے۔ آپ کی جملہ مساعی سے ریاستِ مدینہ کی تشکیل ایسی طرح کے صالح افراد سے ہوئی۔ تاریخ میں خیر القرون سے تعبیر کیا جائے والا یہ دور عہدِ رسالت مآب ﷺ، عہدِ خلفاے راشدین اور تابعین وتبع تابعین پر مشتمل ہے۔ مگر اسلام دشمن طاقتوں نے اسلام کی تبلیغ کو روکنے اور مسلمانوں کے آپسی اتحاد واتفاق کو ختم کرنے کے لیے ان کے اندر ہی انتشار واختلاف کا ماحول برپا کردیا۔ آسان وعام فہم اسلامی تعلیمات اور رسم ورواج کو فلسفیانہ رنگ میں کچھ لوگ پیش کرنے لگے۔ بعض لوگ سماجی یا سیاسی غلبے کے لیے قرآن وحدیث کی من مانی تاویل وتشریح کرنے لگے۔ اور امتِ مسلمہ کے سوادِ اعظم سے انحراف کرکے اسلاف کے متوارث عقیدے کے برخلاف مسلم معاشرے میں ایسے ایسے عقائد ونظریات کی تبلیغ کرنے لگے جن کا حقیقی اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ فساد فی العقیدہ کے اس نظریاتی وداخلی انتشار نے مسلم معاشرے کے اتحاد واتفاق کو پارہ پارہ کیا۔ قتل وغارت گری کا بازار گرم ہوا۔ مسلم سلطنتوں کی ہوا اُکھڑ گئی۔ مخالفینِ اسلام کو تقویت ملی۔ اسلامی دعوت وتبلیغ کے کام میں رُکاوٹ پیدا ہوئی۔ آپسی انتشار کی وجہ سے تکفیرِ مسلم کا فتنہ اُٹھا جس کی وجہ سے پوری دنیا میں مسلمان کمزور ہوگئے اور رفتہ رفتہ ان پر اسلام مخالف قوتیں غالب آگئیں۔ اُمتِ مسلمہ جو عالمی ''امامت'' کے لیے تیار کی گئی تھی، وہ اب ان خانگی فتنوں کی وجہ سے مغرب کی ''مقتدی ومقلد'' بن کے رہ گئی۔

سوادِ اعظم سے انحراف کرکے مسلم معاشرے میں اپنے خود ساختہ اسلام کے عقائد ونظریات پیش کرنے والے افراد اور علما جو دراصل اسلام دشمن طاقتوں کے درپردہ آلۂ کار ہیں،

انہوں نے اپنے موقف کی حمایت میں اور اُمتِ اسلامیہ کے سوادِ اعظم کو کافر و مشرک گردانے کے لیے کتبِ اسلاف میں تحریف و خیانت کر کے شائع کرنا شروع کر دیں۔ یہ دراصل یہود و نصاریٰ کا فعل ہے جو عہدِ رسالت میں اہلِ حق کی مخالفت میں یہ کام انجام دیا کرتے تھے۔ جس پر قرآن کریم کی اکثر آیات شاہد ہیں۔ قرآن کریم اللہ ربّ العزت کی آخری کتاب ہے اور جس کی حفاظت کا ذمہ خود ربّ تبارک و تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر لیا ہے، اس کے متن میں بھی تحریف کی سازش کی جارہی ہے لیکن تحریف کرنے والے اپنے اس مذموم فعل میں تا قیامِ قیامت کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ قرآن تو زبردست علیم و خبیر اور قدرت والے ربّ کریم کی حفاظت و نگہبانی میں ہے۔ سازش کرنے والے کئی جہتوں سے اس کتاب کو نقصان پہنچانے کی سازش کر رہے ہیں، مگر کامیاب نہیں ہو پا رہے ہیں۔ دنیا کے سامنے ان کی ساری قلعی کھل جاتی ہے۔ ان کے تمام کیے کرائے پر پانی پھر جاتا ہے۔ ذلت و رسوائی کے علاوہ ان کے ہاتھ اور کچھ نہیں لگتا۔ دنیاوی ناکامی کے علاوہ ان پر آخرت کی ناکامی مزید مسلّط ہے۔

قرآنِ کریم نزول سے لے کر اپنے تکمیل تک ۲۳؍ سالہ طویل عرصے میں تحریری شکل میں منضبط ہوتا رہا اور اپنی ترتیب و تفہیم اور تدوین میں رسولِ کریم کی ہدایات ہی اس بات میں رہنما اصول رہے۔ آیاتِ قرآنی میں جب دشمنانِ اسلام تحریف کرنے کی اپنی تمام تر کوششوں میں واضح طور پر ناکام ہو گئے تو انہوں نے قرآن کی تفاسیر میں تحریف و خیانت کرنا شروع کیا۔ اسلاف کی تحریر کردہ کتبِ تفاسیر میں یہ نام نہاد موحدین حسبِ منشا تحریف کر کے شائع کرنے لگے۔ تحریف و خیانت اور تبدیلیِ عبارت کا یہ سلسلہ صرف شائع شدہ کتابوں تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ نشر و اشاعت سے بڑھ کر مخطوطات تک یہ بات پہنچ گئی ہے۔ علاوہ ازیں بعض لوگ تو جعلی کتابیں دوسروں کے نام سے منسوب کر کے اُن نام نہاد کتابوں سے اپنی تحریر و تصنیف میں حوالہ دے کر اپنا علمی رعب و دبدبہ قائم کرنے کی سعیِ ناکام کرنے لگے۔ کچھ اصحابِ قلم خود کتاب لکھ کر دوسروں کے نام سے شائع کر کے اپنے نظریات کی تبلیغ کا فریضہ

انجام دے رہے ہیں، جو دراصل یہودیوں کا طریقہ خاص تھا۔ قدیم صحائف سماویہ کی تدوینی تاریخ پر نگاہ رکھنے والوں کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ...... ''جب یہود کے فرقوں میں باہمی مناظروں اور مباحثوں کا بازار گرم ہوا تو مناظرین نے اپنے مدّعا کے مطابق کتابیں تصنیف کر کے ان کو انبیا علیہم السلام کی طرف منسوب کر دیا۔'' ...... اور یہی کارنامہ آج بھی بعض حضرات انجام دے رہے ہیں۔ جو یہود و نصاریٰ اور باطل پرستوں کی خصلت ہے۔

کتابوں یا تحریروں میں ہو رہی تحریف وخیانت سے اُمّتِ مسلمہ کو باخبر رکھنے کے لیے حمایتِ حق میں سرگرم اصحابِ قلم نے ہمیشہ سے ہی اس کو اپنا موضوع بنایا اور کسی نہ کسی اعتبار سے سوادِ اعظم کو اس فتنے سے آگاہ کرتے رہے۔ موصوف مصنف نے اپنے پیش لفظ ان اسلاف کا تذکرہ کیا ہے۔ حال ہی میں ایک معروف عالم دین حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری (لاہور، پاکستان) نے ''دعوتِ فکر'' تحریر فرما کر اور اس میں مخالفینِ اہلِ سُنّت کی کتب کے عکسی نقول دے کر ان کی تحریف وخیانت اور حیلہ سازی کو طشت ازبام کیا ہے۔ علامہ فاروق القادری صاحب نے ''انفاس العارفین'' کے مقدمہ میں بطور خاص شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ کی تصانیف میں مخالفین کے ذریعے کی گئی دسیسہ کاریوں کا بھرپور ذکر کیا ہے۔ محبّ گرامی ڈاکٹر سید علیم اشرف (استاذ شعبۂ عربی مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی، حیدرآباد) نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب ''جائزہ'' میں شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ کی تحریر میں کی گئی ایک تحریف کی نشان دہی آزاد لائبریری (اے۔ ایم۔ یو) کے ایک مخطوطے کے ذریعے کی ہے۔ ماضی قریب میں القول الجلی کے مقدمے میں بھی شیخ الاسلام حضرت علامہ شیخ ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ نے اسلاف اہل سنت کی بعض کتب وتحریر میں تحریف وخیانت کو واضح کیا ہے۔

پیش نظر کتاب ''تحریفات'' جو اردو میں آپ کے ہاتھوں میں ہے دراصل اس کا موضوع بھی تحریف وخیانت اور تلبیس وحیلہ سازی کو اُجاگر کرنا ہے۔ یہ کتاب ستمبر ۲۰۱۰ء میں

فلاح ریسرچ فاؤنڈیشن، نئی دہلی کے تحت انگریزی میں "FABRICATIONS" کے نام سے شائع ہوئی، جو کُل ۲۰۴ رصفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کی اہلِ علم کے درمیان بڑی پذیرائی ہوئی اور یہ کتاب ہند و پاک میں ہاتھوں ہاتھ لی گئی۔ بعض حضرات نے یہ محسوس کیا کہ یہ کتاب اردو میں بھی ہونی چاہیے۔ لہٰذا اسے اردو میں بھی شائع کیا جارہا ہے۔

قارئینِ کتاب کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ مصنفِ کتاب فضل اللہ صابری چشتی کسی دینی مدرسے کے طالب علم نہ ہونے کے باوجود اسلامی علوم کے مختلف شعبہ جات جیسے علمِ کلام، علمِ تفسیر، اصولِ تفسیر، علمِ حدیث، اصولِ علمِ حدیث، اسماء رجال، جرح وتعدیل، سیر وتصوف، فقہ و اُصولِ فقہ پر اچھی نگاہ رکھتے ہیں۔ مخطوطہ شناسی میں بھی ان کی اپنی ایک پہچان ہے۔ موصوف کا ہر ملاقاتی چاہے وہ اپنا ہو یا پرایا ان کی علمی شخصیت کا معترف ہے۔ موصوف پیشے سے انجینئر ہیں لیکن تبلیغِ اسلام کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں۔ اسی تبلیغی جذبے کے پیشِ نظر انہوں نے حمایتِ حق میں کئی معرکۃ الآرا کتابیں بھی تصنیف کی ہیں، جن میں سے کئی ایک زیورِ طباعت سے آراستہ ہوچکی ہیں اور بعض زیرِ ترتیب و اشاعت ہیں۔ موصوف انگریزی میں ہی زیادہ لکھتے ہیں جو دراصل وقت کی ضرورت ہے۔

پیشِ نظر کتاب ''تحریفات'' میں فضل اللہ صابری چشتی نے مخالفینِ اہلِ سُنّت کی جانب سے کی گئی مختلف تحریف وخیانت اور تلبیس کو مختلف زمرہ بندی کے تحت اُجاگر کیا ہے۔ کئی نادر ونایاب کتابوں کے عکس بھی اپنے موقف کی حمایت میں شامل کیے ہیں۔ مصنف نے ایک بڑا کام یہ کیا ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمہ کی تالیف الادب المفرد میں روایت کردہ ایک حدیث کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اصل مخطوطے کا نہ صرف عکس دیا ہے بلکہ اس کی حمایت میں ابنِ تیمیہ کی کتاب الکلمۃ الطیب کا عکس بھی شامل کیا ہے، جسے البانی نے ضعیف قرار دے کر الادب المفرد کی موجودہ اشاعت سے خارج کردیا ہے۔ موصوف مصنف کے اس جذبے کو سراہا جانا چاہیے کہ انہوں نے بڑی محنت وجاں فشانی سے اس کتاب کو تیار کیا ہے۔

زبان وادب کے اعتبار سے بھی یہ کتاب ٹھیک ہے۔ہاں کچھ جملوں اور عبارتوں کواور بھی بہتر بنایا جاسکتا تھا مگر کتاب جلدی میں شائع کرنے کی غرض سے ہوسکتا ہے ادھر توجہ مبذول نہ ہوسکی ہو۔

اسلوب زبان وادب سے قطع نظر میں قارئین کو یہ بتانا چاہوں گا کہ مصنف نے کتاب کی تیاری میں کس قدر محنت کی ہے انہوں نے اس علمی وتحقیقی کتاب کو قارئین کے سامنے پیش کرنے میں کس قدر تلاش وجستجو سے کام لیا ہے اس کا وہی لوگ اندازہ کرسکتے ہیں جو لکھنے پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں ورق گردانی کے بعد اس کتاب کی کئی ایسی خوبیاں سامنے آئیں جسے میں اپنے قارئین کے سامنے بھی رکھنا چاہتا ہوں۔مگر عدیم الفرصتی اورطوالت کے خوف سے اس کے متعلق تفصیلی گفتگونہیں کروں گا۔ہاں صرف تین خوبیوں کی طرف ضرور اختصار کے ساتھ اشارہ کرنا چاہوں گا۔

(۱)موصوف مصنف نے جہاں جہاں اکابرین اہل سنت یا اس دور کے کسی غیر اہل سنت عالم کا ذکر کیا ہے ان کے نام کے ساتھ ان کے سنہ وصال یا وفات کا ذکر بھی کیا ہے جو سنہ ہجری میں ہے کاش سنہ ہجری کے ساتھ ساتھ سنہ عیسوی کا بھی ذکر کردیتے تو عصر حاضر کے تقاضے کے مطابق بڑا ہی اچھا ہوتا۔

(۲) سورۂ نساء کی آیت نمبر ۶۴ کے ضمن میں بیان کردہ حدیث جو عتبی کے ذریعہ روایت کی گئی ہے جسے منکرین عظمت رسالت انکار کرتے ہیں اس کی تائید میں فضل اللہ صابری چشتی صاحب نے ۲۳ مستند حوالوں کونقل کرکے قاری کوحیرت میں ڈال دیا ہے۔اس سے ان کے تلاش وجستجو کے جذبے کا پتہ چلتا ہے۔

(۳)حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کردہ یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)والی حدیث جسے منکرین اہل سنت ضعیف قرار دیتے ہیں اوراس روایت کا انکار کرتے ہیں اس حدیث کی تحقیق میں موصوف نے بے پناہ اپنی علمی صلاحیت کا مظاہرہ

کیا ہے۔اس حدیث پہ ان کی تجزیاتی تحریر لائق مطالعہ ہے۔یہ پوری بحث تقریبا ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے علاوہ ازیں عکس بھی شامل ہیں۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

میں آخر میں فضل اللہ صابری چشتی کے لئے بارگاہ رب العزت میں مخدوم دوجہاں علاء الدین علی احمد صابر کلیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے دعا گو ہوں رب کریم انہیں ہمیشہ صحت و عافیت کے ساتھ رکھے تا کہ یہ دین کا کام بحسن خوبی انجام دے سکیں۔آمین بجاہ سید المرسلین

خاک پائے چشت اہل سنت

نوشاد عالم چشتی علیگ

علی گڑھ یوپی

پیش لفظ

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔

(سورہ الحجر، ۱۵:۹)

بے شک ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اللہ ربّ العزت کا یہ وعدہ ہے کہ وہ قیامت تک قرآن کو محفوظ رکھے گا۔ اس لیے دنیا کی دیگر مذہبی کتابوں کے برعکس قرآن مجید آج بھی من وعن محفوظ ہے۔ خدا نہ کرے (حالانکہ یہ ممکن نہیں) اگر دنیا میں قرآن حکیم کے جتنے بھی مطبوعہ نسخے موجود ہیں، وہ غائب ہو جائیں یا کر دیے جائیں پھر بھی لاکھوں حفاظ کے سینوں میں یہ قرآن محفوظ ہے، اسے فوراً ہی دوبارہ لکھا جا سکتا ہے۔ دنیا کی کسی اور مذہبی کتب کو یہ امتیاز و خصوصیت حاصل نہیں۔

مصر کا ایک قبطی نصرانی جو راشد خلیفہ کے نام سے مشہور ہوا (اصل نام رچرڈ کیلف Richard Kalif) ہے، اُس نے ''۱۹'' نمبر کا ایک نظریہ ایجاد کیا جس کے مطابق قرآن شریف کی ہر آیت اور حروف ''۱۹'' سے تقسیم ہوتے ہیں۔ اُس نے اپنے اس مذموم دعوے کو سچا ثابت کرنے کے لیے قرآن شریف میں تحریف کرنے کی کوشش کی اور سورۂ توبہ کی آخری دو آیتیں نکال دیں۔[1]

راشد خلیفہ کا کفر اُس وقت سامنے آیا جب اُس نے یہ لکھا کہ

''جبرئیل کے ذریعے مجھے اس بات کے اعلان کا حکم ہوا ہے کہ میری موت کے بعد کثیر تعداد میں لوگ مجھے مسیح تسلیم کریں گے، وہی مسیح جس کا انتظار یہودی کرتے آئے ہیں۔ وہی مسیح جس کا انتظار نصرانی کرتے آئے ہیں، اور وہی مہدی جس کا انتظار مسلمان کرتے

---

[1] (مزید تفصیلات کے لیے اس موضوع پر میری آنے والی کتاب کا مطالعہ کریں۔)

آئے ہیں۔ مَیں اللہ کا رسول ہوں، جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔'' [۲]

لیکن راشد خلیفہ کو مسلمان تو دور، یہود و نصاریٰ نے بھی اس کی بات کا اعتبار نہیں کیا اور اسے رسول نہیں مانا۔ تاریخ اسلام سے یہ بات ثابت ہے کہ نزول کے ابتدا سے ہی قرآن کے حفظ کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ آگے چل کر اس مقصد کے لیے مختلف جگہوں پر حفظ کی درس گاہیں قائم کی گئیں۔ ان درس گاہوں میں طلبا نے قرآن تجوید و قرأت کے ساتھ اپنے ان اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے سیکھا جنہوں نے اپنے اساتذہ سے سیکھا اور یہ سلسلہ ایک تسلسل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔

قرآن' واحد ایک ایسی کتاب ہے جو زبانی و تحریری دونوں ہی حالتوں میں محفوظ ہے۔ قرآن کے بعد اسلامی شریعت کا ثانوی ماخذ سُنّتِ رسول ہے۔[۳] اسلامی زندگی پر عمل پیرا ہونے کے لیے دونوں ہی مصادر لازم و ملزوم ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کو محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ یہ وعدہ سُنّتِ رسول کے لیے بھی صادر ہوتا ہے۔ کیوں کہ سُنّتِ نبوی ہی قرآنِ مجید کی عملی صورت و تشریح ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کرام کے ذریعے سُنّتِ نبوی کی حفاظت فرمائی۔ صحابہؓ کرام نے سُنّتِ نبوی کو اپنی زندگی میں نہ صرف عملی طور پر اپنایا بلکہ حضور ﷺ کے ہر قول و فعل اور آثار کو محفوظ کر کے تابعین اور تبع تابعین کے ذریعے آگے بڑھایا۔

اُمّت محمدیہ میں جب موضوع اور ضعیف احادیث کا چلن شروع ہوا، تب اللہ تعالیٰ نے ایسے افراد کو پیدا کیا جن کا علمی استحضار، قوتِ حافظہ اور تجزیاتی مہارت ناقابلِ بیان ہے۔ یعنی حدیث کے اماموں کو لاکھوں احادیث متن و اسناد، راویوں کی سوانح کے ساتھ ازبر تھیں۔ ان افراد نے مستند و صحیح احادیث کے حصول کے لیے دنیا کے مختلف حصوں کا سفر

---

[۲] راشد خلیفہ: ماہانہ خبرنامہ ''سب مشن پرس پیکٹیو'' (Submission Perspective) ستمبر ۱۹۸۹ء

[۳] سنت میں رسول اللہ ﷺ کے اعمال، اقوال اور تقریر (جس پر رسول اللہ ﷺ نے سکوت فرمایا) شامل ہیں

کیا اور محدثین سے ملاقات کر کے احادیث حاصل کیں، بڑی عرق ریزی اور تلاش وجستجو کے بعد ان میں سے صرف صحیح احادیث پر مشتمل کتب تحریر فرما کر انہیں محفوظ فرمادیں۔ ضعیف اور کذّاب راویوں سے روایت کی گئی احادیث کو صحیح حدیث سے الگ کیا۔ ہر راوی کی سوانح عمری، حافظہ، عدل وغیرہ کی بنیاد پر جرح وتعدیل کے عظیم فن کی بنیاد ڈالی جسے سماء رجال کے نام سے جانتے ہیں۔

گزشتہ چودہ سو سال میں محدثین نے علومِ حدیث پر ہزارہا کتابیں تحریر کی ہیں۔[۴] اور کثیر تعداد میں صرف ایسی کتابیں تحریر کیں جن میں موضوع احادیث کی نشان دہی کی گئی ہے۔[۵] ان محدثین کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حدیث کی حفاظت فرمائی۔

اسلام ہر شخص کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور جہالت کی مذمت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا العِلمَ دَرَجٰتٍ۔ (سورۂ مجادلہ، ۵۸:۱۱)

''اور جب تم سے کہا جائے، کھڑے ہو تو کھڑے ہو جایا کرو اللہ تم میں سے کامل مؤمنوں کے اور علم والوں کے درجات بلند فرمائے گا۔''

حضور ﷺ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ ایک طویل حدیث میں فرمایا: ''جو شخص علم کی تلاش میں جدوجہد کرے گا، اللہ تعالیٰ اُس کے لیے وہ راستہ آسان کرے گا جس سے وہ جنت کی طرف جائے گا۔''[۶]

---

[۴] علمِ حدیث کی معلومات کے لیے دیکھیں: ''حدیث نبوی'' از مولانا نعمان احمد ازہری، ناشر کتب خانہ امجدیہ دہلی

[۵] مثلاً المجروحین من المحدثین از ابن حبان (متوفی ۳۴۴ھ)، کتاب الموضوعات از ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، تلخیص الموضوعات از امام الذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، المصنوع از ملا علی القاری (متوفی ۱۰۱۴ھ)

[۶] صحیح مسلم: کتاب الذکر

سیدنا انس ابن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''علم حاصل کرو اور اسے لوگوں تک پہنچاؤ''۔ ؎

چونکہ اسلام نے حصولِ علم کے لئے بہت اہمیت دی ہے۔ اسی لیے روزِ اوّل ہی سے مسلمان تفسیر، حدیث، فقہ، صرف و نحو، کلام، منطق، تصوف، حساب، جغرافیہ، طب، فلکیات وغیرہ وغیرہ علوم کے حصول و تحفظ میں جٹ گئے۔ اُن کا یہ علمی ذخیرہ آج بھی مطبوعہ کتب و مخطوطات کی صورت میں دنیا کی مختلف کتب خانوں میں موجود ہے۔

قرآنی تفاسیر و احادیثِ رسول ﷺ کا ذخیرہ جب شائع ہو کر منظرِ عام ہونے لگا تو دشمنانِ اسلام نے سازشوں کے تحت اسلامی کتابوں میں تحریف کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آیئے دیکھیں قرآن حکیم اس عملِ تحریف کے متعلق کیا ارشاد فرماتا ہے:

اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور دیدہ دانستہ حق کو نہ چھپاؤ۔ (سورۂ بقرہ، ۲:۴۲)

(اے مسلمانو) کیا تم یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ (یہودی) تمہاری خاطر ایمان لے آئیں گے؟ حالانکہ ان کا ایک فرقہ اللہ کا کلام سنتا تھا پھر اُس کو سمجھنے کے باوجود اس میں دانستہ تبدیلی کر دیتا تھا۔ (سورۂ بقرہ، ۲:۷۵)

اے اہلِ کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو اور کیوں حق کو چھپاتے ہو؟ حالانکہ تم جانتے ہو۔ (سورۂ آلِ عمران، ۳:۷۱)

اور بے شک ان میں سے ایک گروہ کتاب (تورات) پڑھتے وقت اپنی زبانوں کو مروڑ لیتا ہے تاکہ تم یہ گمان کرو کہ یہ کتاب کا حصہ ہے حالانکہ وہ کتاب کا حصہ نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے (منزل) ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے (منزل) نہیں ہے اور وہ دانستہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں۔ (سورۂ آلِ عمران، ۳:۷۸)

یہودیوں میں سے کچھ لوگ اللہ کے کلمات کو ان کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور

؎ سنن ترمذی: حدیث ۱۰۷

کہتے ہیں ہم نے سُنا اور نافرمانی کی، (اور آپ سے کہتے ہیں) سنیئے آپ نہ سنائے گئے ہوں اور اپنی زبانیں مروڑ کر دین میں طعنہ زنی کرتے ہوئے راعِنا کہتے ہیں اور اگر وہ کہتے ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور آپ ہماری بات سنیں اور ہم پر نظر فرمائیں تو یہ ان کے لیے بہتر اور درست ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت فرمائی ہے سو ان میں سے کم لوگ ہی ایمان لائیں گے۔ (سورۂ نساء، ۴:۴۶)

اے رسول! آپ کو وہ لوگ غم زدہ نہ کریں جو کفر میں تیزی کے ساتھ سرگرم ہیں، ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے اپنے مونہوں سے کہا ہم ایمان لے آئے، حالاں کہ ان کے دل مومن نہیں ہیں اور بعض یہودی ہیں جو جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں اور ان لوگوں کی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آئے، (اللہ کے) کلام کو اس کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ (حکم) دیا جائے تو اس کو مان لو، اور اگر یہ (حکم) نہ دیا جائے تو اس سے اجتناب کرو، اور (اے مخاطب) جسے اللہ فتنے میں ڈالنا چاہتا ہے تو تو ہرگز اس کے لیے اللہ کے مقابلے میں کسی چیز کا کلام نہیں ہوگا، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو پاک کرنے کا اللہ نے ارادہ نہیں فرمایا، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ (سورۂ مائدہ، ۵:۴۱)

قرآن حکیم کی ان آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ کتابوں میں تحریف کرتے آئے ہیں۔

اسلامی کتب میں تحریفات کا ذکر امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۴۵۶ھ) نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''لوگوں نے امام الاشعری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۲۴ھ) کی کتاب **الابانۃ عن اصول الدیانۃ** میں تحریف کر کے ان کی طرف ایسے اقوال منسوب کیے ہیں، جن سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ ایسے اقوال نہ اُن کی دیگر کتابوں میں ملتے ہیں، نہ ہی ان کے طلبا نے روایت

کی ہے۔یہ سب تحریفات کا نتیجہ ہے۔'' ۸

الابانۃ میں تحریف کا ذکر امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۷۱ھ) نے بھی کیا ہے۔ ۹

اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۰۵ھ) کی کتابوں میں نہ صرف تحریفات کی گئیں بلکہ کئی کتابیں گڑھ کر اُن کی طرف منسوب کردی گئیں۔ (اس پر راقم الحروف کا ایک مقالہ ماہ نامہ کنز الایمان، جولائی ۲۰۱۰ء میں ''کیا مکاشفۃ القلوب امام غزالی کی تصنیف ہے؟'' شائع ہوا ہے۔قارئین اس کا مطالعہ کریں)۱۰

امام ابن حجر الہیتمی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۷۴ھ) نے تحریر کیا ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۶۱ھ) کی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں بھی تحریف کی گئی ہے۔۱۱

امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۷۳ھ) نے شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۳۸ھ) کی کتب میں متعدد جگہوں پر تحریفات کا ذکر کیا ہے۔۱۲

امام علاء الدین الحصکفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۸۸ھ) نے ثابت کیا ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی کی کتابوں کو یہودیوں نے تحریف کیا ہے۔۱۳

امام شعرانی لکھتے ہیں کہ اُن کی زندگی میں ہی اُن کی اپنی کتابیں تحریف کردی گئی تھیں۔۱۴

---

۸ شکایۃ اھل السنۃ بحکایۃ ما نالھم من المحنۃ از امام القشیری جس کو امام ابن عساکر (متوفی ۵۷۱ھ) نے اپنی کتاب تبیین کذب المفتري میں صفحہ نمبر ۱۱۱، مطبوعہ مصر میں ذکر کیا ہے۔

۹ طبقات الکبریٰ، ج ۳: ص ۴۰۳۔۴۰۴

۱۰ مزید معلومات کے لیے دیکھیے ''مؤلفات الغزالی'' از عبد الرحمٰن بدوی سن اشاعت ۱۹۷۷ء، کویت

۱۱ الفتویٰ الحدیثیہ از امام ہیتمی، ص ۱۲۹، مطبوعہ مصر

۱۲ الیواقت الجواہر فی بیان عقائد الاکابر از امام الشعرانی

۱۳ الدر المختار، باب: کتاب المرتد، ج ۴، ص ۲۲۴

۱۴ الیواقت الجواہر فی بیان عقائد الاکابر از امام الشعرانی

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) کی کتابوں میں نہ صرف شیعہ اور وہابی (نام نہاد اہلِ حدیث) فرقوں نے تبدیلیاں کیں، بلکہ کئی کتابیں گڑھ کر اُن کے نام سے منسوب کردی گئیں۔ یہ کتابیں شاہ ولی محدث دہلوی کے وصال کے بعد شائع ہو کر منظر عام پر آئیں۔[۵] اسی طرح کی تحریفات اُن کے صاحب زادے شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۳۸ھ) کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ اُن کی تصنیف **تحفۂ اثنا عشریہ** اُن کی زندگی میں ہی تبدیل کردی گئی تھی)[۶]

کتابوں میں ہیر پھیر، تبدیلیوں اور تحریفات کی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً امام الاشعری علیہ الرحمہ کی کتاب **الابانۃ** اور شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ کی کتاب **غنیۃ الطالبین** میں اُن لوگوں نے تحریف کی جو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بغض رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی تجسیم[۷] کے قائل تھے۔ ان کتابوں میں تحریفات کا پتہ دیگر کتب کے مطالعے سے بھی واضح ہوتا ہے۔ مثلاً امام البیہقی علیہ الرحمہ (متوفی ۴۵۸ھ) لکھتے ہیں:

''امام الاشعری اسلاف کے اماموں جیسے امام ابوحنیفہ اور امام سفیان ثوری کی حمایت کیا کرتے تھے۔''[۸]

ان باتوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ **الابانۃ** میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جو کچھ لکھا ہے، وہ بعد کی تحریف ہے۔ جس کا امام اشعری سے کوئی تعلق نہیں۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اصل تصنیف شدہ کتابوں میں جو

---

[۵] تفصیل کے لیے دیکھیے: شاہ ولی اللہ اور اُن کا خاندان، صفحہ ۵۶ از مولانا حکیم محمود احمد برکاتی۔ ...... شاہ ولی اللہ صاحب کے عقائد اور نظریات جاننے کے لیے القول الجلی از شاہ عاشق پھلتی مع پیش لفظ از شاہ ابوالحسن زید فاروقی، مطبوعہ خانقاہ کاکوریہ، کاکوری کا مطالعہ کریں۔

[۶] حوالہ مذکورہ بالا، صفحہ ۵۷

[۷] اللہ تعالیٰ کو جسم، مقام اور انسانی صفات سے منسوب کرنا۔

[۸] رسالۃ الی عمید عبدالملک از امام البیہقی

تحریریں ملتی ہیں وہ محرف کتابوں کے برعکس ہیں۔[۱۹]

ان تحریفات کے پسِ پشت محرفین کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ غلط عقائد ونظریات کو بزرگانِ دین سے منسوب کر کے اُمتِ مسلمہ کو یہ تاثر دیا جائے کہ سابقہ علماو بزرگانِ دین بھی وہی عقائد ونظریات کے حامل تھے، جن پر آج وہ قائم ہیں۔

آسان لفظوں میں ان تحریفات کو مندرجہ ذیل اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱) مخطوطات میں تحریفات، جس میں مخطوطے میں ہی لفظوں میں حذف واضافہ کر دیا جاتا ہے۔

۲) فرضی کتابوں اور اقوال کو کسی عالم یا بزرگ کی طرف منسوب کرنا۔

۳) کتابوں کے نئے مطبوعہ نسخوں میں حذف واضافہ۔

۴) مترجم کا اُن عبارات کا ترجمہ قصداً چھوڑ دینا جو اُس کے عقیدے کے برعکس ہو۔

۵) مترجم کا دورانِ ترجمہ اُن عبارتوں کا اضافہ کرنا جس سے محسوس ہو کہ یہ عبارت اصل مصنف کی ہے۔

۶) جان بوجھ کر غلط ترجمہ کرنا۔

۷) حوالہ دیتے وقت بحث کے صرف یک طرفہ پہلو کو پیش کرنا جس سے اپنے نظریے کو تقویت پہنچے۔

۸) تحقیق وتدوین اور تشریح کے نام پر مصنف کی عبارتوں کو اپنے من مانے طریقے سے پیش کرنا۔

تحریفات کی اس آخری قسم کے بانی آج کے دور کے اہلِ حدیث محقق ناصر الدین الالبانی (متوفی: ۱۴۲۰ھ) تھے، جنہوں نے ہر وہ حدیث جو ان کے خود ساختہ موقف کے خلاف تھی، اُس کو موضوع یا ضعیف قرار دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے صحیحین کی بہت سی احادیث کو بھی ضعیف قرار دیا۔[۲۰]

---

[۱۹] دیکھیے انفاس العارفین از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، اسپریچول پبلی کیشن، دہلی

[۲۰] ضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ از الالبانی، ج۴، ص۱۱۱، حدیث ۴۰۵۴)

ناصر الدین الالبانی کے بعد اُن کی تحریف کی اس قسم کو اُن کے شاگرد انجام دے رہے ہیں اور ہر وہ حدیث جو اُن کے وہابی نظریے کے خلاف ہو، اُس کو موضوع یا ضعیف قرار دے کر اپنی شائع کردہ کتابوں سے نکال رہے ہیں۔

آیئے اپنے دعوے کے اثبات میں ہم چند تحریفات کا ذکر اصل مخطوطہ/کتاب کے عکس کے ساتھ ملاحظہ کریں۔

(۱) تفسیر النہر الماد میں تحریف

امام ابوحیان الاندلسی (م ۷۵۴ھ) نے دو مشہور تفسیریں تحریر کی ہیں۔ ایک تفسیر آٹھ جلدوں پر مشتمل البحر المحیط ہے اور دوسری تفسیر دو جلدوں میں النہر الماد ہے۔

تفسیر النہر الماد میں سورۂ بقرہ کی آیت ۲۵۵ کے تحت امام اندلسی لکھتے ہیں:

''احمد ابن تیمیہ جو کہ ہمارے ہم عصر ہیں، ان کی خود نوشت تحریر بنام کتاب العرش ہماری نظر سے گزری۔ جس میں مَیں نے لکھا ہوا پایا کہ اللہ کرسی پر بیٹھتا ہے اور اُس نے حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے ساتھ بیٹھانے کے لیے جگہ خالی رکھی ہے۔ تاج محمد بن علی عبد الحق البارنباری نے بہلا پھسلا کر ابن تیمیہ سے یہ کتاب حاصل کی اور ہم نے اس عبارت کو اس میں پایا۔'' (النہر الماد، سن اشاعت ۱۴۰۷ھ، مطبع دار الجنان، بیروت، لبنان) [۲۱]

ابن تیمیہ کی اس عبارت کا ذکر امام تقی الدین سبکی الشافعی نے اپنی کتاب السیف الصقیل، ص ۸۵ میں بھی کیا ہے۔

حاجی خلیفہ (م ۱۰۶۷ھ) نے اپنی کتاب کشف الظنون میں بھی ابن تیمیہ کی اس کتاب اور عبارت کا ذکر کیا ہے۔ (کشف الظنون، ج ۲، ص ۵۹۱) [۲۲]

۱۳۱۰ھ میں مطبعۃ السعادۃ، مصر نے تفسیر البحر المحیط ۸؍جلدوں میں شائع کی۔ جس کے حاشیے میں ۲؍جلدوں والی تفسیر النہر الماد ساتھ ہی شامل کی گئی۔ اس نسخے میں امام اندلسی نے ابن تیمیہ کے متعلق جو عبارت لکھی تھی، اس کو حذف کر دیا گیا۔ ۱۴۱۱ھ کے شائع کردہ نسخے (دار احیاء التراث العربی، لبنان) میں بھی یہ تحریف پائی جاتی ہے۔ عکس ملاحظہ کریں:

---

[۲۱] ابن تیمیہ کے متعلق مزید معلومات کے لیے مطالعہ کریں: علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علما از مولانا شیخ ابوالحسن زید فاروقی نقش بندی رحمۃ اللہ علیہ، ناشر شاہ ابوالخیر اکیڈمی، دہلی

[۲۲] برصغیر میں ابن تیمیہ کا ابتدائی اثر جاننے کے لیے صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کی کتاب ''اطیب البیان فی ردّ تقویۃ الایمان'' پر گرامی قدر ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی علیگ کا تحریر کردہ مقدمہ ''تاریخ محاسبۂ تقویۃ الایمان کا مطالعہ کریں۔ ص ۷۹، سن اشاعت ۱۴۱۹ھ، ناشر مکتبہ نعیمیہ، دہلی

الجزء الاول

من التفسير الكبير المسمى بالبحر المحيط

تأليف أوحد البلغاء المحققين وعمدة النحاة والمفسرين أثير الدين أبي عبدالله
محمد بن يوسف بن علي بن يوسف بن حيان الاندلسي الغرناطي
الجياني الشهير بأبي حيان المولود في سنة ٦٥٤هـ المتوفى
بالقاهرة سنة ٧٥٤هـ. رحمه الله وبوأه دار رضاه آمين

وبهامشه تفسيران جليلان * احدهما النهر الماد من البحر لأبي حيان
أيضا * وثانيهما كتاب الدر اللقيط من البحر المحيط لتلميذ أبي
حيان الامام تاج الدين أبي محمد أحمد بن عبد القادر بن أحمد
بن مكتوم القيسي الحنفي النحوي المولود سنة ٦٨٢هـ
المتوفى سنة ٧٤٩هـ. * مجعولا النهر بصدر الصحيفة مفصولا
بينه وبين الدر اللقيط بجدول

الطبعة الثانية
١٤١١هـ - ١٩٩٠م

دار إحياء التراث العربي
بيروت - لبنان

معهاذا وهو الذي يعبر عنها بعض النحويين أن ذا لغو فيكون من ذا كله في موضع رفع بالابتداء والموصول بعدها هو الخبر اذ به يتم معنى الجملة الابتدائية وعنده معمول ليشفع وقيل يجوز أن يكون حالا من الضمير في يشفع فيكون التقدير يشفع مستقرا عنده وضعف بأن المعنى على يشفع اليه وقيل الحال أقوى لانه اذا لم يشفع من هو عنده وقريب منه فشفاعة غيره أبعد وباذنه متعلق بيشفع والباء للمصاحبة وهي التي يعبر عنها بالحال أي لا أحد يشفع عنده الا مأذونا له ﴿ يعلم ما بين أيديهم وما خلفهم ﴾ الضمير يعود على ماوهم الخلق وغلب من يعقل وقيل الضميران في أيديهم وخلفهم عائدان على كل من يعقل ممن تضمنه قوله له ما في السموات وما في الارض قاله ابن عطية وجوز ابن عطية أن يعود على ما دل عليه من ذا من الملائكة والأنبياء وقيل على الملائكة قاله مقاتل وما بين أيديهم أمر الآخرة وما خلفهم أمر الدنيا قاله ابن عباس وقتادة أو العكس قاله مجاهد وابن جريج والحكم بن عتبة والسدي وأشياخه أو ما بين أيديهم هو ما قبل خلقهم وما خلفهم هو ما بعد خلقهم أو ما بين أيديهم ما أظهروه وما خلفهم ما كتموه قاله الماوردي أو ما بين أيديهم من السماء الى الأرض وما خلفهم ما في السموات أو ما بين أيديهم الحاضر من أفعالهم وأحوالهم وما خلفهم ما سيكون أو عكسه ذكر هذين القولين تاج القراء في تفسيره أو ما بين أيدي الملائكة من أمر الشفاعة وما خلفهم من أمر الدنيا أو بالعكس قاله مجاهد أو ما فعلوه وما هم فاعلوه قاله مقاتل والذي يظهر أن هذا كناية عن احاطة علمه تعالى بسائر المخلوقات من جميع الجهات وكنى بهاتين الجهتين عن سائر جهات من أحاط علمه به كما تقول ضرب زيد الظهر والبطن وأنت تعني بذلك جميع جسده واستعيرت الجهات لأحوال المعلومات فالمعنى أنه تعالى عالم بسائر أحوال المخلوقات لا يعزب عنه شيء فلا يراد بما بين الأيدي ولا بما خلفهم شيء معين كما ذهبوا اليه ﴿ ولا يحيطون بشيء من علمه ﴾ الاحاطة تقتضي الحفوف بالشيء من جميع جهاته والاشتمال عليه والعلم هنا المعلوم لأن علم الله الذي هو صفة ذاته لا يتبعض كما جاء في حديث موسى والخضر ما نقص علمي وعلمك من علمه الا كما نقص هذا العصفور من هذا البحر والاستثناء يدل على ان المراد بالعلم المعلومات وقالوا اللهم اغفر علمك فينا أي معلومك والمعنى لا يعلمون من الغيب الذي هو معلوم الله شيئا الا ما شاء أن يعلمهم قاله الكلبي وقال الزجاج الا بما أنبأ به الأنبياء تثبيتا لنبوتهم وبشيء وبما شاء متعلقان بيحيطون وصار تعلق حرفي جر من جنس واحد بعامل واحد لأن ذلك على طريق البدل نحو قولك لا أمر بأحد الا بزيد والأولى أن يقدر مفعول شاء أن يحيطوا به لدلالة قوله ولا يحيطون على ذلك ﴿ وسع كرسيه السموات والأرض ﴾ قرأ الجمهور وسع بكسر السين وقرئ شاذا بسكونها وقرئ أيضا شاذا وسع بسكونها وضم العين والسموات والارض بالرفع مبتدأ وخبرا والكرسي جسم عظيم يسع السموات والأرض فقيل هو نفس العرش قاله الحسن وقال غيره دون العرش وفوق السماء السابعة وقيل تحت الأرض كالعرش فوق السماء عن السدي وقيل الكرسي موضع قدمي الروح الأعظم أو ملك آخر عظيم القدر وقيل السلطان والقدرة والعرب تسمي أصل كل شيء الكرسي وسمي الملك بالكرسي لأن الملك في حال حكمه وأمره ونهيه يجلس عليه فسمي باسم مكانه على سبيل المجاز قال الشاعر

قد علم القدوس مولى القدس ● أن أبا العباس أولى نفس

في معدن الملك القديم الكرسي

﴿ يعلم ما بين أيديهم وما خلفهم ﴾ ضمير الجمع عائد على ما وهم الخلق غلب من يعقل لجمع الضمير جمع من يعقل وهو عائد على من يعقل من الانبياء والملائكة مراعاة لقوله من ذا الذي قال ابن عباس ما بين أيديهم أمر الآخرة وما خلفهم أمر الدنيا والذي يظهر أن هذا كناية عن احاطة علمه تعالى بسائر المخلوقات من جميع الجهات وكنى بهاتين الجهتين عن سائر الجهات لأحوال المعلومات والاحاطة تقتضي الحفوف بالشيء من جميع جهاته ﴿ ولا يحيطون بشيء من علمه ﴾ أي من معلومه لان علمه تعالى لا يتبعض ﴿ الا بما شاء ﴾ أن يعلمهم به من المعلومات وقرئ وسع فعلا ماضيا بكسر السين وسكونها تخفيفا وقرئ

﴿ وسع كرسيه السموات والارض ﴾ رفعهما والكرسي جسم عظيم يسع السموات والارض واختار القفال ان المقصود تصوير عظمة الله وتعزيره خاطب الخلق في تعريف ذاته بما اعتادوه في ملوكهم وعظمائهم انتهى وفي الحديث ما السموات السبع في الكرسي الا كدراهم سبعة ألقيت في

وقيل الكرسي العلم لأن موضع العالم هو الكرسي سميت صفة الشيء باسم مكانه على سبيل المجاز
ومنه يقال للعلماء كراسي لأنهم المعتمد عليهم كما يقال أوتاد الأرض ومنه الكراسة ومنه قال الشاعر

تحف بهم بيض الوجوه وعصبة ٭ كراسي بالأحداث حين تنوب

أي ترجع وقيل الكرسي السر قال الشاعر

مالي بأمرك كرسي أكاتمه ٭ ولا بكرسي علم الله مخلوق

وقيل الكرسي ملك من الملائكة يملأ السموات والأرض وقيل قدرة الله وقيل تدبير الله حكاهما
الماوردي وقال هو الأصل المعتمد عليه قال المغربي من تكرس الشيء تراكب بعضه على بعض
وأكرسته أنا وقال العجاج

ياصاح هل تعرف رسما مكرسا ٭ قال نعم أعرفه وأكرسا

﴿ وقال آخر ﴾

نحن الكرام لا تعدموازن ٭ أنسالنا في النائبات ولا الأسد

وقال الزمخشري وفي قوله وسع كرسيه أربعة أوجه أحدها أن كرسيه لم يضق عن السموات والأرض
لبسطته وسعته وما هو الا تصوير لعظمته وتخييل فقط ولا كرسي ثمة ولا قعود ولا قاعد لقوله وما
قدروا الله حق قدره والأرض جميعا قبضته يوم القيامة والسموات مطويات بيمينه من غير تصور
قبضة وطي ويمين وانما هو تخييل لعظمة شأنه وتمثيل حسي ألا ترى الى قوله وما قدروا الله حق قدره
انتهى ما ذكره في هذا الوجه واختار القفال معناه قال المقصود من هذا الكلام تصوير عظمة الله
تعالى وكبريائه وتقريره خاطب الخلق في تعريف ذاته بما اعتادوه في ملوكهم وعظمائهم وقيل كرسي
لؤلؤ طول القائمة سبعمائة سنة وطول الكرسي حيث لا يعلمه العالمون ذكره ابن عساكر في
تاريخه عن علي بن أبي طالب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قاله قال ابن عطية والذي تقتضيه
الأحاديث أن الكرسي مخلوق عظيم بين يدي العرش والعرش أعظم منه وقد قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم ما السموات السبع في الكرسي الا كدراهم سبعة ألقيت في ترس وقال أبو ذر
سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما الكرسي في العرش الا كحلقة من حديد ألقيت
في فلاة من الأرض وهذه الآية منبئة عن عظم مخلوقات الله انتهى كلامه ﴿ ولا يؤده حفظهما ﴾
قرأ الجمهور يؤوده بالهمز ٭ وقرئ شاذا بالحذف كما حذف همزة أناس ٭ وقرئ أيضا يووده
بواو مضمومة على البدل من الهمزة أي لا يثقله ولا يثقل عليه قاله ابن عباس والحسن وقتادة وغيرهم
وقال أبان بن تغلب لا يتعاظمه حفظهما وقيل لا يشغله حفظ السموات عن حفظ الأرضين ولا حفظ
الأرضين عن حفظ السموات والهاء تعود على الله تعالى وقيل تعود على الكرسي والظاهر الأول
لتكون الضمائر متناسبة لواحد ولا تختلف ولبعد نسبة الحفظ الى الكرسي ﴿ وهو العلي العظيم ﴾
علي في جلاله عظيم في سلطانه ٭ وقال ابن عباس الذي كمل في عظمته وقيل العظيم المعظم كما يقال
العتيق في المعتق قال الأعشى

وكأن الخمر العتيق من الاسـ ٭ ـفنط ممزوجة بماء زلال

وأنكر ذلك لانتفاء هذا الوصف قبل الخلق وبعد فنائهم اذ لا معظم له حينئذ فلا يجوز هذا القول
وقيل والجواب انها صفة فعل كالخلق والرزق فلا يلزم ما قالوه وقيل العلي الرفيع فوق خلقه المتعالي
عن الأشباه والأنداد وقيل العالي من علا يعلو ارتفع أي العالي على خلقه بقدرته والعظيم ذو العظمة

ترس وفي الحديث أيضا
ما الكرسي في العرش
الا كحلقة من حديد ألقيت
في فلاة من الأرض ﴿ ولا
يؤده حفظهما ﴾ أي لا يثقله
حفظهما أي السموات
والأرض وهو كناية عن
انتفاء شغله بحفظهما
﴿ وهو العلي العظيم ﴾
بربه تعالى أي العلي
...ره العظيم شأنه كان
...ض أولاد الانصار قد
...صر بعضهم قد تهود
...د آباؤهم أن يكرهوهم
...لى الاسلام فنزل

معتمد الطباعة والنشر والتوزيع

دار الجنان

مؤسسة الكتب الثقافية

الطبعة الأولى

١٤٠٧هـ - ١٩٨٧م

دار الجنان

للطباعة والنشر والتوزيع

ش.م.م بيروت. لبنان

ص. ب: ١٦/٥٢٧٩

هاتف ٣٤٨٢٥٢

TLX: 43516 MOBACO LE. ATN. CSRC.

مؤسسة الكتب الثقافية

طباعة، نشر، توزيع

هاتف: ٣١٥٧٥٩

ص. ب: ٥١١٥-١١٤

بيروت. لبنان

برقياً: الكتبكو

دقيق ولا جليل عبر بذلك عن الغفلة لأنه سببها . أولاً تحلة الآفات ولا العلات المذهلة عن حفظ المخلوقات .

﴿ له ما في السموات وما في الأرض ﴾ ما تشمل كل موجود واللام للملك .

﴿ من ذا الذي يشفع عنده إلا بإذنه ﴾ تقدم إعراب من ذا الذي في قوله من ذال الذي يقرض الله وهو استفهام في معنى النفي ، ولذلك دخلت الا ودلت هذه الجملة على وجود الشفاعة .

﴿ يعلم ما بين أيديهم وما خلفهم ﴾ ضمير الجمع عائد على ما وهم خلق غلب من يعقل فجمع الضمير جمع من يعقل وهو عائد على من يعقل من الأنبياء والملائكة مراعاة لقوله : من ذا الذي . قال ابن عباس : ما بين أيديهم أمر الآخرة ، وما خلفهم أمر الدنيا . والذين يظهر ان هذا كناية عن إحاطة عالمه تعالى بسائر المخلوقات من جميع الجهات . وكني بهاتين الجهتين عن سائر الجهات لأحوال المعلومات والاحاطة تقتضي الحفوف بالشيء من جميع جهاته .

﴿ ولا يحيطون بشيء من علمه ﴾ أي من معلومه . لأن علمه تعالى لا يتبعض .

﴿ إلا بما شاء ﴾ أن يعلمهم به من المعلومات . وقرىء وَسْع فعلاً ماضياً بكسر السين وسكونها تخفيفاً .

وقرىء : ﴿ وسع كرسيه السموات والأرض ﴾ برفعها . والكرسي : جسم عظيم يسع السموات والأرض . واختار القفال ان المقصود تصوير عظمة الله وتقدره خاطب الخلق في تعريف ذاته بما اعتادوه في ملوكهم وعظمائهم . «انتهى» . وفي الحديث .ما السماوات السبع في الكرسي إلا كدراهم سبعة ألقيت في تُرْس . وفي الحديث أيضاً : ما الكرسي في العرش إلا كحلقة من حديد ألقيت في فلاة من الأرض .

[وقرأت في كتاب لأحمد بن تيمية هذا الذي عاصرنا وهو بخطه سماه كتاب العرش : إن الله تعالى يجلس على الكرسي وقد أخلى منه مكاناً يقعد فيه معه رسول الله ﷺ تحيّل عليه التاج محمد بن علي بن عبد الحق البارنباري وكان أظهر أنه داعية له حتى أخذه منه وقرأنا ذلك فيه][1] .

---

(١) هذا الموضع حذف من المطبوع .

(۲) ''تفسیر ابنِ کثیر'' انگریزی نسخے میں تحریف

غیر مقلد ناشر دار السلام، ریاض نے حال ہی میں ''تفسیر ابنِ کثیر'' کا دس ۱۰ جلدوں میں مختصر نسخہ شائع کیا ہے۔ اس نسخے میں غیر مقلدین نے ترجمہ کرتے وقت بعض عبارتوں کا نہ صرف غلط ترجمہ کیا ہے، بلکہ کچھ عبارتوں کا ترجمہ ہی نہیں کیا۔ انگریزی پڑھنے والے قارئین کو اس بات کا کبھی علم ہی نہیں ہوسکے گا کہ اصل ''تفسیر ابن کثیر'' میں کیا عبارت موجود ہے۔

یہاں پر ہم اپنے دعوے کے ثبوت میں ایسی دو تحریفات پیش کر رہے ہیں:

(الف) امام ابن کثیر سورہ الاعراف، آیت ۵۴ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"واما قوله تعالیٰ: (ثُمَّ اسْتَوىٰ عَلَى الْعَرْشِ) فللناس فی هذا المقام مقالات كثيرة جدا ليس هذا موضع بسطها، وانما نسلک فی هذا المقام مذهب السلف الصالح مالک والأوزاعي والثوري والليث بن سعد والشافعي وأحمد اسحاق بن راهويه وغيرهم من أئمة المسلمين قديما و حديثاً، وهو امرارها كما جاءت من غير تكييف ولا تشبيه ولا تعطيل، والظاهر المتبادر الى أذهان المشبهين منفي عن الله، لا يشبهه شئ من خلقه وَلَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔

ترجمہ: ''..................ہم اس بارے میں صرف سلف صالحین کا مسلک اختیار کرتے ہیں یعنی مالک، اوزاعی، ثوری، لیث بن سعد، شافعی، احمد، اسحاق بن راھویہ وغیرہم اور نئے پرانے ائمہ مسلمین اور وہ مسلک یہ ہے کہ اس پر یقین کرلیا جائے کہ بغیر کسی کیفیت و تشبیہ کے اور بغیر اس فوری خیال کی طرف ذہن لے جانے کے کہ جس سے تشبیہ کا عقیدہ ذہن میں آتا ہے۔ اور جو صفاتِ خدا سے بعید ہے۔ غرض جو کچھ خدا نے فرمایا ہے بغیر اس پر

کچھ خیال آرائی اور شبہ کرنے کے تسلیم کرلیا جائے اور چوں و چرا میں نہ پڑیں کیوں کہ اللہ پاک کسی شے کے مشابہ اور مماثل نہیں ہے۔وہ سمیع اور بصیر ہے۔''

انگریزی ترجمے میں مذکورہ بالا عبارت سے ان الفاظ کو حذف کرلیا گیا ہے جس سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے جسمانیت کی نفی ہوتی ہے۔واضح ہو کہ غیر مقلدین ''مجسمہ'' عقیدہ کے قائل ہیں جس کے مطابق وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو مقام اور جسم سے پاک نہیں سمجھتے۔(تفسیر ابن کثیر انگریزی کی اصل عبارت کے لیے راقم الحروف کی کتاب "Fabrications" کا مطالعہ کریں۔)

(ب): امام ابن کثیر نے سورۂ نساء آیت ۶۴ کے تحت عتبی کا مشہور واقعہ ذکر کیا ہے۔ سابقہ صفحات میں جس کا بیان گزر چکا ہے۔انگریزی ترجمے میں اس واقعے کو سرے سے ہی حذف کردیا گیا۔

(۳) تفسیر روح البیان میں تحریف

امام اسماعیل حقی نقش بندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۷ھ) اپنی تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جرائیل علیہ السلام سے پوچھا، اے جرائیل تمہاری عمر کتنی ہے؟ جرائیل نے عرض کیا، حضور اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک نورانی تارہ ستر ہزار برس کے بعد چمکتا تھا اور مَیں نے اسے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وعزۃ بی انا ذالک الکواکب، یعنی میرے رب کی عزت کی قسم مَیں ہی وہ نورانی تارہ ہوں۔'' (تفسیر روح البیان، ج ا، ص ۹۷۴)

حال ہی میں شیخ محمد علی الصابونی کی تحقیق کے مطابق تفسیر روح البیان کا نیا نسخہ دارالقلم، سعودی عرب نے شائع کیا ہے۔ جس میں شیخ صابونی نے تفسیر کے دیباچے میں اس بات کو واضح کیا ہے کہ انہوں نے اس تحقیقی نسخے میں ضعیف اور موضوع روایتوں کو شامل نہیں کیا۔ یہ بات صحیح ہے کہ بہت سے محدثین نے مذکورہ بالا روایات کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھ کر غیر مستند قرار دیا ہے۔ بہتر یہ ہوتا کہ شیخ صابونی ان روایات کو حذف نہ کرتے، انہیں چاہیے تھا کہ حاشیے میں ان روایات پر محدثین کے اقوال پیش کرتے۔ اس سے آنے والی نسلوں کو امام اسماعیل حقی علیہ الرحمہ کی اصل تفسیر و نظریات کا پتہ چلتا۔

امام اسماعیل حقی آیت یداللّٰہ فوق ایدیھم (سورۂ فتح آیت ۴۸) کے تحت امام واسطی کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ میرے نبی کی بشریت عارضی و اضافی ہے، حقیقی نہیں۔ (تفسیر روح البیان، ج ۴، ص ۵)...... شیخ صابونی نے یہ عبارت بھی نکال دی ہے۔

☆☆☆

(۴) تفسیر صاوی میں تحریف

تفسیر جلالین ایک مشہور تفسیر ہے، جس کو جلال نامی دو شیوخ جلال الدین محلی (م ۸۶۴ھ) اور جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ نے مل کر مرتب کیا ہے۔

مشہور مالکی محقق امام احمد صاوی (م ۱۲۴۱ھ) نے اس تفسیر پر ایک حاشیہ تحریر فرمایا ہے۔ جو حاشیہ الصاوی علی الجلالین نام سے معروف ہے۔ امام صاوی المالکی سورہ فاطر، آیت ۶ کے تحت فرماتے ہیں:

”وقيل: هذه الآية نزلت في الخوارج الذين يحرفون تأويل الكتاب والسنّة، ويستحلون بذلک دماء المسلمين وأموالهم، لما هو مشاهد الآن في نظائرهم وهم فرقة بأرض الحجاز يقال لهم الوهابية يحسبون أنهم على شئ ألا انهم هم الكاذبون، استحوذ عليهم الشيطان، فأنساهم ذكر الله، اولئک حزب الشيطان، ألا ان حزب الشيطان هم الخاسرون.“

(حاشیہ الصاوی علی الجلالین، سورۂ فاطر، آیت ۶)

۱۔ مطبوعہ باب الحلبی، قاہرہ، ج ۳، ص ۲۵۵، سن اشاعت ۱۹۳۰ء

۲۔ مکتبہ المشاد الحسینی، قاہرہ، ج ۳، ص ۳۰۷۔۳۰۸، سن اشاعت ۱۹۳۷ء

۳۔ دار الاحیاء التراث، بیروت، ج ۳، ص ۳۰۷۔۳۰۸ سن اشاعت ۱۹۷۰ء

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ یہ آیت خوارج کے ظہور کی پیشن گوئی کرتی ہے۔ ان خوارج نے قرآن وسُنّت کے معنی میں تبدیلی کی اور اس بنا پر مسلمانوں کی جان و مال کو حلال قرار دیا۔ اور انہی کے طرزِ عمل پر آج حجاز کا وہابی فرقہ عمل پیرا ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں لیکن درحقیقت یہ جھوٹے ہیں۔ شیطان ان پر قابض ہو چکا ہے اور انھیں اللہ کی یاد سے غافل

کر چکا ہے۔ یہ شیطان کے گروہ والے ہیں، اور درحقیقت نقصان والے ہیں۔

امام صاوی المالکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۱ھ) ابن عبدالوہاب نجدی التمیمی (م ۱۲۰۶ھ) کے ہم عصر تھے اور انھیں اس کی کارستانیوں کا خوب علم تھا۔ جیسا کہ مذکورہ بالا تفسیر کی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔ چونکہ یہ عبارت وہابیوں کی مذمّت اور ان کے بانی ابن عبدالوہاب نجدی کی صحیح تصویر پیش کرتی ہے۔ اسی لیے ان وہابیوں نے جب تفسیر صاوی کا نیا نسخہ شائع کیا تو مذکورہ عبارت سے نہ صرف ''وہابی'' لفظ کو حذف کر دیا بلکہ متعلقہ عبارت کو بھی یکسر حذف کر دیا۔

وہابیوں کے نئے نسخے کو دیکھنے کے لیے مطالعہ کریں:

(حاشیہ الصاوی علی الجلالین، ج ۳، ص ۳۰۷۔۳۰۸، ناشر دارالفکر، بیروت)

اگلے صفحات میں قارئین اصل کتاب اور محرف نسخے کے عکوس ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆☆

حاشية
العلامة الصاوي
على تفسير الجلالين
وهي
حاشية العلامة الفقيه أحمد بن محمد الخلوتي
الصاوي المصري المالكي
المتوفى عام ١٢٤١ هـ
دار إحياء التراث العربي

⑧ ونزل في أبي جهل وغيره. ﴿أَفَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوٓءُ عَمَلِهِۦ﴾ بالتمويه ﴿فَرَءَاهُ حَسَنًا﴾ «من» مبتدأ خبره: كمن هداه الله؟ لا، دل عليه ﴿فَإِنَّ ٱللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَآءُ وَيَهْدِى مَن يَشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ﴾ على المزين لهم ﴿حَسَرَٰتٍ﴾ باغتمامك أن لا يؤمنوا ﴿إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌۢ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾ فيجازيهم عليه.

⑨ ﴿وَٱللَّهُ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ ٱلرِّيَٰحَ﴾ وفي قراءة: «الريح» ﴿فَتُثِيرُ سَحَابًا﴾ المضارع لحكاية الحال الماضية، أي تزعجه ﴿فَسُقْنَٰهُ﴾ فيه التفات عن الغيبة ﴿إِلَىٰ بَلَدٍ مَّيِّتٍ﴾ بالتشديد والتخفيف لا نبات بها ﴿فَأَحْيَيْنَا بِهِ ٱلْأَرْضَ﴾ من البلد ﴿بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ يبسها، أي أنبتنا به الزرع والكلأ ﴿كَذَٰلِكَ ٱلنُّشُورُ﴾ أي البعث

الزمان إلى آخره، فله المغفرة والأجر الكبير. قوله: **(ونزل في أبي جهل وغيره)** أي من مشركي مكة، كالعاص بن وائل، والأسود بن المطلب، وعقبة بن أبي معيط وأضرابهم، ويؤيد هذا القول آيات منها: **﴿ليس عليك هداهم﴾**. ومنها: **﴿ولا يحزنك الذين يسارعون في الكفر﴾**. ومنها: **﴿فلعلك باخع نفسك على آثارهم إن لم يؤمنوا بهذا الحديث أسفاً﴾** وغير ذلك. ففي هذه الآيات تسلية له ﷺ على كفر قومه، وقيل: هذه الآية نزلت في الخوارج الذين يحرفون تأويل الكتاب والسنة، ويستحلون بذلك دماء المسلمين وأموالهم، لما هو مشاهد الآن في نظائرهم وهم فرقة بأرض الحجاز يقال لهم الوهابية يحسبون أنهم على شيء ألا إنهم هم الكاذبون، استحوذ عليهم الشيطان، فأنساهم ذكر الله، أولئك حزب الشيطان، ألا إن حزب الشيطان هم الخاسرون، نسأل الله الكريم أن يقطع دابرهم. وقيل: نزلت في اليهود والنصارى. وقيل: نزلت في الشيطان، حيث زين له أنه العابد التقي، وآدم العاصي، فخالف ربه لاعتقاده أنه على شيء.

﴿لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿٦﴾﴾ النار الشديد ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿٧﴾﴾ هذا بيان ما لموافقي الشيطان وما لمخالفيه. ونزل في أبي جهل وغيره ﴿أَفَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ﴾ بالتمويه ﴿فَرَآهُ حَسَنًا﴾ من مبتدأ خبره كمن هداه الله لا، دل عليه ﴿فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ﴾ على المزين لهم ﴿حَسَرَاتٍ﴾ باغتمامك أن لا يؤمنوا ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿٨﴾﴾ فيجازيهم عليه ﴿وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ﴾ وفي قراءة الريح ﴿فَتُثِيرُ سَحَابًا﴾ المضارع لحكاية الحال الماضية أي تزعجه ﴿فَسُقْنَاهُ﴾ فيه التفات عن الغيبة ﴿إِلَىٰ بَلَدٍ مَّيِّتٍ﴾ بالتشديد والتخفيف لا نبات بها ﴿فَأَحْيَيْنَا بِهِ

قوله: ﴿إنما يدعو حزبه﴾ إلخ بيان لوجه عداوته وتحذير من طاعته. قوله: (هذا) أي قوله: ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ إلى آخره، والمعنى من كفر من أول الزمان إلى آخره، فله العذاب الشديد، ومن آمن من أول الزمان إلى آخره، فله المغفرة والأجر الكبير. قوله: (ونزل في أبي جهل وغيره) أي من مشركي مكة، كالعاص بن وائل، والأسود بن المطلب، وعقبة بن أبي معيط وأضرابهم، ويؤيد هذا القول آيات منها: ﴿ليس عليك هداهم﴾. ومنها: ﴿ولا يحزنك الذين يسارعون في الكفر﴾. ومنها: ﴿فلعلك باخع نفسك على آثارهم إن لم يؤمنوا بهذا الحديث أسفاً﴾ وغير ذلك. ففي هذه الآيات تسلية له ﷺ على كفر قومه، وقيل: هذه الآية نزلت في الخوارج الذين يحرفون تأويل الكتاب والسنة، ويستحلون بذلك دماء المسلمين وأموالهم، استحوذ عليهم الشيطان، فأنساهم ذكر الله، أولئك حزب الشيطان، ألا إن حزب الشيطان هم الخاسرون، نسأل الله الكريم أن يقطع دابرهم. وقيل: نزلت في اليهود والنصارى. وقيل: نزلت في الشيطان، حيث زين له أنه العابد التقي، وآدم العاصي، فخالف ربه لاعتقاده أنه على كل شيء.

تم حذف عبارة: (لما هو مشاهد الآن في نظائرهم وهم فرقة بأرض الحجاز يقال لها الوهابية ... الخ) !!

قوله: ﴿أَفَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ﴾ أي زين له الشيطان ونفسه الأمارة عمله السيء، فهو من إضافة الصفة للموصوف. قوله: (بالتمويه) أي التحسين ظاهراً بأن غلب وهمه على عقله، فرأى الحق باطلاً، والباطل حقاً، وأما من هداه الله، فقد رأى الحق حقاً فاتبعه، ورأى الباطل باطلاً فاجتنبه. قوله: (لا) أشار بذلك إلى أن الاستفهام انكاري. قوله: (دل عليه) أي على تقدير الخبر، والمعنى حذف الخبر لدلالة قوله: ﴿فَإِنَّ اللهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ﴾ إلخ عليه، وفي هذه الآية رد على المعتزلة الذين يزعمون أن العبد يخلق أفعال نفسه، فلو كان كذلك، ما أسند الاضلال والهدى لله تعالى.

قوله: ﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ﴾ عامة القراء على فتح التاء والهاء، ورفع نفس على الفاعلية، ويكون المعنى: لا تتعاط أسباب ذلك، وقرىء شذوذاً بضم التاء وكسر الهاء، و ﴿نَفْسَكَ﴾ مفعول به، ويكون المعنى: لا تهلكها على عدم إيمانهم. قوله: ﴿حَسَرَاتٍ﴾ مفعول لأجله، جمع حسرة، وهي شدة التلهف على الشيء الفائت. قوله: (فيجازيهم عليه) أي إن خيراً فخير، وإن شراً فشر. قوله: (وفي قراءة الريح) أي وهي سبعية أيضاً. قوله: (لحكاية الحال الماضية) أي استحضاراً لتلك الصورة العجيبة التي تدل على كمال قدرته تعالى. قوله: (أي تزعجه) أي تحركه وتثيره. قوله: (فيه التفات عن الغيبة) أي

(۵) سنن ترمذی کے انگریزی ترجمے میں تحریف

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۹ھ) اپنی سُنن میں نقل کرتے ہیں:

''محمد بن عبد الملک بن ابی شوارب روایت کرتے ہیں کہ یحیٰ ابن عمرو بن ملک النکری جو روایت کرتے ہیں اپنے والد سے، جنہوں نے روایت کی ابی الجوزاء اور وہ روایت کرتے ہیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے ایک دفعہ انجانے میں ایک قبر کے اوپر خیمہ لگا دیا۔ اُس شخص نے قبر کے اندر سے سورۂ ملک کی مکمل تلاوت کرنے کی آواز سُنی۔ اُس شخص نے نبی ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''یہ نجات ہے، یہ قبر کے عذاب سے نجات دلاتی ہے۔'' (سنن ترمذی، باب فضائل قرآن، زیرِ عنوان باب فضائلِ سورۂ ملک)

اس حدیث سے فوت شدہ شخص کا قبر میں تلاوتِ قرآن کرنا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ وہابی دھرم کے مطابق انسان مرنے کے بعد مٹی میں مل جاتا ہے، اور وہ مرنے کے بعد تلاوت یا دیگر کوئی کام نہیں کرسکتا، اسی لیے وہابی ناشر دار السّلام ریاض نے جب سُنن ترمذی کا انگریزی ترجمہ شائع کیا تو اُس میں اس حدیث کے ترجمے کے تحت یہ تحریف کردی گئی کہ سورۂ ملک کی تلاوت خیمہ لگانے والے صحابی نے کی، صاحبِ قبر نے نہیں کی۔ (سُنن ترمذی (انگریزی)، باب فضائلِ قرآن، باب ۹، حدیث ۲۸۹۰، دار السلام، سعودی عرب)

قارئین توجہ فرمائیں کہ وہابیوں نے کتاب شائع کرتے وقت حدیث کی عربی عبارت تو بالکل صحیح لکھی لیکن انگریزی ترجمے میں تحریف کرتے ہوئے اپنے باطل عقیدے کو فروغ دیا ہے۔

اب صرف ان تحریف شدہ انگریزی کتابیں پڑھ کر علمائے اہلِ سُنّت سے بحث کرنے والے ان غیر مقلدین کو بھلا کون سمجھائے کہ حق کیا ہے اور ناحق کیا ہے؟

☆☆☆

shall be forgiven." (*Ḍa'īf*)

[Abū 'Eisā said:] This *Ḥadīth* [is *Gharīb*] we do not know of it except through this route. Hishām Abū Al-Miqdām was graded weak, and Al-Ḥasan did not hear from Abū Hurairah. This is what Ayyūb, Yūnus bin 'Ubaid and 'Alī bin Zaid said.

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَرَأَ حم الدُّخَانَ فِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ غُفِرَ لَهُ».

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ [غَرِيبٌ] لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَهِشَامٌ أَبُو الْمِقْدَامِ يُضَعَّفُ، وَلَمْ يَسْمَعِ الْحَسَنُ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، هٰكَذَا، قَالَ أَيُّوبُ وَيُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ وَعَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ.

تخريج: [إسناده ضعيف جدًا] وأخرجه أبو يعلى، ح:٦٢٢٤، ٦٢٣٢ من حديث هشام بن زياد أبي المقدام به ● هشام أبوالمقدام متروك (تقريب) وله شاهد ضعيف عند الطبراني:٨/٣١٦، ح:٨٠٢٦ بلفظ "من قرا حم الدخان في ليلة الجمعة أو يوم جمعة، بنى الله له بيتًا في الجنة" فيه فضال بن جبير ضعيف.

Chapter 9. What Has Been Related About [The Virtue Of] *Sūrat Al-Mulk*

(المعجم ٩) - بَابُ مَا جَاءَ فِي [فَضْلِ] سُورَةِ الْمُلْكِ (التحفة ٩)

2890. Ibn 'Abbās narrated: "One of the Companions of the Prophet ﷺ put up a tent upon a grave without knowing that it was a grave. When he realized that it was a person's grave, he recited *Sūrat Al-Mulk* until its completion. Then he went to the Prophet ﷺ and said: 'O Messenger of Allāh ﷺ [Indeed] I erected my tent without realizing that it was upon a grave. So when I realized there was a person in it I recited *Sūrat Al-Mulk* until its completion.' So the Prophet ﷺ said: 'It is a prevention, it is a salvation delivering from the punishment of the grave.'" (*Ḍa'īf*)

[Abū 'Eisā said:] This *Ḥadīth* is [*Hasan*] *Gharīb* from this route, and there is something on this topic from Abū Hurairah.

٢٨٩٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ النُّكْرِيُّ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ضَرَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ خِبَاءَهُ عَلَى قَبْرٍ وَهُوَ لَا يَحْسَبُ أَنَّهُ قَبْرٌ، فَإِذَا فِيهِ قَبْرُ إِنْسَانٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْمُلْكِ حَتَّى خَتَمَهَا، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ [إِنِّي] ضَرَبْتُ خِبَائِي وَأَنَا لَا أَحْسَبُ أَنَّهُ قَبْرٌ فَإِذَا [فِيهِ] إِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْمُلْكِ حَتَّى خَتَمَهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «هِيَ الْمَانِعَةُ، هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ».

[قَالَ أَبُو عِيسَى:] هٰذَا حَدِيثٌ [حَسَنٌ] غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

تخريج: [إسناده ضعيف] وأخرجه الطبراني في الكبير:١٢/١٧٥، ح:١٢٨٠١ من حديث

(۶) سُنن نسائی میں تحریف

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۰۳ھ) اپنی سُنن میں تحریر فرماتے ہیں:

"أخبرنا محمد بن المثنّی، حدّثنا ابن ابی عُدی عن ﴿شعبة﴾ عن قتاده عن نصر بن عاصم عن مالک بن الحویرث وانه رأی النبی ﷺ رفع یدیه فی صلاته، واذا رکع، واذا رفع رأسه من الرکوع، واذا سجد، واذا رفع رأسه من السجود، حتی یحاذی بهما فروع أُذنیه۔ (سُنن النسائی، ص ۵۵۲، باب رفع یدین للسجود، دار المعرفة، لبنان)

ترجمہ: امام نسائی ؒ فرماتے ہیں محمد بن مثنّیٰ سے، جنہوں نے روایت کی ابن ابی عُدی سے، جنہوں نے روایت کی ﴿شعبہ﴾ سے، جنہوں نے روایت کی قتادہ سے، جو روایت کرتے ہیں نصر بن عاصم سے، جنہوں نے روایت کی مالک بن حویرث سے، جنہوں نے کہا "میں نے حضور اکرم ﷺ کو نماز میں ہاتھ اُٹھاتے ہوئے دیکھا، نیز آپ نے رکوع کرتے وقت، رکوع سے سر اُٹھاتے اور سجدے فرماتے وقت اور سر اُٹھاتے وقت کانوں کی لَو تک اپنے ہاتھ اُٹھائے۔

اِس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین (ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھانا) کرتے تھے۔ اس حدیث کے مطابق رفع یدین نہ صرف نماز میں قیام و رکوع کے بعد بلکہ دو سجدوں کے درمیان بھی کرنا چاہیے۔ جبکہ خود کو اہلِ حدیث کہلانے والے اس حدیث کی پیروی نہیں کرتے۔

یہ حدیث متن اور اسناد کے اعتبار سے صحیح ہے۔

چونکہ یہ حدیث غیر مقلدین کے عمل کی مخالف ہے، اسی لیے اس حدیث کو ضعیف قرار

دینے کے لیے انہوں نے اس حدیث کی اسناد میں تحریف کردی۔

واضح ہو کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ (مستند) ہیں۔ غیر مقلدین کے ادارے دارالسلام (جس کی شاخیں دنیا کے تمام ملکوں میں پائی جاتی ہیں) نے حال ہی میں حدیث کی چھ کتابوں (صحاح ستہ) کو یکجا کر کے الکتب الستۃ کے نام سے شائع کیا ہے۔

اس نسخے میں سنن نسائی کی مذکورہ بالا حدیث میں تحریف کردی اور حدیث کے اسناد میں ﴿شعبہ﴾ کا نام بدل کر سعید کردیا۔ کیونکہ سعید ایک ضعیف راوی ہیں اور اس وجہ سے یہ حدیث اب ضعیف کہلائے گی۔ (الکتب الستۃ، سنن النسائی، ص ۲۵۱۷، حدیث ۱۰۸۹، دارالسلام، پاکستان)

یہ تحریف سرانجام دے کر غیر مقلدین نے اس حدیث پر عمل نہ کرنے کا معقول حل تلاش کرلیا۔ کیونکہ اب وہ اس حدیث کو ضعیف قرار دے کر اس پر عمل نہ کرنے کی دلیل پیش کر سکتے ہیں۔

یہ ہے ان نام نہاد اہلِ حدیث کا صحیح چہرہ۔ حدیث پر عمل کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن جو احادیث ان کے موقف سے ٹکراتی ہے، اُس میں تحریف کردیتے ہیں اور اُمت میں انتشار و خلفشار پھیلاتے ہیں۔
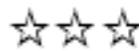
سنن النسائي
بشرح الحافظ جلال الدين السيوطي
"ت: ٩١١ هـ"
وحاشية الإمام السندي
"ت: ١١٣٨ هـ"
الجزء الأول
حققه ورقمه ووضع فهارسه
مكتب تحقيق التراث الإسلامي
دار المعرفة
بيروت . لبنان

(٣٦) باب رفع اليدين للسجود

١٠٨٤ ـ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ «أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي صَلَاتِهِ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَإِذَا سَجَدَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ[1] حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوعَ أُذُنَيْهِ». ٢٠٦/٢

١٠٨٥ ـ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ «أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ» فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

١٠٨٦ ـ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ «أَنَّ[2] نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ ـ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَزَادَ فِيهِ ـ وَإِذَا رَكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ».

١٠٨٤ ـ انفرد به النسائي. والحديث عند: مسلم في الصلاة، باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الإحرام والركوع وفي الرفع من الركوع وأنه لا يفعله إذا رفع من السجود (الحديث ٢٥ و٢٦). وأبي داود في الصلاة، باب من ذكر أنه يرفع يديه إذا قام من الثنتين (الحديث ٧٤٥). والنسائي في الافتتاح، رفع اليدين حيال الأذنين (الحديث ٨٧٩ و٨٨٠)، ورفع اليدين للركوع حذاء فروع الأذنين (الحديث ١٠٢٣) وفي التطبيق، باب رفع اليدين حذو فروع الأذنين عند الرفع من الركوع (الحديث ١٠٥٥)، وباب رفع اليدين للسجود (الحديث ١٠٨٥ و١٠٨٦). وابن ماجه في إقامة الصلاة والسنة فيها، باب رفع اليدين إذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع (٨٥٩). تحفة الأشراف (١١١٨٤).

١٠٨٥ ـ تقدم في التطبيق، باب رفع اليدين للسجود (الحديث ١٠٨٤).

١٠٨٦ ـ تقدم في التطبيق، باب رفع اليدين للسجود (الحديث ١٠٨٤).

سيوطي ١٠٨٤ و ١٠٨٥ و ١٠٨٦ ـ ....

سندي ١٠٨٤ و ١٠٨٥ و ١٠٨٦ ـ ....

---

(١) في إحدى نسخ النظامية: (من سجوده).

(٢) في نسخة النظامية: (أنه رأى) بدلاً من (أن).

(المعجم ٣١) - **بَابُ لعن المنافقين في القنوت** (التحفة ٣٧٨)

١٠٧٩- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ
الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ
الصُّبْحِ مِنَ الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَالَ: «اللَّهُمَّ! الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا» يَدْعُو
أُنَاسٍ مِنَ الْمُنَافِقِينَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ
عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ﴾ [آل عمران: ١٢٨].

(المعجم ٣٢) - **ترك القنوت** (التحفة ٣٧٩)

١٠٨٠- أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ:

يُوسُفَ - وَهُوَ ابْنُ مَاهَكٍ - يُحَدِّثُ عَنْ حَكِيمٍ قَالَ:
أَنْ لَا أَخِرَّ إِلَّا قَائِمًا.

(المعجم ٣٦) - **بَابُ رفع اليدين للسجود** (التحفة ٣٨٣)

١٠٨٦- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ [سعيد]
عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ
رَفَعَ يَدَيْهِ فِي صَلَاتِهِ، إِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، وَإِذَا
وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوعَ أُذُنَيْهِ.

١٠٨٧- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا
عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ: أَنَّهُ رَأَى
ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

١٠٨٨- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي
عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ: أَنَّهُ رَأَى

(۷) ''مدارج النبوۃ'' میں تحریف

(الف) شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''وھو بکلّ شئٍ علیم کا معنی یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شیونات ذاتِ الٰہی و احکام صفات حق کے جاننے والے ہیں اور آپ نے جمیع علوم ظاہر و باطن اوّل و آخر کا احاطہ فرمایا ہے۔'' (مدارج النبوۃ (فارسی)، ج ۱، ص ۳، سن اشاعت ۱۲۸۰ھ، ناشر نول کشور، دہلی)

دیوبندی ناشر نے مدارج النبوۃ کا جو اردو ترجمہ شائع کیا ہے، اس میں مذکورہ بالا عبارت حذف کردی ہے۔ (مدارج النبوت، ج ۱، ص ۲۔۳، مترجمہ سعید الرحمٰن علوی، ناشر مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور)

(ب) شیخ عبدالحق مزید فرماتے ہیں:

''اوّل ما خلق اللّٰہ نوری کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے نورِ محمدی ﷺ کی تخلیق کی۔ (مدارج النبوۃ (فارسی)، ج ۱، ص ۲، سن اشاعت ۱۲۸۰ھ، ناشر نول کشور، دہلی)

دیوبندی مترجم نے اپنے نسخے میں اس عبارت کو بھی حذف کردیا۔ (مدارج النبوت، ج ۱، ص ۱۱، مترجمہ سعید الرحمٰن علوی، ناشر مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور) اور صفحہ ۷۱ پر اگر ترجمہ لکھا بھی ہے تو آگے بریکیٹ میں (یعنی نورِ نبوت وہدایت) کی قید لگا کر اپنے خبثِ باطن کے تحت یہ تاثر دیا ہے کہ آپ ﷺ نورِ مجسّم نہیں، اور آپ کی اصل ذات نور نہیں۔ بلکہ آپ کا صرف ''وعظ وہدایت'' فرمانا ''نور'' ہے۔ حالانکہ نہ حدیث میں ایسی کوئی قید ہے، اور نہ شیخ محقق نے اس کا کوئی ذکر کیا ہے۔

(ج) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ابولہب کے اپنی لونڈی ثویبیہ آزاد کرنے کی خوشی میں تخفیفِ عذاب کے واقعے پرشبِ ولادتِ میلاد شریف منانے والوں کی تحسین فرمائی۔

(مدراج النبوۃ (فارسی)، ج۲،ص ۲۶،سن اشاعت ۱۲۸۰ھ،ناشر نول کشور، دہلی)

یہ بات دنیا پر اظہر من الشمس ہے کہ دیوبندی وہابی جماعت عید میلاد النبی منانے کو شرک وبدعت سے تعبیر کرتی ہے، اس لیے انہوں نے اپنے ترجمے میں مذکورہ عبارت کوحذف کر دیا۔(مدارج النبوت، ج۲،ص ۳۵،مترجم سعید الرحمٰن علوی،ناشر مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور)

(د) شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ سورج کے وقت ہوتا، نہ چاند کے وقت۔ حکیم ترمذی نے ذکوان رضی اللہ عنہ سے نوادر الاصول میں ایسے ہی بیان کیا ہے۔''(مدراج النبوۃ (فارسی)، ج۱،ص ۲۶،سن اشاعت ۱۲۸۰ھ،ناشر نول کشور، دہلی)

اس عبارت کا دیوبندی مترجم نے بالکل اُلٹ ترجمہ کیا اور لکھا کہ:

''صحیح بات یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کا سایہ مبارک تھا۔'' (مدارج النبوت، ج۲، ص ۳۵،مترجم سعید الرحمٰن علوی،ناشر مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور)

☆☆☆
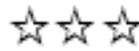
(۸) شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحریر میں تحریف

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں:

''دربعض روایات آمدہ است کہ گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ من بندہ ام نمی دانم انچہ دری پس ایں دیوار است جوابش آنست کہ ایں سخن اصلی ندارد و روایت بدان صحیح نشدہ است۔'' (مدارج النبوۃ، ج۱،ص۹،مطبوعہ نول کشور، دلّی)

ترجمہ: کچھ لوگ اس جگہ یہ اشکال لاتے ہیں کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا 'میں بندہ ہوں میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے۔' اس کلام کی کوئی اصل نہیں ہے اور نہ اس قسم کی کوئی صحیح روایت وارد ہے۔

دیوبندی قطب الارشاد مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اپنے رسول دشمنی کا ثبوت دیتے ہوئے مذکورہ بالا عبارت کو اپنی کتاب میں تحریف کے ساتھ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔'' (براہین قاطعہ، ص۱۲۱۔۱۲۲،ناشر کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، یوپی)

قارئین! اس بات پر غور کریں کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں اس من گھڑت روایت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''اس کلام کی کوئی اصل نہیں اور نہ اس قسم کی کوئی صحیح روایت وارد ہے۔'' لیکن دیوبندی مولویوں نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی اس عبارت کو نقل نہ کیا اور ان کی تحریر سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کہ خود شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اس بات کے قائل تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہ تھا۔

☆☆☆

بعون رنگین فرمای ریاض صنع خندان نمای بستان جهان
مدارج النبوة
تصنیف افضل الفضلا اعلم العلما فرید العصر مولانا شاه عبد الحق محدث دهلوی قدس سره
در مطبع فیض منبع منشی نولکشور بانطباع زیور رونق افزای جهان گردید

علیه وسلم اینچنین است که بکنه آن نتوان رسید و دعوی درک آن بکنه حکم تاویل متشابهات دارد و اینجا
بقیاس عقل و نظر علم میتوان گفت برین تفصیل است که این روایت بصری است یا رویت قلبی و بهر
تقدیر مخصوص است بحال صلوٰة که محل انکشاف تمام موجب ازدیاد نور است یا عام است عام احوال
اوقات را و اگر رویت بصری است همین چشم ست که در سر است یا پروردگار تعالی قادر است که قوت
بصریه در هر جزو بدن پیدا آورد یا در ابصار آنحضرت بطریق اعجاز مقابله شرط نبود و بعضی گفته اند که در میان
کتفین آنحضرت دو چشم بود مانند سوراخ سوزن که ابصار میکرد بآن و نمی پوشید آنرا جامها یا ضوء این
جامه منطبع می شد در حایطه قبله چنانچه در آئینه پس مشاهده میکرد افعال ایشان را و این دو سخن غریب ست
اگر روایت صحیح ثابت آید امنا و صدقنا و الا محل توقف است و گفته اند که باسناد صحیح ثابت نشده است
و اگر رویت قلبی مراد است پس آن علمست بطریق وحی و اعلام و کشف و الهام و گفته اند که صواب آنست
که چنانکه قلب شریف آنحضرت را صلی الله علیه وسلم احاطه و وسعتی در درک و علم معقولات داده اند حواس
لطیف او را نیز احاطه در درک محسوسات بخشیده اند و جهات سته را در حکم یکجهت گردانیده اند والله اعلم و اینجا
اشکال می آرند که در بعضی روایات آمده است که گفت آنحضرت صلی الله علیه وسلم که من بنده ام نمیدانم
آنچه در پس این دیوار است جوابش آنست که این سخن اصلی ندارد و روایت بدان صحیح نشده است و اگر باشد
گفتیم که آن انکشاف مخصوص بحال نماز است و اگر علم است موقوف باعلام الهی و خلق اوست علم را چنانچه
در سائر غیبیات است و دلالت میکند بران حدیثی که واقع شده است که یکباری ناقه آنحضرت صلی الله
علیه وسلم گم شد بعضی منافقان گفتند که محمد خبر از آسمان میدهد و در نمی یابد که ناقه او کجاست چون این سخن
منافقان بآنحضرت صلی الله علیه وسلم رسید گفت من نمیدانم و در نمییابم مگر آنچه بدانانند و دریابانند مرا پروردگار
من و متصل همین گفت که بتحقیق راه نمود مرا پروردگار تعالی بران ناقه که وی در موضع است چنین و چنین
بند شده است مهار وی در درختی پس رفتند آنجا و یافتند و چنانکه خبر داده بود پس آنحضرت صلی الله
علیه وسلم نمی یابد مگر آنچه دریابانده وی را پروردگار تبارک و تعالی خواه در نماز باشد یا در غیر آن فلا اشکال
اما سمع شریف وی صلی الله علیه وسلم در حدیث آمده است که آنحضرت صلی الله علیه وسلم گفت که من
بینم چیزی که نمی بینید شما و می شنوم چیزی که نمی شنوید شما من می شنوم اطیط آسمان را و اطیط آواز پالان
و آواز شکم تهی و آواز شتر کره و ماننده آنرا گویند و فرمود سزاوار است آسمان را که اطیط کند نیست جای

بیان سمع شریف

البراہینُ القاطِعة

علیٰ ظلامِ

انوارُ السّاطِعة

بامر حضرت بقیۃ السلف حجۃ الخلف راس الفقہاء والمحدثین تاج العلماء الکاملین

جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ

کُتب خانہ امدادیہ دیوبند

سمع و بصر علم و تصرف حق تعالیٰ کا حقیقی ہے اور مخلوق کا مجازی لیس کمثلہ شیء الآیۃ ۔ پھر جس کو جس قدر کوئی علم و قدرت وغیرہ عطا فرمادیا ہے اس سے زیادہ وہ ہرگز ذرہ بھر بھی نہیں بڑھ سکتا۔ شیطان کو جس قدر وسعت دی اور ملک الموت کو اور آفتاب و ماہتاب کو جس قدر وضع پر بنایا ہے اس سے زیادہ کی ان کو کچھ قدرت نہیں اور زیادہ کوئی ان سے کام نہیں نکلتا اور نہ اس کثرت و قلت پر فضل کی کمی زیادتی موقوف ہے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے بہت اعلیٰ و افضل ہیں معہذا علم کا مکاشفہ ان کا حضرت خضرؑ سے بہت کم تھا اور پھر جس قدر حضرت خضر کو ملا اس سے زیادہ پر قادر نہ تھے۔ اور حضرت موسیٰؑ کو باوجود افضلیت کے نہ ملا تو وہ حضرت خضر مفضول[1] کی برابر اس علم مکاشفہ کو پیدا نہ کرسکے ، پس آفتاب و ماہتاب کو جو اس ہیئت وسعت نور پر بنایا اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ[2] سے معلوم ہوا اب اس پر کسی افضل کو قیاس کرکے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں ۔ اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہوجاویں بلکہ قطعی ہیں ، قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں لھٰذا اس کا اثبات اس وقت قابل التفات ہو کہ مؤلف قطعیات سے اس کو ثابت کرے اور خلاف تمام امت کے ایک قیاس فاسد سے عقیدہ خلق کا اگر فاسد کیا چاہے تو کب قابل التفات ہوگا دوسرے قرآن و حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے پس اس کا خلاف کس طرح قبول ہوسکتا ہے ۔ بلکہ یہ سب قول مؤلف کا مردود ہوگا خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری مایفعل بی ولا بکم ۔ الحدیث

اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم

[1] جس پر کسی کو فضیلت حاصل ہو۔ [2] صریح دلائل

نہیں۔ اور مجلس نکاح کا مسئلہ بھی بحرالرائق وغیرہ کتب سے لکھا گیا۔ تیسرے
اگر افضلیت ہی موجب اس کی ہے تو تمام مسلمان اگرچہ فاسق ہوں اور
خود مؤلف بھی شیطان سے افضل ہیں تو مؤلف سب عوام میں بسبب
افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں تو اس کی برابر تو علم غیب بزعم خود
ثابت کردیوے۔ اور مؤلف خود اپنے زعم سے بہت بڑا اکمل الایمان[1] ہے
تو شیطان سے ضرور افضل ہو کر اعلم من الشیطان[2] ہو گا معاذ اللہ۔
مؤلف کے ایسے جہل پر تعجب بھی ہوتا ہے اور رنج بھی ہوتا ہے کہ ایسی نالائق
بات منھ سے نکالنا کس قدر دور از علم وعقل ہے۔

الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط
زمین کا فخر عالمؐ کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے
ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان وملک الموت
کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالمؐ کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی
ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ اور خاصہ
کی تعریف تہذیب منطق پڑھ کر مؤلف نے یاد کر کے بے تہذیبی عقیدہ کی اختیار
کی مگر فہم سے ماشاء اللہ ہنوز بہت دور ہیں۔ خاصہ حق تعالیٰ کے علم کا یہ
ہے کہ اس کا علم ذاتی حقیقی ہے کہ جس کا لازم احاطہ کل شئ[3] کا ہے اور
تمام مخلوق کا علم مجازی ظلی کہ قدر عطا کی حق تعالیٰ کی طرف سے مستفاد[4] ہے
پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت
سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں
ملک الموت کی برابر ہو چہ جائیکہ زیادہ۔ چنانچہ وجہ اس کی اوپر ذکر ہوئی
اور قیاس سے اس کا اثبات[5] جہل ہے کہ شائبہ علم کا بھی اس کا مجوز نہیں۔
الغرض یہ تحقیق واہی[6] مؤلف کی جہل ہے وہ آپ شاید شرک میں

---

[1] ایمان کے اعتبار سے بہت کامل [2] شیطان سے بڑا عالم [3] ہر شئ کو گھیر لینا [4] فائدہ حاصل کیا [5] ثابت کرنا [6] کمزور۔

(۹)شرح الشفاء میں تحریف

امام ملا علی بن سلطان قاری الہروی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

''السلام علی النبی و رحمة الله وبر کاتهٗ ای لِاَنَّ رُوْحَهٗ علیه السلام حاضر فی بیوت اهل الاسلام.'' (شرح الشفاء ، ج ۲،ص ۱۱۸، ناشر دار الکتب العلمیۃ، لبنان)

ترجمہ: (اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہوتو تم کہو) السلام علی النبی و رحمة الله وبر کاته کیونکہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہوتی ہے ۔)

یہ عبارت چونکہ دیوبندی وہابی عقیدے پر کاری ضرب ہے، اس لیے دیوبندیوں کے رئیس المحرفین مولوی سرفراز صفدر (گوجرانوالہ، پاکستان) اس عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''السلام علی النبی و رحمة الله و بر کاته اس لیے (نہ) پڑھے کہ آپ کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہوتی ہے۔'' (حضرت ملا علی القاری اور مسئلہ علمِ غیب وحاضر وناظر ،مطبوعہ گوجراں والہ،ص ۳۶، مکتبہ صفدریہ، گوجراں والہ، پاکستان)

قارئین غور فرمایئے دیوبندی مولوی کی شانِ رسالت سے دشمنی کہ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی عبارت ''لِاَنَّ رُوْحَهٗ علیه السلام حاضر فی بیوت اهل الاسلام'' تو صحیح لکھی ،لیکن ترجمہ کرتے ہوئے اپنی بے ایمانی (نہ) لکھ کر شامل کر دی۔

حضرت ملا علی قاری نے ''لِاَنَّ رُوْحَهٗ '' لکھا یعنی اس لیے سلام پڑھے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہوتی ہے ۔ دیوبندی مولوی صاحب نے ''لِاَنْ'' کے ساتھ ''لا'' ملا کر عبارت کا مفہوم ہی بدل دیا۔ لا حول ولا قوة الا باللّٰه.

انہی مولوی صاحب نے اپنی دوسری کتاب ''تبرید النواظر'' میں یہی عبارت اپنی طرف

سے خود بنا کر لکھ بھی دی ''لاِلاَنَّ رُوْحَہٗ علیہ السلام حاضر فی بیوت اھل الاسلام''
یہ خیال صحیح نہیں کہ رسول خدا ﷺ کی روح مبارک مومنوں کے گھروں میں موجود ہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ ''بعض نسخوں میں حرف لا چھوٹ گیا ہے۔'' (تجرید النواظر، مطبوعہ مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ، پاکستان)

ہم ان محرفین سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ شرح شفاء از ملّا علی قاری علیہ الرحمہ کا کوئی ایسا قلمی مخطوطہ یا مطبوعہ نسخہ پیش کریں جس میں ''لا لِاَنَّ'' کے الفاظ ہوں۔ خود بدست مصنف تحریر ہو۔ بعد کے کسی تلبیس کار نے اس میں کوئی حذف و اضافہ نہ کیا ہو۔

حقیقت تو یہ ہے کہ تمام ہی دیوبندی وہابی ایسی کوئی عبارت پیش نہیں کر سکتے، کہ ایسا کوئی قلمی یا مطبوعہ نسخہ موجود ہی نہیں۔
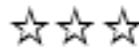
شرح الشفا

للقاضي عياض

شرحه

الملا علي القاري الهروي الحنفي

المتوفى سنة ١٠١٤هـ

ضبطه وصححه

عبد الله محمد الخليلي

الجزء الثاني

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

قال صلى الله على محمد وسلم ثم قال اللهم اغفر لي ذنوبي وافتح لي أبواب رحمتك وإذا خرج قال صلى الله على محمد وسلم ثم قال اللهم اغفر لي ذنوبي وافتح لي أبواب فضلك واصله في حديث مسلم وليس فيه ولا في غيره وترحم وبارك ثم لا يخفى مناسبة طلب الرحمة في دخول المسجد للطاعة وملاءمة طلب الفضل وهو الرزق عند خروجه على وجه الإباحه كما يشير إليه قوله سبحانه ﴿فإذا قضيت الصلاة فانتشروا في الأرض وابتغوا من فضل الله﴾ (**وَقَالَ عَمْرُو بنُ دِينَارٍ**) هو أبو محمد مولى قيس مكي إمام يروي عن ابن عباس وابن عمر وجابر وعنه شعبة وسفيانان وحمادان وهو عالم حجة أخرج له الأئمة الستة (**فِي قَوْلِهِ**) أي الله سبحانه (﴿**فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا**﴾) بضم الباء وكسرها (﴿**فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ**﴾) [النور:٦١] أي على أهليكم تحية من عند الله مباركة طيبة (**قَالَ**) أي ابن دينار وهو من كبار التابعين المكيين وفقهائهم (**إنْ**) وفي نسخة فإن (**لَمْ يَكُنْ فِي الْبَيْتِ أَحَدٌ فَقُلِ السَّلامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ**) أي لأن روحه عليه السلام حاضر في بيوت أهل الإسلام (**السَّلامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ**) أي من الأنبياء والمرسلين والملائكة المقربين (**السَّلامُ عَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ**) لعله أراد بهم مؤمني الجن (**وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ**) وظاهر القرآن عموم البيوت لا سيما وسابقه ﴿بيوتكم وبيوت آبائكم﴾ الآية ويؤيده حديث أنس متى لقيت أحداً من أمتي فسلم عليه يطل عمرك وإذا دخلت بيتك فسلم عليهم يكثر خير بيتك وصل صلاة الضحى فإنها صلاة الأبرار الأوابين (**قَالَ ابنُ عَبَّاسٍ**) أي في رواية ابن أبي حاتم (**الْمُرَادُ بِالْبُيُوتِ هُنَا الْمَسَاجِدُ**) ولعله أراد أنها تشمل المساجد فإنها أفضل البيوت كما يشير إليه قوله سبحانه ﴿في بيوت أذن الله أن ترفع﴾ الآية فالتنوين للتذكير أو أراد أن التنوين للتعظيم فيختص بالمساجد لأنها أعلى المشاهد (**وَقَالَ النَّخَعِيُّ**) وهو إبراهيم بن يزيد العالم الجليل (**إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي الْمَسْجِدِ أَحَدٌ فَقُلْ: السَّلامُ عَلَى رسولِ الله صلى الله تعالى عليه وسلم وَإِذَا لَمْ يَكُنْ فِي الْبَيْتِ أَحَدٌ فَقُلْ: السَّلامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ**) ولا منع من الجمع فيهما (**وَعَنْ عَلْقَمَةَ**) أي ابن قيس الفقيه النبيه (**إِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ**) أي أنا (**أَقُولُ السَّلامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ صَلَّى اللهُ وَمَلائِكَتُهُ عَلَى محمدٍ**) أي اجمع بين الصلاة والسلام عليه (**وَنَحْوُهُ عَنْ كَعْبٍ**) أي كعب الأحبار (**إِذَا دَخَلَ**) المسجد (**وَإِذَا خَرَجَ**) أي في الوقتين (**وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّلاةَ**) أي كعب بخلاف الأحبار (**وَاحْتَجَّ ابنُ شَعْبَانَ لِمَا ذَكَرَهُ**) أي فيما مر من أنه ينبغي لمن دخل المسجد أن يصلي الخ ويروى لما ذكر (**بِحَدِيثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صلى الله تعالى عليه وسلم أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله تعالى عليه وسلم كَانَ يَفْعَلُهُ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ**) لكن سبق أنها لم تذكر فيه ترحماً ولا مباركة وحديثها أخرجه الترمذي في الصلاة وفيه إرسال فاطمة بنت الحسين ولم يذكر فاطمة بنت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأخرجه ابن ماجه في الصلاة أيضاً (**وَمِثْلُهُ**) أي مثل حديثها أو مثل حديث علقمة (**عَنْ أَبِي بَكْرِ بنِ عَمْرِو بنِ حَزْمٍ**) أي الأنصاري قاضي المدينة وأميرها يروي عن السائب بن يزيد وغيره وعنه الأوزاعي ونحوه

حضرت ملا علی القاری علیہ رحمۃ الباری

اور

مسئلہ علم غیب و حاضر و ناظر

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دام مجدہم

ناشر

مکتبہ صفدریہ

نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ پاکستان

السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین السلام علی اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (الشفاء، جلد۲، ص۵۳، طبع مصر)۔

پھر بھی تم السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین السلام علی اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پڑھو۔

اس کی شرح میں حضرت ملا علی ن القاری لکھتے ہیں کہ:

السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ای لان روحہ علیہ السلام حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین ای من الانبیاء والمرسلین والملٰئکۃ المقربین السلام علی اھل البیت لعلہ اراد بہم مؤمنی الجن۔

اھ۔ (شرح الشفاء، جلد ۲۔ ص۴۶۴)

السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اس لیے (نہ) پڑھے کہ آپ کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہوتی ہے السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین سے حضرات انبیاء اور مرسلین اور مقرب فرشتے علیہم السلام مراد ہیں السلام علی اہل البیت سے شاید کہ ان کے نزدیک مومن جن مراد ہیں۔

چونکہ کچھ غالی قسم کے لوگ آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غیب اور حاضر و ناظر کے قائل تھے اس لیے ان کے غلط نظریہ کا دفعیہ کرتے ہوئے حضرت ملا علی ن القاری نے یہ فرمایا کہ یعنی یہ نظریہ نہ ہو کہ آپ کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے بلکہ محض درود سمجھ کر ثواب کی خاطر پڑھے، ورنہ ان کی اس عبارت سے لازم آئے گا کہ جملہ حضرات انبیاء اور مرسلین اور ملائکہ المقربین

تبرید النواظر
فی
تحقیق الحاضر والناظر
آنکھوں کی ٹھنڈک
تالیف
حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صاحب صفدر
شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
مکتبہ صفدریہ
نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

کا سبب بنایا ہے مگر بے سود ہے کیونکہ اس دور کی شیعیت کی مراد اس دور کی رافضیت ہرگز نہیں ہے، اس زمانہ میں تمام حضرات صحابہ کرام رض سے حسن ظنی رکھتے ہوئے بعض مذہبی اور سیاسی وجوہ سے حضرت علی رض کی طرف مائل ہونے والے شیعہ کہلاتے ہیں۔ امام نسائی رح، عبدالرزاق رح بن ہمام رح اور حاکم رح صاحب مستدرک وغیرہ اسی قبیل سے تھے اور ایسے شیعہ کی روایتوں سے کتب صحاح بھری اور اٹی پڑی ہیں اور یہ صلوٰۃ وسلام کا مسئلہ کوئی شیعہ کا ہے تاکہ داعیہ الی البدعت کا شبہ ہو۔ اسی مضمون کی تیسری روایت حضرت ابوالدرداء رض سے بھی مروی ہے۔

قارئین کرام! ہم نے ایک ایک راوی اور اسکی توثیق اور حضرات محدثین کرام رح سے اس روایت کی تصحیح آپکے سامنے عرض کر دی ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک امت کی طرف سے درود وسلام پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرشتے متعین اور مامور ہیں۔[1] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر حاضر وناظر ہوتے اور خود بہ نفس نفیس درود وسلام سنتے تو فرشتوں کے تعین کی کیا ضرورت ہے؟ ہمارا دعویٰ ہے کہ فریق مخالف قیامت تک ایک بھی حدیث صحیح سند کیساتھ ایسی نہیں پیش کرسکتا جس سے یہ ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ میں درود وسلام خود بلا توسط ملائکہ سن لیتا ہوں وَاَنّٰی لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ۔ اگر فریق مخالف میں جرأت اور ہمت ہے تو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ایک ہی ایسی حدیث پیش کر دے جو صحیح سند کے ساتھ اور اسکے تمام رواۃ ثقہ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنا مرفوع فرمان ہو۔ ؎

چمن میں تھیں ڈالیاں ہزاروں مگر مقدر کا کھیل دیکھو ٭ گری اسی شاخ پر ہے بجلی بنایا جس پر تھا آشیانہ

---

[1] حضرت ملا علی القاری رح لکھتے ہیں کہ درود وسلام پہنچانے کے لئے فرشتوں کا تقرر مخصوص بمن بَعُدَ عن حضرة مرقدہ المنور (مرقات ج ۲ ص ۲) اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے دور ہو اور نیز لکھتے ہیں کہ۔ لئلا یظن ان عدم الغائب لا یصل (مرقات ج ۲ ص ۶) تاکہ یہ گمان قائم نہ کر لیا جائے کہ شاید آپ تک غائب کا سلام نہیں پہنچتا اسلئے اللہ تعالیٰ نے درود وسلام پہنچانے کیلئے فرشتے متعین کر دیئے ہیں اور اسی مسئلہ کو انھوں نے شرح شفا میں پیش کیا ہے کہ لا کان روحه حاضرة فی بیوت اهل الاسلام کہ یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بقیہ حاشیہ از صفحہ نمبر ۱۶۶

مومنوں کے گھروں میں موجود ہے (بلکہ بتوسط ملائکہ آپ تک صلوٰۃ وسلام پہنچتا ہے) بعض نسخوں میں حرف لا چھوٹ گیا ہے جس سے بعض لوگوں کو یونہی بلا وجہ اشتباہ ہوا ہے جن میں مفتی احمد یار خاں صاحب وغیرہ بھی ہیں (دیکھئے جاء الحق ص۱۴۲) حضرت ملا علی القاری نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام الدرۃ المضیئۃ فی الزیارۃ المصطفویۃ ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:۔

ومن اعظم فوائد الزیارۃ ان الزائر اذا صلّے وسلّم علیہ عند قبرہ سمعہ سماعاً حقیقیاً وردّ علیہ من غیر واسطۃ بخلاف من یصلی ویسلم من بعید فان ذالک لا یبلغہ الا بواسطۃ لما جاء بسند جید من صلّے عند قبری سمعتہ ومن صلّی علی نائیاً اُبلغتہ

کہ زیارت کے فوائد میں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قبر کے نزدیک زیارت کنندہ درود وسلام پڑھتا ہے تو آپ بغیر واسطہ (ملائکہ) کے حقیقی طور پر سنتے ہیں بخلاف اسکے جو دور سے درود وسلام پڑھے۔ کیونکہ وہ آپکو واسطہ کے بغیر نہیں پہنچتا۔ کیونکہ کھری اور جید سند کے ساتھ یہ روایت آئی ہے کہ جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر صلوٰۃ پڑھی تو میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھی تو وہ میرے پاس پہنچائی جاتی ہے۔

غرضیکہ خود حضرت ملا علی القاری الحنفیؒ کی صریح عبارتوں سے حاضر وناظر کے عقیدہ کی صاف طور پر نفی ثابت ہے۔ ان کی بعض مواقع میں مجمل اور مختصر عبارتوں سے جن لوگوں نے استدلال کیا ہے وہ قطعاً اور یقیناً غلط ہے اسی کے قریب عبارت امام ابن حجرؒ کی ہے۔ (دیکھئے الجواہر المنظوم)۔

نوٹ ضروری:۔ من صلّی عند قبری۔ الحدیث بطریق ابوالشیخ صحیح ہے اس سند میں محمد بن مروان السدی نہیں ہے۔ اسی ہی کے متعلق حافظ ابن حجر العسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ بسند جید (فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲) اور اسی سند کو علامہ سخاویؒ وسندہ جید لکھتے ہیں (القول البدیع ص۱۱۶) اور نواب صدیق خان صاحبؒ لکھتے ہیں۔ اسناد جید (الدلیل الطالب ص۸۴۲) اور غالباً اسی پر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس مسئلہ کی بنیاد رکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

فاخبرانہ یسمع الصلوٰۃ والسلام

کہ آپ نے خبر دی ہے کہ قریب سے صلوٰۃ وسلام کو بنفسِ نفیس

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں)

(۱۰) کتاب عقیدۃ السلف اصحاب الحدیث میں تحریف

امام ابوعثمان الصابونی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۴۴۹ھ) امام الجوینی کے شاگرد تھے۔ ان کے بارے میں امام بیہقی الشافعی لکھتے ہیں:

''ابوعثمان الصابونی الشافعی اپنے وقت کے شیخ الاسلام، فقیہ، محدث، مفسّر اور مسلمانوں کے امام تھے۔'' (طبقات الشافعیہ الکبریٰ از امام السبکی، ج۴، ص۲۸۸)

امام عثمان الصابونی اپنی مشہور کتاب العقیدۃ السلف اصحاب الحدیث میں لکھتے ہیں:

''میں نے حجاز کا سفر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضے کی زیارت کی نیت سے کیا۔''

چونکہ یہ عبارت وہابی عقیدے سے متصادم ہے اس لیے انہوں نے نئے مطبوعہ نسخوں میں اس عبارت میں تحریف کردی۔ ذیل میں ہم اس کتاب کے تین محرف نسخوں کا جائزہ لیں گے:

(الف): پہلے محرف نسخے میں یہ عبارت یوں کردی گئی ہے کہ:

''میں نے حجاز کا سفر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ''**مسجد کی زیارت**'' کی نیت سے کیا۔''

حاشیے میں وہابی مدیر لکھتے ہیں:

''اصل عبارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ''روضے کی زیارت'' تھی لیکن یہ ایک غلطی تھی کیوں کہ سفر کی اجازت صرف تین مسجدوں کے لیے ہے۔'' (**العقیدۃ السلف اصحاب الحدیث**، ص۶، سن اشاعت ۱۳۹۷ھ، محقق عبداللہ السبت الکویتی، دارالسلفیہ، کویت)

وہابیوں کا یہی طرزِ عمل ہے کہ انھوں نے امام صابونی کو بطور شیخ الاسلام تو قبول کیا

لیکن اُن کی تحریر میں تبدیلی کردی، کہ یہ ابنِ تیمیہ کے نظریے کے خلاف تھی، جس کے مطابق سفر صرف تین مسجدوں کا کیا جا سکتا ہے۔ یہ تحریف صرف ابنِ تیمیہ کے عقیدے سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے کی گئی۔

(ب): اس کے بعد ایک اور وہابی نسخہ شائع ہوا، جس میں اصل عبارت جوں کی توں رکھی گئی، لیکن حاشیے میں رسول اللہ ﷺ کے روضے کی زیارت کے لیے سفر کرنے پر امام صابونی پر نکتہ چینی کی گئی۔(**العقیدة السلف اصحاب الحدیث** ،سن اشاعت ۱۴۰۴ھ، دارالسلفیہ، کویت)

(ج): تیسرے مطبوعہ نسخے میں امام صابونی کی عبارت میں پوری طرح تحریف کر کے عبارت یوں کردی گئی۔

"میں نے حجاز کا سفر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے **مسجد** کی زیارت کی نیت سے کیا۔"(**العقیدة السلف اصحاب الحدیث** ، محقق ابی خالد مجدی بن سعد، شائع کردہ دارالتوحید، کویت)

غور کریں اس تیسرے نسخے میں پہلے نسخے کے موافق عبارت بدل دی گئی ہے لیکن کوئی حاشیہ موجود نہیں، جس سے قارئین کو اصل عبارت میں تحریف کے بارے میں کوئی علم نہیں ہو سکے گا۔

عقيدة
السلف
و
أصحاب الحديث
تأليف — الإمام أبي عثمان اسماعيل بن عبد الرحمن الصابوني

(أما بعد) فإني لما وردت آمد طبرستان ، وبلاد جيلان متوجهاً إلى بيت الله الحرام ، وزيارة مسجد نبيه محمد صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه الكرام ، سألني إخواني في الدين أن أجمع لهم فصولا في أصول الدين ، التي استمسك بها الذين مضوا من أئمة الدين ، وعلماء المسلمين والسلف الصالحين ، وهدوا ودعوا الناس إليها في كل حين ، ونهوا عما يضادها وينافيها جملة المؤمنين المصدقين المتقين ، ووالوا في اتباعها ،

---

(١) في الأصل : « قبره » وهو خطأ ، لأن المشروع السفر بقصد زيارة مسجد النبي صلى الله عليه وسلم لا قبره ، لأنه ثبت عنه عليه السلام أنه قال : « لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد : المسجد الحرام ، ومسجدي هذا ، والمسجد الأقصى » رواه الشيخان وغيرهما ، هذا مع العلم أن قبره عليه السلام الآن في مسجده ، ولا مانع لمن يزور مسجده (ص) من زيارة قبره تبعاً لذلك . « المعلق »

تصحيح عقائد المسلمين وأعمالهم - ٥ -

عقيدة السلف أصحاب الحديث

أو

الرسالة في اعتقاد أهل السنة وأصحاب الحديث والأئمة

تأليف

شيخ الإسلام الإمام

أبي إسماعيل عبد الرحمن بن إسماعيل الصابوني

حققها وخرج أحاديثها وعلق عليها

بدر البدر

الدار السلفية

٢ ـ أما بعد ، فإني لما وردت آمد طبرستان وبلاد جيلان متوجها إلى بيت الله الحرام ، وزيارة قبر نبيه[٤] محمد صلى الله عليه[٥] وعلى آله و[على] أصحابه الكرام ، سألني إخواني في الدين أن أجمع لهم فصولاً في أصول الدين التي استمسك بها الذين مضوا من أئمة الدين وعلماء المسلمين والسلف

---

(١) في س : « المتيجي » والصواب ما أثبتناه كما في اللباب (٣ : ٢٥٩) .

(٢) في المطبوعة : « صلى الله عليه » .

(٣) في المخطوطة : « صلى الله على محمد وآله أجمعين » .

(٤) قلت : الأولى بالمصنف ـ رحمه الله ـ أن يقول : « زيارة مسجد نبيه » . لأن المشروع هو السفر بقصد زيارة مسجد النبي صلى الله عليه وسلم لا قبره ، ويراجع للتوسع في هذا الموضوع كتابي شيخ الإسلام ابن تيمية : « الرد على الأخنائي واستحباب زيارة خير البرية الزيارة الشرعية » . « والجواب الباهر في زوار المقابر » . وهما من مطبوعات المطبعة السلفية بمصر .

عقيدة السلف
أصحاب الحديث
تأليف شيخ الإسلام
أبي عثمان إسماعيل بن عبد الرحمن الصابوني
المتوفى سنة ٤٤٩هـ
حققه وخرج أحاديثه
أبو خالد: مجدي بن سعد

سبب تأليف الرسالة

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين ، وصلى الله عليه وعلى آله وأصحابه الكرام .

(أما بعد) فإني لما وردت آمد[١] طبرستان ، وبلاد جيلان متوجهًا إلى بيت الله الحرام ، وزيارة مسجد نبيه محمد صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه الكرام ، سألني إخواني في الدين أن أجمع لهم فصولاً في أصول الدين ، التي استمسك بها الذين مضوا من أئمة الدين ، وعلماء المسلمين والسلف الصالحين ، وهدوا ودعوا

---

(١) هذا تصحيف ، والصحيح آمُل : بضم الميم واللام ، أكبر مدينة بطبرستان في السهل لأن طبرستان سهل وجبل ، وهي في الإقليم الرابع ـ يعني من بلاد فارس ـ وبين آمل وجيلان حوالي عشرون فرسخًا .. وإليها ينسب أبو جعفر محمد بن جرير الطبري صاحب التفسير والتاريخ المشهور . [راجع إن شئت « معجم البلدان » ٥٧/١] .

(۱۱) کتاب الاذکار میں تحریف

شیخ الاسلام، فقیہ، محدث، حافظ الحدیث امام النووی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۷۶ھ) اپنی مشہور کتاب الاذکار میں لکھتے ہیں:

"فصل في زيارة قبر رسول الله (ﷺ) وأذكارها."

اعلم أنه ينبغي لكل من حجّ أن يتوجه الى زيارة رسول الله ﷺ، سواء كان ذلك طريقه أولم يكن، فان زيارته ﷺ من أهمّ القربات وأربح المساعي وأفضل الطلبات...... (چند سطروں بعد) اَللّٰهُمَّ افْتَحْ عَلٰى اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِيْ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ نَبِيِّكَ ﷺ ما رَزَقْتَهُ أَوْلِيَاءَكَ وَأَهْلَ طَاعَتِكَ وَاغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِي يَا خَيْرَ مَسْئُوْلٍ.

امام نووی عتبی کا مشہور واقعہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عتبی نے کہا میں نبی ﷺ کی قبر پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی نے آ کر کہا: السلام علیکم یا رسول اللہ! میں نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد سنا ہے: ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك ۔ الآیۃ اور میں آپ کے پاس آ گیا ہوں اور اپنے گناہ پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ سے شفاعت طلب کرتا ہوں، پھر اس نے دو اشعار پڑھے:

اے وہ جو زمین کے مدفونین میں سب سے بہتر ہیں
جن کی خوش بو سے زمین اور ٹیلے خوش بودار ہوگئے
میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ ساکن ہیں
اس میں عفو ہے اس میں سخاوت ہے اور لطف و کرم ہے

پھر وہ اعرابی چلا گیا۔ عتبی بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی، مَیں نے خواب میں نبی ﷺ کی زیارت کی اور آپ نے فرمایا: اے عتبی اس اعرابی کے پاس جا کر اس کو خوش خبری دو کہ اللہ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔

(الاذکار، ص ۲۶۴، دار التراث، بیروت)

مذکورہ روایت میں وہابیوں نے متعدد تبدیلیاں کی ہیں۔

دار الہدیٰ ریاض نے ۱۴۰۹ھ میں الاذکار کا ایک نسخہ شائع کیا، جس میں مندرجہ ذیل تحریفات پائی جاتی ہیں:

(الف): امام نووی نے مذکورہ واقعہ "فصل رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت اور اس کے اذکار کے بیان میں" کے تحت لکھا ہے۔ وہابی نسخے میں یہ عنوان بدل کر "فصلِ فی زیارۃ مسجد رسول اللہ ﷺ" کر دیا گیا۔ یعنی "فصل رسول اللہ ﷺ کی مسجد کی زیارت کے بیان میں"۔ چونکہ وہابی دھرم میں رسول اللہ ﷺ کے روضے کی زیارت کے لیے سفر کرنا جائز نہیں۔ اسی لیے انہوں نے اپنے عقیدے کا جواز ثابت کے لیے یہ تحریف کر دی۔

(ب): امام نووی لکھتے ہیں کہ جو شخص بھی حج کرے اس کو رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرنی چاہیے (ینبغی)۔

وہابی نسخے میں اس عبارت کو بدل کر یوں کر دیا گیا ہے:

"**اعلم انه يستحب من اراد زيارة مسجد رسول الله ﷺ ان يكثر من الصلاة عليه ﷺ**"

یعنی: جاننا چاہیے کہ جو شخص بھی حج کرے اس کو رسول اللہ ﷺ کی مسجد کی زیارت کرنا مستحب (**يستحب**) ہے۔

غور کریں یَنبَغِی کو بدل کر یستحب کر دیا گیا اور زیارتِ رسول اللہ کو بدل کر زیارتِ مسجدِ رسول اللہ کر دیا گیا۔

(ج) امام نووی اس عبارت میں رسول اللہ کے روضے کی زیارت کے وقت پڑھی جانے والی دُعا لکھتے ہیں:

''یا اللہ مجھ پر اپنی رحمت کا دروازہ کھول دے اور اپنے نبی ﷺ کے **روضے** کی زیارت کے ذریعے مجھ پر رحم فرما۔'' نام نہاد توحید پرست وہابیوں نے اپنی مطبوعہ کتاب میں اس عبارت کو تبدیل کر کے یوں شائع کیا:

''یا اللہ مجھ پر اپنی رحمت کا دروازہ کھول دے اور اپنے نبی ﷺ کی **مسجد** کی زیارت کے ذریعے مجھ پر رحم فرما۔''

انصاف پسند قارئین غور کریں کہ یہاں ''نبی ﷺ کے روضے'' کی زیارت کو بدل کر ''نبی ﷺ کی مسجد'' کی زیارت کر دیا گیا۔

(د): مذکورہ بالا سطروں میں امام نووی نے عتبی کا جو واقعہ ذکر کیا، وہابی مطبوعہ نسخے میں یہ پورا واقعہ سرے سے ہی حذف کر دیا گیا۔

یہاں پر ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ عتبی کے اس واقعے کو مندرجہ ذیل محدثین و مفسّرین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

(۱) امام نووی الشافعی (م ۶۷۶ھ)۔ الاذکار، ص: ۲۶۴، المجموع، ج ۸، ص ۲۱۷، الایضاح فی مناسک

(۲) ابن جماعۃ الشافعی (م ۷۳۳ھ)۔ ھدایۃ السالک، ج ۳، ص ۱۳۸

(۳) ابن عقیل الحنبلی (م ۵۱۳ھ)۔ کتاب التذکرۃ

(۴) ابن قدامۃ الحنبلی (م ۶۲۰ھ)۔ المغنی

(۵) امام قرطبی المالکی (م ۶۷۱ھ)۔ تفسیر الجامع الاحکام القرآن، ج ۵، ص ۲۶۵

(۶) امام سمہودی الشافعی (م ۹۱۱ھ)۔ خلاصۃ الوفاء، ص ۱۲۱

(۷) مفتی مکہ شیخ احمد بن زینی دحلان مکی (م ۱۳۰۴ھ)۔ خلاصۃ الکلام، ج ۲، ص ۲۷۴

(۸) ابن کثیر (م۷۷۴ھ)۔سورۂ نساء آیت ۶۴ کے تحت اس روایت کونقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: الشیخ ابونصر بن الصباغ نے عتبی کی مشہور روایت کواپنی کتاب الشمامل میں نقل کیا ہے۔

(۹) ابن کثیر۔البداية والنهاية، ج۱،ص۱۸۰

(۱۰) امام البھوتی الحنبلی (م۱۰۵۱ھ)۔کشف القناع، ج۵،ص۳۰

(۱۱) امام تقی الدین سبکی (م۷۵۶ھ)۔شفاء السقام فی زیارة خير الانام،ص۵۲

(۱۲) ابن الجوزی الحنبلی (م۵۹۷ھ)۔مثير الغرام الساكن الى اشرف الاماكن، ص۴۹۰

(۱۳) ابن حجر الہیتمی (م۹۷۴ھ)۔الجواهر المنظم

(۱۴) امام الباجی المالکی (م۴۷۴ھ)۔سنن الصالحين و سنن عابدين

(۱۵) امام الثعلبی (۴۲۷ھ)۔ تفسير كشف البيان

(۱۶) ابن النجار الحنبلی (م۶۴۳ھ)۔اخبار المدينة، ۱۴۷

(۱۷) امام الالوسی الحنفی (م۱۲۷۰ھ)۔تفسير روح المعانی، ج۴،ص۷۰

(۱۸) شیخ ابونصر الدین الصباغ۔الشمامل۔(جیسا کہ ابن کثیر نے ذکر کیا ہے)

(۱۹)امام الماوردی (م۴۵۰ھ)۔الاحكام السلطانية

(۲۰)امام بیہقی الشافعی (م۴۵۸ھ)۔ شعب الايمان

(۲۱)ابن عساکر الشافعی (م۵۷۱ھ)۔تاريخ دمشق، ج۲،ص۴۰۸۔

(۲۲)امام قسطلانی الشافعی (م۹۲۳ھ)۔مواهب اللدنية

(۲۳)امام ابوحیان الاندلسی (م۷۴۵ھ)۔تفسير البحر المحيط

☆☆☆

(۱۲) کتاب الفوائد المنتخبات میں تحریف

علامہ عثمان بن عبد اللہ بن جامع الحنبلی، ایک مشہور عالم ہیں۔ انہوں نے حنبلی فقہ پر ایک ضخیم کتاب الفوائد المنتخبات فی شرح أخصر المختصرات تصنیف کی۔ حال ہی میں اس کتاب کا مخطوط کویت کے "فقہیہ کتب خانے" سے دستیاب ہوا۔ (مخطوط نمبر ۳/۳۹) اس کتاب کے دو نسخے شائع ہوئے ہیں۔ پہلا نسخہ مکتبۃ الرشد، ریاض سن اشاعت ۲۰۰۳ء نے شائع کیا اور دوسرا نسخہ بیروت کے مؤسسۃ الرسالۃ نے شائع کیا۔

علامہ عثمان جامع نے اپنی کتاب میں ابن عبد الوہاب نجدی کے متعلق طاغیة العارض (ظلم وستم کرنے کا شائق) لکھا ہے۔

بیروت کے مؤسسۃ الرسالۃ کے شائع کردہ نسخے میں اس عبارت کو حذف کر کے اس کی جگہ .... نقطوں میں تبدیل کر دی گئی۔ الفوائد المنتخبات، صفحہ ۲۰۷، مطبوعہ مؤسسة الرسالة.

چونکہ یہ عبارت ابن عبد الوہاب نجدی کے بُرے کردار کو ظاہر کرتی ہے، اس لیے وہابی ناشر نے کتاب کی اشاعت کے وقت اس کو حذف کر دیا۔[۴۳]

☆☆☆

---

[۴۳] وہابی فرقے کے رد وابطال کے لیے مولانا فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "سیف الجبار" کا مطالعہ کریں۔

الفوائد المنتخبات
في شرح أخصر المختصرات
تأليف
عثمان بن عبد الله بن جامع الحنبلي
... - ١٢٤٠هـ
تحقيق
الدكتور عبد السلام بن برجس آل عبد الكريم
الجزء الأول
مؤسسة الرسالة

مالك عند الله حاجة؟» انتهى[1] .

فحينئذ تبين لك فساد ما ذهب إليه .... ابن عبدالوهاب[2] ، من نهيه عن رفع اليدين بالدعاء بعد الفراغ من الأذكار

---

(١) لم أستطع الوقوف على مصدر لهذا الحديث فيه إسناده حتى يتبين حكمه .

(٢) هذا الطعن في شيخ الإسلام الإمام محمد بن عبدالوهاب ـ رحمه الله تعالى ـ لا قيمة له ولا وزن عند أهل العلم المعتبرين. فقد تواتر فضله وإصلاحه، وبقي ذكره وتجديده للدين إلى اليوم، شهد بذلك الأعداء من المستشرقين ونحوهم، كما شهد بذلك أهل الصلاح والاستقامة من علماء الأمة المعروفين بسلامة المعتقد. فلا يطعن عليه إلا رجل مريض القلب، مبتلى بالبدع.

ينظر: «الشيخ محمد بن عبدالوهاب في مرآة علماء الشرق والغرب» لمحمود مهدي استانبولي، و«الشيخ محمد بن عبدالوهاب عقيدته السلفية ودعوته الإصلاحية وثناء العلماء عليه» لأحمد بن حجر آل أبو طامي، و«محمد بن عبدالوهاب مصلح مظلوم ومفترى عليه» لمسعود عالم الندوي، و«عقيدة الشيخ محمد بن عبدالوهاب وأثرها في العالم الإسلامي» د. صالح بن عبدالله العبود.

وقول المؤلف: «العارض»: عَارِضٌ: بالراء ثم الضاد المعجمة، عارض اليمامة. والعارض: اسم للجبل المعترض. ومنه سمي «عارض اليمامة» وهو جبلها. ينظر: «معجم البلدان» لياقوت (٤/ ٦٥)، و«معجم اليمامة» لابن خميس (٢/ ١٢٩). وقوله: «ابن عبدالوهاب» هو الإمام حقاً، وشيخ الإسلام صدقاً، مجدد هذا الدين في القرون المتأخرة، وحامل لواء السنة المطهرة: محمد بن عبدالوهاب بن سليمان بن علي بن محمد بن أحمد بن راشد بن مشرِّف، الوهبي، التميمي، النجدي، الحنبلي. ولد سنة (١١١٥هـ) في بلدة العيينة، قرأ على أبيه

(۱۳) کتاب القول البدیع میں تحریف

امام شمس الدین سخاوی (م ۹۰۲ھ) ایک مشہور محدث، فقیہ اور مؤرخ گزرے ہیں۔ درود شریف کے فضائل پر ان کی کتاب القول البدیع مشہور و معروف ہے۔ حال ہی میں دیوبندیوں نے اس کتاب کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔ جس میں انہوں نے رسول دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کتاب میں کئی جگہ تحریفات کر دیں۔

(الف) علامہ سخاوی، ابوبکر بن محمد سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر بن مجاہد کے پاس تھا کہ اتنے میں شیخ المشائخ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ آئے، ان کو دیکھ کر ابوبکر مجاہد کھڑے ہوگئے۔ ان سے معانقہ کیا اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ میرے سردار آپ شبلی کے ساتھ یہ معاملہ کرتے ہیں حالانکہ آپ اور سارے علمائے بغداد یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ دیوانے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے وہی کیا جو حضور اقدس ﷺ کو کرتے دیکھا۔ پھر انھوں نے اپنا خواب بتایا کہ مجھے حضور ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی کہ حضور ﷺ کی خدمت میں شبلی حاضر ہوئے، حضور ﷺ کھڑے ہوگئے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور میرے استفسار پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہر نماز کے بعد **لقد جاء کم رسول من انفسکم** آخر سورۃ (توبہ) تک پڑھتا ہے..... اور کے بعد تین مرتبہ **صلی اللہ علیک یا محمد، صلی علیک یا محمد، صلی اللہ علیک یا محمد** پڑھتا ہے۔" (القول البدیع (عربی) ص ۱۷۸، ناشر دار الریان للتراث، قاہرہ)

دیوبندی مترجم نے اس روایت کے آخر میں درود شریف بصیغۂ ندا (**صلی اللہ علیک یا محمد**) حذف کر دیا ہے، کیونکہ دیوبندی دھرم میں یہ عمل شرک ہے۔ (القول البدیع، ص ۸۷، مترجم مولانا معظم الحق، ترتیب: رضی الدین احمد فخری، ناشر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، ڈی گارڈن، کراچی)

(ب) امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے القول البدیع میں لکھا ہے کہ بعد از اذان صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی بقاعدگی سے ابتدا سلطان الناصر صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے ہوئی، اس سے پہلے حاکم بن العزیز قتل ہوا تو اس کی بہن نے چھ دن بعد حکم دیا کہ لوگ اس کے لڑکے ظاہر پر سلام کیا کریں۔ اس کے بعد بھی خلفاء پر اسی طرح سلام پڑھا جانے گا، یہاں تک کہ سلطان صلاح الدین نے اپنے زمانۂ حکومت میں اس غلط رسم کو مٹا کر کے نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بعد از اذان پڑھنے کا حکم دیا، جس کی اسے جزاءِ خیر نصیب ہو۔......

والصواب انه بدعة حسنة یوجر فاعله بحسن نیته (اور صحیح یہ ہے کہ بدعتِ حسنہ ہے اور ایسا کرنے والے کو نیک نیتی کا اجر ملے گا)۔(القول البدیع (عربی)،ص۱۹۶، قاہرہ)

دیوبندی مترجم نے بدعتِ حسنہ کا ترجمہ صرف بدعت کیا ہے اور لفظ حسنہ اور اگلی عبارت کا ترجمہ اپنے نفاق کے بنا پر گول کر گیا کہ یوجر فاعله بحسن نیته یہ ہے اس بدنیت مترجم کی کارستانی دیکھیے کہ اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا صدیوں پہلے کا مستند حوالہ شانِ رسالت سے عداوت اور درود شریف سے بےزاری کی نذر کر دیا۔(القول البدیع،ص۸۷،مترجم مولانا معظم الحق، ترتیب: رضی الدین احمد فخری، کراچی)

(ج) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سُن ہو گیا تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو، اس کا ذکر کریں۔ انھوں نے پکارا ''یا محمد ﷺ'' پس اسی وقت اُن کا پاؤں ٹھیک ہو گیا۔(القول البدیع،عربی،ص ۲۲۵، قاہرہ)

دیوبندی مترجم نے اس روایت کو بھی یعنی ندائے یارسول اللہ حذف کر دیا اور اس کا ترجمہ نہیں کیا۔ اس لیے کہ اس سے بوقتِ ضرورت و حاجت صحابہ کرام کا رسول اللہ ﷺ کو پکارنا اور فریاد کرنا ثابت ہوتا ہے، جب کہ دیوبندی وہابی مذہب میں صحابہ کرام کے اس عقیدے کو شرک ٹھہرایا گیا ہے۔(القول البدیع،ص۱۷۷،مترجم مولانا معظم الحق، ترتیب: رضی الدین احمد فخری، کراچی)

☆☆☆☆

القول البديع

في الصلاة على الحبيب الشفيع

للإمام العلامة الحافظ شمس الدين محمد بن
عبد الرحمن السخاوي الشافعي
٨٣١ - ٩٠٢ هـ

دار الريان للتراث

أبي بكر بن محمد بن عمر قال كنت عند ابي بكر بن مجاهد فجاء الشبلي فقام اليه ابو
بكر بن مجاهد فعانقه وقبل بين عينيه ، وقلت له يا سيدي تفعل بالشبلي هكذا وأنت
وجميع من ببغداد يتصورون أو قال يقولون أنه مجنون فقال لي فعلت كما رأيت رسول الله
صلى الله عليه وسلم فعل به وذلك أني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام
وقد أقبل الشبلي فقام اليه وقبل بين عينيه فقلت يا رسول الله أتفعل هذا بالشبلي
فقال هذا يقرأ بعد صلاته لقد جاءكم رسول من انفسكم الى آخر السورة ويتبعها
بالصلاة علي وفي رواية أنه لم يصل صلاة فريضة إلا ويقرأ لقد جاءكم رسول من
انفسكم الآية ، ويقول ثلاث مرات صلى الله عليك يا محمد ، صلى الله عليك يا
محمد ، صلى الله عليك يا محمد ، قال فلما دخل الشبلي سألته عما يذكر في الصلاة
فذكر مثله ، وهي عند ابن بشكوال من طريق أبي القاسم الخفاف قال كنت يوماً
اقرأ القرآن على رجل يكنى أبا بكر وكان ولياً لله فإذا بأبي بكر الشبلي قد جاء الى
رجل يكنى بأبي الطيب كان من أهل العلم فذكر قصة طويلة وقال في آخرها :
ومشى الشبلي إلى مسجد ابي بكر بن مجاهد فدخل عليه فقام اليه فتحدث أصحاب
ابن مجاهد بحديثها وقالوا له انت لم تقم لعلي بن عيسى الوزير وتقوم للشبلي فقال
ألا أقوم لمن يعظمه رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيت النبي صلى الله عليه
وسلم في النوم فقال لي يا أبا بكر إذا كان في غد فسيدخل عليك رجل من اهل
الجنة فإذا جاءك فأكرمه قال ابن مجاهد فلما كان بعد ذلك بليلتين أو أكثر رأيت
النبي صلى الله عليه وسلم في المنام فقال لي يا أبا بكر أكرمك الله كما أكرمت رجلاً
من أهل الجنة ، فقلت يا رسول الله لم استحق الشبلي هذا منك فقال هذا رجل
يصلي خمس صلوات يذكر في اثر كل صلاة ويقرأ لقد جاءكم رسول من أنفسكم
الآية ، يقول ذلك منذ ثمانين سنة أفلا أكرم من يفعل هذا ؟ قلت ويستأنس هنا
بحديث أبي امامة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من دعا بهؤلاء
الدعوات في دبر كل صلاة مكتوبة حلت له الشفاعة مني يوم القيامة ، اللهم اعط
محمداً الوسيلة واجعل في المصطفين محبته وفي العالين درجته وفي المقربين داره رواه
الطبراني في الكبير وفي سنده مطرح بن يزيد وهو ضعيف . وأما عند اقامة الصلاة
فعن الحسن البصري قال من قال مثل ما يقول المؤذن فإذا قال المؤذن قد قامت

قبل ذلك فإنه لما قتل الحاكم ابن العزيز أمرت اخته ست الملك أن يسلم على ولده الظاهر فسلم عليه بما صورته السلام على الامام الظاهر ثم استمر السلام على الخلفاء بعده خلفاً بعد سلف إلى أن أبطله الصلاح المذكور جوزي خيراً .

وقد اختلف في ذلك هل هو مستحب أو مكروه أو بدعة أو مشروع واستدل للأول بقوله تعالى : ﴿ وافعلوا الخير ﴾ ، ومعلوم أن الصلاة والسلام من أجل القرب لا سيما وقد تواردت الاخبار على الحث على ذلك مع ما جاء في فصل الدعاء عقب الاذان والثلث الأخير من الليل وقرب الفجر والصواب انه بدعة حسنة يؤجر فاعله بحسن نيته وقد نقل عن ابن سهل من المالكية في كتابه الاحكام حكاية الخلاف في تسبيح المؤذنين في الثلث الأخير من الليل ووجه من منع ذلك أنه يزعج النوام وقد جعل الله تعالى الليل سكناً وفي هذا نظر والله الموفق .

(الصلاة عليه في يوم الجمعة وليلتها)

وأما[1] الصلاة في يوم الجمعة وليلتها فقد قال الشافعي رضي الله عنه أحب كثرة الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم في كل حال وأما في يوم الجمعة وليلتها أشد استحباباً انتهى .

وتقدم في الباب الرابع مما يدخل هنا حديث أبي هريرة وأنس بن مالك وأوس بن أوس ، وابي امامة ، وابي الدرداء وابي مسعود وعمر بن الخطاب وابنه عبد الله والحسن البصري ، وخالد بن معدان ويزيد الرقاشي وابن شهاب الزهري مبنية واضحة فلا نعيد ذكرها هنا وعن ابي ذر الغفاري رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من صلى علي يوم الجمعة مائتي صلاة غفر له ذنب مائتي عام أخرجه الديلمي ولا يصح .

وعن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من

---

(١) وقال احمد ليلة الجمعة افضل من ليلة القدر وورد في حديث رواه ابو داود وصححه النووي ان افضل ايامكم يوم الجمعة فيه خلق ادم وفيه قبض وفيه النفخة وفيه الصعقة فأكثروا علي من الصلاة فيه فان صلاتكم تعرض علي فادعو لكم واستغفر .

أحدكم فليصل علي وليقل ذكر الله بخير من ذكرني رواه الطبراني وابن عدي وابن السني في اليوم والليلة والخرائطي في المكارم وابن ابي عـاصم وابو مـوسى المديني وابن بشكوال وسنده ضعيف وفي رواية بعضهم ذكر الله من ذكرني بخير قلت وقد أخرجه ابن خزيمة في صحيحه وذلك عجيب لأن اسناده غريب وفي ثبوته نظر والله الموفق . وأما الصلاة عليه عند خدر الرجل فرواه ابن السني من طريق الهيثم بن حنش وابن بشكوال من طريق أبي سعيد كنا عند ابن عمر رضي الله عنهما فخدرت رجله فقال له رجل أذكر أحب الناس اليك فقـال يا محمـد صلى الله عليـه وسلم فكأنما نشط من عقال ولابن السني من طريق مجاهد قـال خدرت رجـل عند ابن عباس رضي الله عنهما فقال له ابن عباس اذكر أحب الناس اليك فقال محمد صلى الله عليه وسلم فذهب خدره ، وللبخاري في الأدب المفرد من طريق عن الرحمن بن سعد قال خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل أذكر أحب الناس اليك فقال : يا محمد .

(الصلاة عليه عند العطاس)

وأما الصلاة عليه عند العطاس فعن ابي سعيد الخدري رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من عطس فقال الحمد لله على كل حال ما كان من حال وصلى الله على محمد وعلى أهل بيته أخرج الله من منخره الايسر طائراً يقول اللهم اغفر لقائلها أخرجه الديلمي في مسند الفردوس له بسند ضعيف وعند ابن بشكوال من حديث ابن عباس مرفوعاً مثله الى قوله الايسر وقال بعده طيراً اكبـر من الذباب واصغر من الجراد يرفرف تحت العـرش يقول اللهم اغفـر لقائلهـا ، وسنده كما قال المجد اللغوي لا بأس به سوى أن فيه يزيد بن ابي زياد وقد ضعفه كثيرون لكن أخرج له مسلم متابعة والله اعلم .

وعن نافع قال عطس رجل عند ابن عمر رضي الله عنهما فقال له ابن عمر لقد بخلت هلا حيث حمـدت الله تعالى صليت عـلى النبي صلى الله عليـه وسلم أخرجه البيهقي وابو موسى المديني وعند بقي بن مخلد في مسنده وابن بشكوال من طريقه بسند ضعيف عن الضحاك بن قيس قال عطس عاطس عند ابن عمر فقال

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

درود شریف کے فضائل، احکام، آداب، ۳۲۸ اسمائے مبارکہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر شہرہ آفاق کتاب

القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع کا اردو ترجمہ

درود شریف کے فضائل و آداب

تالیف

امام شمس الدین محمد بن عبد الرحمان سخاوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۰۲ھ

ترجمہ

مولانا معظم الحق صاحب

تہذیب و ترتیب

حضرت سید رضی الدین احمد فخری رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ

۳۲۷ - ڈی - گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک - کراچی

ہر بات کے شروع کرنے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر و تذکرہ کرنے کے وقت۔ علم دین پھیلانے کے وقت حدیث شریف کے پڑھنے اور فتاویٰ صادر کرنے کے وقت۔ وعظ و نصیحت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لکھنے کے وقت اور درود کا ثواب لکھنے کے وقت اور درود شریف سے غفلت کرنے کی وعید لکھنے کے وقت وغیرہ۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَ کَمَالِہٖ

مروی ہے کہ جو شخص وضو کے بعد اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پڑھے اور درود بھیجے اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ جو شخص درود شریف نہ پڑھے اس کا وضو (کامل) نہیں ہوتا (اگرچہ اس بات میں کافی بحث علماء کی طرف سے وارد ہوئی ہے)۔ تیمم، غسل جنابت اور غسل حیض وغیرہ کے بعد درود شریف پڑھنا مستحب ہے (جیسا کہ امام نوویؒ نے اشارہ کیا)۔

حالتِ نماز میں درود شریف پڑھنا

جب کوئی شخص اپنی نماز میں آیت:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب۔ ۵۶)

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر اے ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

پڑھ دے تو اس کو اور مقتدی کو چاہیئے کہ یہ کہے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لیکن اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ نہ کہے کیونکہ اس طرح کہنا ایک رکن ہے اور رکن کو جب اپنی جگہ یعنی تشہد سے منتقل کر دیا جائے تو بالاختلاف نماز باطل ہو جاتی ہے۔

نماز کے بعد درود شریف پڑھنا

ابو بکر بن مجاہد نے خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شبلیؒ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ حضرت شبلی کے ساتھ یہ معاملہ فرماتے ہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (وجہ یہ ہے) کہ یہ اپنی نماز کے بعد:

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۝ (التوبہ۔۱۲۸)

(اے لوگو) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں جنکو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں (یہ حالت تو سب کے ساتھ ہے پھر بالخصوص) ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق (اور) مہربان ہیں۔

پڑھتے ہیں اس کے بعد مجھ پر درود پڑھا کرتے ہیں۔

شفاعت گنہگاروں کے لئے ہوگی اور اہلِ مدینہ کی شفاعت ان کی بلاؤں اور آزمائشوں پر صبر کرنے کی وجہ سے ہوگی جیسے غزوات میں خصوصاً غزوۂ اُحد میں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ مدینہ پر گواہ بنیں گے اور باقیوں کے لئے شفیع بنیں گے۔ گواہی درجات بڑھانے اور اکرام و اعزاز کے لئے ہوگی اور شفاعت تو گنہگاروں کے لئے مخصوص ہوگی۔ بعضوں کے لئے دونوں ہوں گی مثلاً عرش الٰہی کے سایہ میں ہونا۔ نور کے ممبروں پر ہونا۔ وغیرہ۔

اذان کے بعد مؤذنوں نے جو بدعات نکالی ہیں ان کا بیان

اذان دینے والوں نے یہ بدعت گھڑلی ہے کہ وہ ظہر، عصر اور عشاء کی اذان کے بعد اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ پڑھنے لگے اور مغرب کی اذان کے بعد تنگیٔ وقت کی وجہ سے بالکل نہیں پڑھتے۔ اس بدعت کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ حاکم ابن العزیز قتل ہوا تو اس کی بہن نے اس کے چھ دن بعد حکم دیا کہ لوگ اس کے لڑکے شاہ ظاہر کو سلام کیا کریں، جس کی صورت یہ تھی اَلسَّلَامُ عَلَی الْاِمَامِ الظَّاہِرِ۔ اس کے بعد خلفاء پر بھی اسی طرح سلام پڑھا جانے لگا یہاں تک کہ سلطان الناصر صلاح الدین ابی المظفر یوسف بن ایوب الجوزی کے زمانۂ حکومت میں بہترین انداز میں اس کو باطل کر کے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر) صلوٰۃ وسلام اذان کے بعد پڑھنے کا حکم جاری کیا۔ اس زمانہ میں اس طرح بعد اذان صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں اختلاف ہوا۔ کچھ نے اس کے استحباب پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَافْعَلُوا الْخَیْرَ سے استدلال کیا لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ بدعت ہے۔ (ناقل کی معروض یہ ہے کہ اذان کے بعد کی دعا میں تو صلوٰۃ وسلام موجود ہے تو رواجی اور گڑھے ہوئے متعین الفاظ میں اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مستحب نہ ہوا۔ اذان کی دعا مکمل کرنے کے بعد جو صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ پڑھ لیا جاتا ہے وہ کفایت کرتا ہے)۔ اسی طرح تہجد کی اذان کے بعد "سُبْحَانَ اللّٰہِ" پڑھنے پر بھی اختلاف ہے۔

جمعہ کے دن اور رات میں درود پڑھنا

حدیث میں وارد ہے کہ یوں تو ہر حال میں درود کی کثرت پسندیدہ فعل ہے لیکن جمعہ کے دن رات میں درود کی کثرت مزید مستحب ہے مثلاً پڑھنے والے کو روزِ قیامت شفاعت ملے گی۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن دو سو مرتبہ درود شریف پڑھے اس کے دو سو سال کے (بقدر) گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی آیا ہے کہ جمعہ کے دن جو اسّی مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے اس کے اسّی سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں اسی طرح ۸۰ مرتبہ پڑھنے پر ۸۰ سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور یہ درود پڑھو اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَنَبِیِّکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب دعا شروع کریں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ نَبِيِّكَ وَ رَسُوْلِكَ اَفْضَلَ مَا صَلَّيْتَ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ اَجْمَعِيْنَ۔

(ترجمہ) اے اللہ رحمت نازل فرمایئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو آپ کے بندے آپ کے نبی اور آپ کے رسول ہیں اس سے افضل رحمت جس کو آپ نے اپنی تمام مخلوق میں سے کسی پر نازل فرمائی ہو الشفاء میں مروی ہے کہ دعا کی قبولیت کے لئے درود شریف کے بھی اوقات اور ارکان واضح ہیں مثلاً حضور قلب ہو، رقت ہو، مسکنت ہو، خشوع ہو اور دل کا اللہ جل شانہ سے تعلق ہو اور اسباب دنیا سے منقطعہ ہو پھر تو اس کی قبولیت کی پرواز حق سے ہے اس کا وقت سحری ہے اور اسباب قبولیت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف ہے۔

کان بجنے کے وقت درود شریف پڑھنا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تمہارے کان بجنے لگیں تو چاہیے کہ مجھ پر درود شریف پڑھا کرو۔ اسی طرح جب پاؤں سو جائے تو اپنے محبوب کا ذکر کرو یعنی درود شریف پڑھو۔

چھینکنے والے کا درود شریف پڑھنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص چھینک کے بعد کہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ مَا كَانَ مِنْ حَالٍ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ۔

تو ایک پرندہ کہتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَائِلِهَا۔ (ترجمہ) اے اللہ اس کے کہنے والے کی مغفرت فرما دیجئے۔

بعض لوگوں کے نزدیک چند موقعوں پر درود شریف پڑھنے کو مکروہ کہا گیا ہے ان میں سے چھینک کے وقت، تعجب کے وقت، ذبح کے وقت، جماع کے وقت وغیرہ۔

بھولنے والے کا درود شریف پڑھنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم

(۱۴) ’’غنیۃ الطالبین‘‘ میں تحریف

غنیۃ الطالبین کے تمام قلمی مخطوطوں اور شائع شدہ نسخوں میں نمازِ تراویح کے لئے ۲۰ رکعت کی صراحت ملتی ہے۔

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۸۳ھ) تحریر فرماتے ہیں:

’’اور تراویح کی بیس ۲۰ رکعتیں ہیں اور ہر دوسرے رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے، پس وہ پانچ ترویحہ ہیں۔ ہر چار کا نام ترویحہ ہے اور ہر دو رکعت کے بعد نیت کرے کہ میں دو رکعت تراویح کی نیت کرتا ہوں۔‘‘ (غنیۃ الطالبین، ص ۳۹۶ قادری کتب خانہ لاہور)

لیکن پاکستان کے نام نہاد توحید پرست غیر مقلد فرقے نے جب ’’غنیۃ الطالبین‘‘ کا نسخہ اپنے مکتبہ سے شائع کیا تو اُس میں نماز تراویح کے متعلق عبارت کو تحریف کر کے یوں شائع کیا ہے:

’’اور تراویح کی وتر سمیت گیارہ رکعتیں ہیں اور ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے۔‘‘ (غنیۃ الطالبین، ص ۵۹۱، مکتبہ سعودیہ، حدیث منزل، پاکستان)

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت رکھنے والے اگر یہ عبارت تحریف شدہ کتاب میں دیکھیں گے تو سوچیے وہ کس تذبذب میں پڑ جائیں گے؟

☆☆☆

وَيَكُوْنُ ابْتِدَاءُهَا فِي اللَّيْلَةِ الَّتِي يَغْمُرُ صَبَاحُهَا غُرَّةَ رَمَضَانَ لِأَنَّهَا لَيْلَةٌ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ وَلِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذٰلِكَ صَلَّاهَا وَيَكُوْنُ فِعْلُهَا بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَرْضِ وَبَعْدَ رَكْعَتَيْنِ سُنَّةً لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا صَلَّاهَا وَهِيَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً يَجْلِسُ عَقِبَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُسَلِّمُ فَهِيَ خَمْسُ تَرْوِيْحَاتٍ كُلُّ أَرْبَعَةٍ مِنْهَا تَرْوِيْحَةٌ وَيَنْوِيْ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ أُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ التَّرَاوِيْحِ الْمَسْنُوْنَةِ إِذَا كَانَ فَرْدًا أَوْ إِذَا كَانَ إِمَامًا أَوْ مَأْمُوْمًا وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَقْرَأَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى مِنْهَا فِيْ أَوَّلِ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ الْفَاتِحَةَ وَسُوْرَةَ الْعَلَقِ وَهِيَ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ لِأَنَّهَا أَوَّلُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ مِنَ الْقُرْاٰنِ عِنْدَ إِمَامِنَا أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَكَذٰلِكَ عِنْدَ جَمِيْعِ الْأَئِمَّةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ ثُمَّ يَسْجُدُ فِيْ آخِرِهَا ثُمَّ يَنْهَضُ فَيَبْتَدِئُ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَيُسْتَحَبُّ لَهُ قِرَاءَةُ الْخَتْمَةِ كَامِلَةً لِيَسْمَعَ النَّاسُ جَمِيْعَ الْقُرْاٰنِ فَيَقِفُوْا عَلٰى مَا فِيْهِ مِنَ الْأَوَامِرِ وَالنَّوَاهِيْ وَالْمَوَاعِظِ وَالزَّوَاجِرِ وَلَا يُسْتَحَبُّ الزِّيَادَةُ عَلٰى خَتْمَةٍ وَاحِدَةٍ وَلِئَلَّا يَشُقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمَأْمُوْمِيْنَ فَيَضْجَرُوْا وَتَلْحَقَهُمُ السَّآمَةُ فَيَكْرَهُوا الْجَمَاعَةَ وَيَتَخَلَّفُوْا بِهَا فَيَفُوْتَهُمْ أَجْرٌ عَظِيْمٌ وَثَوَابٌ جَزِيْلٌ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ بِسَبَبِ الْإِمَامِ فَيَعْظُمُ إِثْمُهُ فَيَكُوْنُ مِنَ الْآثِمِيْنَ وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مِثْلِ ذٰلِكَ لِمُعَاذٍ أَفَتَّانٌ أَنْتَ يَا مُعَاذُ وَذٰلِكَ لَمَّا صَلّٰى بِقَوْمٍ

اور ابتدا تراویح کی رمضان کی پہلی رات سے کرنا چاہیے کیونکہ وہ رات رمضان میں داخل ہے اور اس سبب سے کہ حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھی اسی طرح پڑھی اور تراویح کی نماز بعد فرض اور دو سنتوں کے ادا کرنے کے پڑھنی چاہیے اسواسطے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسی طرح پڑھی ہے اور تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے پس وہ پانچ ترویحے ہیں ہر چار کا نام ترویحہ ہے اور ہر دو رکعت کے بعد نیت کرے کہ میں دو رکعت تراویح کی نیت کرتا ہوں اگر تنہا پڑھے خواہ امام کے ساتھ پڑھے اور مستحب ہے کہ اول رات ماہ رمضان میں اول رکعت میں سورہ فاتحہ و سورہ علق پڑھے اور وہ اقرأ باسم ربک الذی ہے اسواسطے کہ پہلے امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اول سورہ قرآن ہے کہ نازل ہوئی اور سب اماموں کے نزدیک ایسا ہی ہے اور اس سورہ کے پڑھنے کے بعد سجدہ کرے اور پھر اٹھے اور سورہ بقرہ شروع کرے اور امام کو مستحب ہے کہ تمام قرآن پڑھے تاکہ سب لوگ قرآن کو سنیں اور قرآن میں جو کچھ امر و نواہی اور پند و نصائح و زجر و توبیخ ہیں وہاں خبیرہ کر رہے اور مستحب نہیں ہے کہ ایک ختم سے زیادہ پڑھے تاکہ سننے والوں کو دشوار ہو اور ان کو ملال و تنگی نہ حاصل ہو اور جماعت سے کراہت کریں۔ اور جماعت میں کھڑا ہونا ان کو ناگوار گذرے۔ اور ان کا اجر عظیم اور ثواب بزرگ فوت ہو جاوے اور اس کا باعث وہ حضرت امام صاحب ہوں پس ان کا گناہ بڑھے اور وہ گنہگاروں میں شامل ہو جاوے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسکے واسطے معاذ سے فرمایا آیا فتنہ اور بلا پیدا کرتا ہے تو اے معاذ اور یہ اس وقت فرمایا کہ معاذ نے ایک قوم کے ساتھ نماز ادا کی

مکتبہ تعمیرِ انسانیت کی مطبوعہ غنیۃ الطالبین سے ایک صفحہ کا عکس

وَسَلَّمَ كَذَٰلِكَ صَلَّاهَا وَيَكُونُ فِعْلُهَا بَعْدَ صَلَاةِ الْفَرْضِ وَبَعْدَ السُّنَّتَيْنِ بَعْدَهَا لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا صَلَّاهَا

رَكْعَةً إِحْدَى عَشَرَةَ مَعَ الْوِتْرِ ثَلَاثَةَ مَعَ الْوِتْرِ يَجْلِسُ عَقِبَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُسَلِّمُ وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَقْرَأَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنْهَا فِي أَوَّلِ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ الْفَاتِحَةَ وَسُورَةَ الْعَلَقِ وَهِيَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ لِأَنَّهَا أَوَّلُ سُورَةٍ نَزَلَتْ مِنَ الْقُرْآنِ عِنْدَ إِمَامِنَا أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَكَذَٰلِكَ عِنْدَ جَمِيعِ الْأَئِمَّةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ ثُمَّ يَسْجُدُ فِي آخِرِهَا ثُمَّ يَنْهَضُ فَيَبْدَأُ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ وَيُسْتَحَبُّ لَهُ قِرَاءَةُ الْخَتْمَةِ كَامِلَةً لِيَسْتَمِعَ النَّاسُ جَمِيعَ الْقُرْآنِ فَيَقِفُوا عَلَى مَا فِيهِ مِنَ الْأَوَامِرِ وَالنَّوَاهِي وَالْمَوَاعِظِ وَالزَّوَاجِرِ وَلَا يُسْتَحَبُّ الزِّيَادَةُ عَلَى خَتْمَةٍ وَاحِدَةٍ لِئَلَّا يَشُقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فَيَضْجَرُوا وَتَلْحَقُهُمُ السَّآمَةُ فَيَتْرُكُوا الْجَمَاعَةَ وَيَشْتَغِلُوا فَيَفُوتُهُمْ خَيْرٌ عَظِيمٌ وَثَوَابٌ جَزِيلٌ فَيَكُونُ ذٰلِكَ بِسَبَبِ الْإِمَامِ فَيَعْظُمُ إِثْمُهُ فَيَكُونُ مِنَ الْأَشْقِيَاءِ وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ لِمُعَاذٍ أَفَتَّانٌ أَنْتَ يَا مُعَاذُ وَذٰلِكَ لَمَّا صَلَّى بِقَوْمٍ وَطَوَّلَ فِي الْقِرَاءَةِ وَنَقَصَ مِنْ حُدُودِ الصَّلَاةِ فَانْفَرَدَ مِنْهُ شَخْصٌ فَشَكَاهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَجْعَلَ الْوِتْرَ فِي آخِرِ صَلَاةِ التَّرَاوِيحِ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَفِي الثَّانِيَةِ سُورَةَ الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ سُورَةَ الْإِخْلَاصِ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِذٰلِكَ كَانَ يُصَلِّي وَيُوتِرُ الشَّفْعَ

اور جیسے ستائیسویں رات آئی تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ کھڑے ہوئے اور اپنے اہل کو جمع کیا اور نماز ادا کی یہاں تک کہ ہم لوگوں سے فلاح فوت ہونے کا ڈر ہوا کہ فلاح کیا چیز ہے کہا کہ طعام سحری۔

فصل تراویح کے بیان میں مستحب ہے کہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھے اور قرآن ختم تمام پڑھے اس واسطے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح ان راتوں میں تراویح پڑھی اور ابتدا تراویح کی رمضان کی پہلی رات سے کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ رات رمضان میں داخل ہے اور اس سبب سے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح پڑھی اور تراویح کی نماز بعد فرض اور بعد دو سنتوں کے ادا کرنی کے پڑھنی چاہیے اس واسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح پڑھی ہے اور تراویح کی وتر سمیت گیارہ رکعتیں ہیں اور ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے اور مستحب ہے کہ اول رات ماہ رمضان میں اول رکعت میں سورہ فاتحہ و سورہ علق پڑھے اور وہ اقرأ باسم ربک الذی ہے اس واسطے کہ ہمارے امام احمد بن محمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اول سورہ قرآن ہے کہ نازل ہوئی اور سب اماموں کے نزدیک ایسا ہی ہے اور اس سورۃ کے پڑھنے کے بعد سجدہ کرے اور پھر اٹھے اور سورہ بقر شروع کرے اور امام کو مستحب ہے کہ تمام قرآن پڑھے تاکہ سب لوگ قرآن کو سنیں اور قرآن میں جو کچھ امر و نواہی اللہ پند و نصائح و زجر و توبیخ ہیں وہاں تفکر کریں اور مستحب نہیں ہے کہ ایک ختم سے زیادہ پڑھے تاکہ سننے والوں کو دشوار نہ ہو اور ملال و تنگی نہ حاصل ہو اور جماعت سے کراہت کریں اور جماعت میں کھڑا ہونا اُن کو ناگوار گذرے۔ اور ان کا اجر عظیم اور ثواب بزرگ فوت ہو جاوے اور اس کا وہ حضرت امام صاحب ہوں یعنی اُن کا گناہ ہو اور امام گنہگاروں میں شامل ہو جاوے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم

غیر مقلدین کے مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی کی مطبوعہ غنیۃ الطالبین کے ایک صفحہ کا عکس

(۱۵) کتاب القول الحسن فیما یستقبح وعمّا یسن میں تحریف

سید عبد الجلیل الطبطبائی (م ۱۲۷۰ھ) بصرہ کے ایک مشہور عالمِ دین اور شاعر تھے۔ آپ رسول کریم ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

وجعلته روح جثمان الوجود، وسببا لوجود کل موجود.

جس کا مفہوم ہے: ''(اللہ تعالیٰ نے) آپ ﷺ کی روح مبارک کو تمام موجودات کے وجود کا سبب بنایا۔'' (مخطوطہ القول الحسن فیما یستقبح و عمّا یسن، قاہرہ)

سید طبطبائی کے پوتے سید ابراہیم الطبطبائی وہابی فکر سے متاثر ہو گئے۔ انہوں نے جب اس مخطوطے کو شائع کیا تو رسول اللہ ﷺ کی شان میں کہی گئی مذکورہ بالا عبارت کو حذف کر دیا۔ (القول الحسن فیما یستقبح وعمّا یسن، ص۶۹، ناشر الداسات الاسلامیہ، کویت)

اس تحریف کی نشان دہی اُس وقت ہوئی جب مطبوعہ نسخے کا موازنہ مصر میں رکھے گئے اصل مخطوطے سے کیا گیا۔

قارئین کے لیے یہاں ہم دونوں نسخوں کا عکس پیش کر رہے ہیں۔

☆☆☆

القول الحسن فيما يستقبح وعمّا يسن

للعالم الجليل السيد عبد الجليل الطبطبائى

المتوفى عام ١٢٧٠هـ / ١٨٥٣م

دراسة وتحقيق

دكتور

محمد عبد الرزاق السيد إبراهيم الطبطبائى

عميد كلية الشريعة والدراسات الإسلامية

جامعة الكويت

ومن ثم قالوا : السنة كسفينة نوح ، واتباع السنة يدفع بهم البلاء عن أهل الأرض ، والسنة إنما سنها لما علم فى خلافها من الخلل ، والزلل ، والتعمق ، ولو لم يكن إلا أن الله سبحانه وملائكته وحملة عرشه يستغفرون لمن اتبعها لكفى [١] .

ولنحبس عنان القلم عن الجرى فى هذه الحلبة ، وإن كان البحث فى ما اختاره الله وأحبه ، خوفا من ملالة السامع ، والسآمة ، فإن نزول الرحمة بالغيث إذا طالت بنزوله الإقامة ، رفعت الأكف بالدعاء إلى الله فى كشف الغمامة .

واليوم ، وقفت همم أرباب العناية عن الامتداد إلى بلوغ منتهى الغاية ، فصار الاقتصاد أحرى بقبول الرواية لأهل الدراية

فنسألك اللهم ، يا من بيده ملكوت كل إحسان ، وتحت قهره ناصية كل بر وجود وامتنان ، أن تصلى وتسلم على عبدك ورسولك محمد ، الذى أبرزته درة صدفة كل إنسان ، وأن تتحفنا بفضلك [١٢ / ب] وعطفك بالهدى والاستقامة فى كل حال ، وأن تعصمنا من الزيغ والضلالة ، وأن تلبسنا من الأخذ بهديه أفخر حلة ، وأن تعصمنا من الزيغ والغواية ، والأهواء المضلة ، ولا تؤاخذنا – يا مولانا – بالغفلة والتفريط والتقصير ، فإننا وحقك لنعلم أن لا ملجأ إلا إليك ولا مصير ، فأنت مولانا لا سواك ، وأنت نعم المولى ونعم النصير .

Deleted from this place.

١- فيض القدير (٦/٤٠) .

ومن ثم قالوا السنة كسفينة نوح واتباع السنة يدفع البلاء عن
اهل الارض والسنة لما نسخها لما علم في خلا فيها من الخلل والزلل
والتعمق ولو لم يكن الا ان الله سبحانه وملائكته وحملة عرشه يستغفرون
لمن اتبعها لكفى ولنحبس عنان القلم عن الجري في هذه الحلبة وان
كان البحث في ما اختاره الله واجبه خوفا من ملالة السامع والسامه
فان نفعل الرحمة بالغيث اذا طالت بنزوله الاقامه رفعت الاكف
بالدعاء الى الله في كشف الغمامه واليوم وقفت همم ارباب العنايه
عن الامتداد الى بلوغ منتهى الغايه فصار الاقتصار احرى
الروايه لاهل الدرايه فنسالك اللهم يا من بيده ملكوت كل
وتحت قهره ناصيه كل ذي وجود وامتنان ان تصلي وتسلم على عبدك
ورسولك محمد الذي ابرزته درة صدفة كل انسان وجعلته روح
جثمان الوجود وسببا لوجود كل موجود وان تمتعنا بفضلك
وعطفك

(۱۶) کتاب اشدّ العذاب میں تحریف

دیو بندی مکتبۂ فکر کے مشہور مولوی مرتضٰی حسن چاند پوری دربھنگوی نے قادیانیت کے خلاف ایک کتاب ''اشد العذاب'' لکھی۔ اس میں مرزائیوں کا ایک قول نقل کیا کہ مولانا احمد رضا بریلوی اور اُن کے ہم خیال' علمائے دیو بند کو کافر کہتے ہیں تو کیا علمائے دیو بند کافر ہیں؟ اگر علمائے دیو بند کافر نہیں تو پھر مرزائی کیوں کافر ہیں؟

مولوی چاند پوری دیو بندی اس کے جواب میں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ پر اپنے دل کی بھڑاس نکال کر آخر میں مذہبی خودکشی کرتے ہوئے تسلیم کرتے ہیں کہ:

''اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیو بند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انھیں سمجھا تو خان صاحب پر اُن علمائے دیو بند کی تکفیر[۴۴] فرض تھی، اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے۔'' (اشدّ العذاب، ص۱۳، ناشر مجتبائی جدید، دہلی)

دیو بندی عالم کا یہ اعتراف خود ان کے گلے کی ہڈی بن گئی اور ان کے اس اعتراف شدہ عبارت کا مناظرے کے دوران اُن سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا۔ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ اس عبارت کو ہی اس کتاب سے غائب کر دیا جائے۔ چنانچہ کراچی کے دیو بندیوں نے کتاب ''اشدّ العذاب'' شائع کی تو اس عبارت کو بلکہ اصل کتاب کے ص۱۲ سے لے کر صفحہ ۱۵ تک سارے صفحات کو غائب کر دیا اور صفحہ ۱۲ کی آدھی عبارت کے بعد سیدھا صفحہ ۱۵ کی عبارت کو جوڑ دیا۔ (اشدّ العذاب، ص۱۴۔۱۵ ناشر مولانا محمد یوسف بنوری، مجلس تحفظِ ختمِ نبوت، کراچی) قارئین اصل کتاب اور تحریف شدہ کتاب کا عکس ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆☆
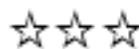
[۴۴] دیو بندی علما کی کفریہ عبارتوں کا تحقیقی جائزہ اور اس کا ردِ بلیغ کے لیے مطالعہ کریں ''حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین'' از امام احمد رضا خان بریلوی، ناشر رضا اکیڈمی، ممبئی

نہیں۔ اگر یہ نتیجہ صحیح ہے تو تمام دین و دنیا کا کام ہی تباہ اور برباد ہو جائیگا۔ کوئی حاکم کیسا ہی قابل اور خوش نیت ہو مگر اس سے فیصلہ میں کیا غلطی نہیں ہو سکتی، پولیس کے جسقدر چالان ہیں کیا سب صحیح ہوتے ہیں اور جسقدر چالان صحیح ہوں ان میں کیا ملزم کو سزا ہونی ضروری ہے، تو اب اس بنا پر تمام بدمعاش چور یہ کہکر رہا ہو جائینگے کہ بعض حکام غلطی کرتے ہیں بعض بدنیت ہوتے ہیں بعض چالان پولیس کے صحیح ہوتے ہیں بعض غلط۔ لہٰذا ہم بدمعاش مزے سے چوری بدمعاشی کریں اور ان کو کوئی سزا نہ دیجائے اور پولیس کا کوئی چالان قابل توجہ نہ ہے جسکو پولیس چور کہے اس کو نجیب و محدث اور ولی سمجھا جائے جیسے دنیا میں تمام امور کی جانچ ہوتی ہے اسی طرح فتووں کو بھی انکی اصول پر کسو اگر صحیح ہو تو مانو ورنہ غلط ہیں۔ یہ تو نہیں کہ کسی حاکم کی غلطی یا بدنیتی سے تمام دنیا کے علماء کے صحیح فتاوے بھی قابل قبول نہ رہیں۔ اگر ایسا ہو تو قیامت برپا ہو جائے نہ دین رہے نہ دنیا۔ کیا کوئی شخص مسیلمہ کذاب اور مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے امثال کو دیکھکر یہ کہدیگا کہ جو مدعی نبوت ہے وہ معاذ اللہ تمام ایسے ہی جھوٹے تھے سلسلہ نبوت ہی کو غلط بتا کر تمام دین سے سبکدوش ہو جائیگا۔ مسیلمہ اسود عنسی مرزا علی باب بہاء اللہ وغیرہ کے جھوٹے دعوے نبوت سے سچے مدعیان نبوت معاذ اللہ جھوٹے اور غیر قابل اعتبار تھوڑا ہی ہو سکتے ہیں۔ دنیا میں جھوٹ سچ دونوں ہی ہیں مگر جھوٹ جھوٹ ہے اور سچ سچ۔ غرض یہ عذر ایک ملحدانہ عذر ہے جسکو کوئی اہل انصاف بنظر التفات نہیں دیکھ سکتا۔ مرزا غلام احمد اور ان کے تمام مرید معتقد کافر مرتد اور ان کے عقائد باطلہ کو جانکر پھر ان میں سے کسی کے کفر و ارتداد میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ ان پر جو کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے وہ بالکل صحیح ہے انھیں توبہ کرنی چاہئے۔ **یہ غلط حیلے مفید نہیں۔**

یہ عذر کہ علماء ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں دیوبند والے بھی علماء بریلی کو کافر کہتے ہیں۔ سنو

مرزائی جب بہت تنگ اور عاجز ہوتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ آخر علماء دیوبند جو آج ہندوستان میں مرکز اسلام و مرکز حنفیت و مرکز قرآن و حدیث فقہ علوم عقلیہ و نقلیہ کا سرچشمہ ہیں انکو بھی تو مولوی احمد رضا خان صاحب اور ان کے ہم خیال کافر کہتے ہیں تو کیا علمائے دیوبند کافر ہیں۔ اگر وہ کافر نہیں تو پھر مرزائی کیوں کافر ہیں؟ اس کا جواب بھی خوب توجہ سے سن لینا چاہئے۔ علمائے دیوبند کی تکفیر اور مرزا صاحب اور مرزائیوں کی تکفیر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

بعض علمائے دیوبند کو خان بریلوی یہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں جانتے۔ جو بچے مجانین کے علم کو آپکے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم کی برابر کہتے ہیں شیطان کے علم کو آپکے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم سے زیادہ کہتے ہیں لہٰذا وہ کافر ہیں۔ تمام علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ خانصاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے جو ایسا کہے وہ کافر و مرتد

ملعون ہے لاؤ ہم بھی تمہارے فتوے پر دستخط کرتے ہیں بلکہ ایسے مرتدون کو جو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے یہ عقائد بیشک
کفریہ عقائد ہیں۔ مگر خانصاحب کا یہ فرمانا کہ بعض علمائے دیوبند ایسا اعتقاد رکھتے یا کہتے ہین یہ غلط ہو افترا ہی بہتان ہی،
جب ہم ان عقائد کو کفر اور ارتداد کہتے ہین تو ہم اسکے معتقد کیسے ہو سکتے ہیں، نہ یہ کلمات کفریہ ہم نے کہے، نہ ہمارے
بزرگون نے نہ ایسے مضامین خبیثہ ہمارے قلب میں آئے ہم تو ایسے شخص کو جسکا یہ اعتقاد ہو قطعی کافر جانتے ہیں اور یہ
وہ عبارات جن کی طرف ان مضامین خبیثہ کو منسوب کرتے ہیں انکا مطلب صاف ہی جو ان مضامین کے بالکل
مخالف ہے۔ اب یہ سوال کہ پھر خانصاحب نے ایسا کیون کیا اسکا جواب یہ ہی کہ وہ بھی تیرھوین صدی کے فرضی مجدد ہی
ہونے کے مدعی تھے۔

مشابہہ دار مجدد دونکا ہی حال ہوتا ہی مرزا صاحب نے تمام روئے زمین کے مسلمانونکو کافر کہا، خانصاحب نے اپنے
تمام مخالفونکو کافر کہا، ندوۃ العلما ہوا اُسمین جو شریک ہو جو اُسکا ممبر ہو جو کسی ندوی سے سلام کرے وغیرہ وغیرہ سب
کافر ہو ہابی وہ کافر، غیر مقلد وہ کافر، نیچری سب کافر، غرض جو انکا ہمخیال نہیں وہ کافر حتی کہ خود کافر، مرید کافر،
اُن کے پیر بھی کافر۔ کفر کی مشین گن ہی جو ہوئی مگر جنگ بلقان میں شریک نہوئے، تحریک خلافت مین شریک نہوگئے
بلکہ جو شریک ہو وہ کافر، اب میں زیادہ کچھ عرض نہیں کرتا۔ سمجھنے والے خود سمجھ لیں کہ عوام مسلمانون کی بہبودی کا ہوا
خانصاحب نے کفر سے دے ٹھہرایا ہی نہیں، مولوی عبد الباری صاحب اسکی ایک وجہ سے کافر اور جب مولوی ریاست
علیخانصاحب شاہجہانپوری سے گفتگو ہوئی تو دو چار وجہ بھی مشکوک سی ہی ہوگئیں داروغہ جہنم ہی جو ٹھیرے، اُنکے جسقدر
مرید ہین وہ اب جو کر رہے ہیں وہ معلوم ہے، غرض کوئی عجوبہ ہی اس پردہ زنگاری میں بڑے مجدد اور چھوٹے مجدد
ایک ہی تھیلی کے بٹے معلوم ہوتے ہیں کسی ایک ہی ابرو کے تیر کے شکار ہین دونون کی غرض یہی معلوم ہوتی ہی کہ دنیا
میں سوائے اُن کے اذناب کے کوئی مسلمان نہ ہو اور وہ جیسے مسلمان ہیں معلوم ہے، ان مضامین کی تشریح دیکھنی ہو تو ملاحظہ
ہو السحاب المدرار۔ توضیح اقوال الاخیار۔ تزکیۃ الخواطر عما الغی فی امنیۃ الاکابر۔ توضیح البیان فی
حفظ الایمان۔ قطع الوتین ممن تقول علی الصلحین۔ الختم علی لسان الخصم وغیرہ یہ سلسلہ تو بیان سے ضمنی آگیا تھا

اصل بات یہ عرض کرنی تھی کہ بریلوی تکفیر اور علمائے اسلام کا مرزا صاحب اور مرزائیون کو کافر کہنا اسمیں زمین
و آسمان کا فرق ہی اب پھر بھی اسکو منہ پر نہ لانا، اگر خانصاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی
تھے جیسا کہ انھون نے انھیں سمجھا تو خانصاحب پر اُن علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ انکو کافر نہ کہتے تو وہ
خود کافر ہو جاتے جیسے علمائے اسلام نے جب مرزا صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کر لئے اور وہ قطعاً ثابت ہوگئے تو

تو اب علمائے اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر و مرتد کہنا فرض ہوگیا اگر وہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں چاہے وہ لاہوری ہوں یا قدیانی وغیرہ وغیرہ تو وہ خود کافر ہوجائیں گے کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔

اب جیسے علمائے دیوبند کہتے ہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یعنی آخر الانبیاء نہ سمجھے کسی کو بھی منصب نبوت کا ملنا شرعاً جائز سمجھے وہ قطعاً کافر ہے۔ اگر بھی مرزا صاحب کے کہلوا دو اور وہ مر گئے تو خود کہہ دو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد کوئی نبی موجود نہیں ہوسکتا جو مدعی نبوت شرعیہ حقیقیہ ہو یا کسی کو نبی سمجھے وہ کافر ہے پھر ہم سے کہنا اگر تمہارے ساتھ ہیں کوئی آنکھ بھر کر تو تمہیں دیکھے، اس صورت میں مرزا جی تو ہاتھ سے جاتے ہیں مگر اسلام ملتا ہے مگر مرزا صاحب کو کافر کہنا ہوگا جیسے علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرے آپکے صلی اللہ علیہ وسلم علم سے علم شیطان لعین کو زیادہ کہے یا آپکے صلی اللہ علیہ وسلم علم کے برابر علم صبیان ومجانین وبہائم کو کہے وہ کافر ہے مرتد ہے ملعون ہے جہنمی ہے، فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم علم الخلق میں زیادہ کیا معنی آپ کے علم کے کوئی برابر بھی نہیں ہوسکتا بلکہ علم نبوی سے کسی کے علم کو نسبت ہی نہیں تم بھی کہہ دو کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرے انہیں گالیاں دے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تنقیص شان کرے ان سے مساوات کرے وہ کافر ہے مرتد ہے مرزا صاحب نے بیشک عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دیں اور انبیاء علیہم السلام کی توہین کی لہٰذا مرزا صاحب بیشک کافر مرتد ملعون جہنمی ہیں کہو اس کی ہمت ہے اگر نہیں تو پھر علمائے دیوبند سے تمہیں کیا واسطہ وہ پکے مسلمان تم پکے کافر مرتد۔ غضب تیرہ ہے جو وجوہ کفر تم پر عائد کئے جاتے ہیں تم ان کو کفر ہی نہیں جانتے تم تو انکو عین ایمان کہتے ہو، ختم نبوت کا انکار کرکے گفتگو کرتے ہو قرآن وحدیث سے بقائے نبوت کو ثابت کرتے ہو، مرزا مدعی نبوت کو مجدد۔ محدث۔ ولی۔ مسیح موعود کیا کیا مانتے ہو، مرزا صاحب سے جب کہا جاتا ہے کہ تم اپنے کو عیسیٰ علیہ السلام سے فضیلت دیتے ہو تو مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ بیشک اور میں کیا خدا نے اُسکے رسول نے مسیح موعود کو اسکے کارناموں کی وجہ سے مسیح ابن مریم سے افضل قرار دیا تو پھر یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یوں کہا جاتا ہے کہ تم اپنے کو ان سے افضل کیوں قرار دیتے ہو، جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم نے یہ کیا تو جواب ملتا ہے کہ ہاں کیا انبیا بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے پھر کوئی ایسا اعتراض نہیں جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر نہ ہوسکے، غرض جو الزام لگایا گیا اس سے انکار نہیں بلکہ اقرار کے ساتھ اس کو عین ایمان بتایا جاتا ہے۔ اب تو معلوم ہوگیا کہ علمائے دیوبند کی تکفیر میں اور مرزائیوں کی تکفیر میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ علمائے دیوبند جن امور کی بنا پر کافر بتائے جاتے ہیں وہ اُنسے بری ہیں انکو کفر خالص اعتقاد کہتے

ہیں اور مرزا صاحب اور مرزائی عقائد کفریہ یا اقوال کفریہ کو تسلیم کرتے ہیں انکا اقرار کرتے ہیں اُن کو عین ایمان سمجھتے ہیں اور جو کہیں کہیں تاویل کرتے ہیں تو وہ باطل، تاویل الکلام بمالا یرضیٰ بہ قائلہ ہے، ایک جگہ تاویل کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کا دوسرا کلام اُس کی تغلیط کرتا ہے بیچارے عاجز ہیں۔ مگر ایمان سے دشمنی ہے مرزا صاحب کو جھوٹا نہیں کہتے، اس غرض سے یہ رسالہ لکھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ مرزائیوں کو اس سے ہدایت اور مسلمانوں کو استقامت عنایت فرمائے، ابھی تک بفضلہ تعالےٰ مسلمان اس سے ناواقف نہیں ہیں کہ ان صریح کفریات کو بھی دیکھکر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو مسلمان ہی کہے جائیں۔

× ایک بات قابل ذکر ہے مرزائی دھوکہ دینے کی غرض سے وہ عبارات مرزا صاحب کی پیش کردیتے ہیں جنمیں ختم نبوت کا اقرار ہے عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم اور عظمتِ شان کا اقرار ہے، اُس کا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب ماں کے پیٹ سے کافر نہ تھے ایک مدت تک مسلمان تھے اور چونکہ دجّال تھے اس وجہ سے اُن کے کلام میں باطل کیساتھ حق بھی ہے تو پہلی عبارات مفید نہیں جبتک کوئی ایسی عبارت دکھادیں کہ میں نے جو فلاں معنی ختم نبوت کے غلط بیان کئے تھے وہ غلط ہیں صحیح معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد صلے اللہ علیہ وسلم کوئی نبی حقیقی نہوگا۔ یا عیسیٰ علیہ السلام کو جو فلاں جگہ گالیاں دیکر کافر ہوا تھا اُس سے توبہ کرکے مسلمان ہوتا ہوں ×۔ ورنہ ویسے تو مرزا صاحب اور تمام مرزائی الفاظ اسلام ہی کے بولتے ہیں اسی وجہ سے مسلمان دھوکہ میں آجاتے ہیں کہ یہ تو ختم نبوت کے بھی قائل ہیں عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم بھی کرتے ہیں قرآن کو بھی مانتے ہیں حشر اجساد پر بھی ایمان لاتے ہیں غرض تمام آمنت باللہ اور ایمان مجمل اور مفصل از بر ہے یہ مسلمان کیوں نہوں گے۔ مگر مسلمان تو یہ ان کے الفاظ ہیں لیکن معنے وہ نہیں جو قرآن وحدیث نے بتائے ہیں معنے ان کے وہ ہیں جو مرزا صاحب نے تصنیف کرکے کفر کی بنیاد ڈالی ہے۔ لہٰذا جو عبارات مرزا صاحب اور مرزائیوں کی لکھی جاتی ہیں۔ جب تک ان مضامین سے صاف توبہ نہ دکھائیں یا توبہ نکریں تو اُن کا کچھ اعتبار نہیں۔ مسلمانوں کی واقفیت کے لئے مرزا صاحب اور اُن کے اذناب کے چند اقوال لکھدئے ہیں، ورنہ تتبع کیجائے تو نہ معلوم اور کس قدر ایسے کفریات بھرے ہوں گے۔

جملہ اہل اسلام کی خدمت میں عرض ہے کہ اس عاجز و محتاج الی رحمت اللہ الغفار کے لئے اور جملہ اہل اسلام کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالے اسلام پر قائم رکھے اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین

عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے متعلق جو مرزائی جواب دیتے ہیں وہ تو اس رسالہ میں بفضلہ تعالیٰ پورے آگئے ہیں، رہا مسئلہ ختم نبوت و دعویٰ نبوت سو پنجابیوں کے لئے تو مرزا صاحب کی یہ عبارات ہی کافی ہیں کہ مرزا صاحب

وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ

اشد العذاب

علی

مسیلمۃ الفنجاب

یعنی

مرزا غلام احمد قادیانی کا

قادیانی دین کفر خالص

مناظر اسلام مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری

:- ناشر :-

مولانا سید محمد یوسف بنوری

:- امیر :-

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان (ملتان فون ۳۳۴۱)

ملنے کا پتہ :- حافظ محمد مسلم بن برکت اللہؒ عثمانی کمپاؤنڈ (بندر روڈ) کراچی

ٹھہراں گا یا اگر اس کا کہنے والا دہ شخص ہے جو ربیع ہی کو فاعل حقیقی جانتا ہے تو یہ کلمہ کفر اور
کافر۔ لیکن اگر اسی کلمے کو کوئی مسلمان کہے تو نہ کلمہ کفر نہ قائل کافر۔ ایک وقت میں کسی کلام پر
کفر کا دیا اور پھر قائل کو مسلمان ولی بزرگ کہا تو اُس کی وجہ علاوہ اور وجوہ کے کبھی یہ بھی
ہے اس کی تفصیل رسالہ دشمن ایمان مرزائی قادیانی میں ملاحظہ ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ نفس
پر چونکہ کفری تھا فتوےٰ کفر دیا قائل کا اضافہ ان کے دشمنوں نے کر لیا۔ مشہور یہ ہو گیا کہ فلاں بزرگ
فلاں عالم نے فلاں کام کی وجہ سے کافر کہہ دیا حالانکہ بیچارے عالم کو قائل کا پتہ بھی نہ تھا۔ قائل
حال جب معلوم ہوا تو آپ نے مسلمان بلکہ بزرگ اور ولی کہا کیونکہ ان کی مراد معنی کفری نہ تھے غرض
یہ کہہ دینا کہ علماء ہمیشہ سے فتوے کفر کے مشتاق ہیں۔ جب تک وہ فتاویٰ نقل نہ کیے جائیں حجت نہیں
ہو سکتا کوئی فتویٰ کسی مستند عالم کا نقل فرمایا جائے تو پھر معلوم ہو جائیگا کہ عجلت کی گئی یا ا
مسئلہ فروعی تھا یا اُصولی؟ اجتہادی، ظنی تھا یا قطعی یقینی؟ اگر علماء اس قدر احتیاط نہ کرتے تو آج
کفر و اسلام میں امتیاز باقی نہ رہتا جو ملحد جو چاہتا وہ کہتا اور کفر کو اسلام بنا دیتا۔ اور بزرگو
کے کلام کو پیش کر دیتا کہ فلاں نے یہ کہا فلاں نے یہ کہا، معنی ان کے کیا مراد تھے، کس حالت میں
کہا تھا اسے کون دیکھے۔ اللہ تعالیٰ علماء اسلام کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اسلام سے کفر کو
ملنے نہیں دیا۔ اُنکی احتیاط آج کام آ رہی ہے ورنہ جس کا جو جی چاہتا وہ کہتا۔

بعض علماء سے فتوےٰ میں غلطی یا عجلت بھی ممکن ہے۔

ہاں اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ممکن ہے کہ بعض
فتوے کفر کے غلط ہوں بعض فتوے کی بنیاد ہی دنیاوی غرض پر
ہو جس کے فتوے دینے والے علماء سُوء ہوں غرض دانستہ یا نادانستہ بعض فتووں کا غلط ہونا ممکن
ہے۔ مگر اس سے کوئی مرزائی یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ چونکہ بعض فتاویٰ کفر میں علمائے سے غلطی ہوئی
ہے۔ لہٰذا مرزائیوں یا دوسرے ملحدوں پر فتویٰ کفر قابل اعتبار نہیں اگر یہ نتیجہ صحیح ہے تو تمام
دین و دنیا کا کام ہی تباہ اور برباد ہو جائیگا، کوئی حاکم کیسا ہی قابل اور خوش نیت ہو۔ مگر
اس سے فیصلہ میں کیا غلطی نہیں ہو سکتی، پولیس کے جس قدر چالان ہیں کیا سب صحیح ہی ہوتے
ہیں اور جس قدر چالان صحیح ہوں ان میں کیا ملزم کو سزا ہونی ضروری ہے تو اب اس بناء
پر تمام بدمعاش چور یہ کہکر رہا ہو جائیں گے کہ بعض حکام غلطی کرتے ہیں، بعض بدنیت ہوتے ہیں

بعض چالان پولیس کے صحیح ہوتے ہیں۔ بعض غلط۔ لہٰذا چور، بدمعاش مزے سے چوری بدمعاشی
ان کو کوئی سزا نہ دی جائے اور پولیس کا کوئی چالان قابل توجہ نہ رہے جس کو پولیس چور کہے اس
مجدد، محدث اور ولی سمجھا جائے جیسے دنیا میں تمام امور کی جانچ ہوتی ہے اسی طرح فتووں کو
اُن کے اصول پر کسُو اگر صحیح ہوں تو مانو ورنہ غلط ہیں۔ یہ تو نہیں کہ کسی عالم کی غلطی پا
سے تمام دنیا کے علماء کے صحیح فتاوے بھی قابلِ قبول نہ رہیں۔ اگر ایسا ہو تو قیامت برپا ہو جا
نہ دین رہے نہ دنیا۔ کیا کوئی شخص مسیلمہ کذاب اور مرزا غلام احمد صاحب اور اُن کے مثال کو دیکھ
یہ کہہ سکیگا کہ جو مدعی نبوت ہے وہ معاذ اللہ العظیم ایسے ہی جھوٹے تھے سلسلۂ نبوت ہی کو غلط
تمام دین سے سبکدوش ہو جائیگا۔ مسیلمہ، اسود عنسی مرزا جی باب بہاء اللہ وغیرہ کے جھوٹے دعوے
نبوت سے سب مدعیانِ نبوت معاذ اللہ جھوٹے اور غیر قابلِ اعتبار تھوڑا ہی ہو سکتے ہیں۔ دنیا میں
جھوٹ سچ دونوں ہی ہیں مگر جھوٹ جھوٹ ہے سچ سچ ہے۔ غرض یہ عذر ایک بیہودہ عذر ہے
جس کو کوئی اہل انصاف بنظر التفات نہیں دیکھ سکتا۔ مرزا غلام احمد اور اُن کے تمام مرید حقیقۃً
کافر مرتد اور ان کے عقائد باطلہ کو جان کر پھر جو اُن میں سے کسی کے کفر و ارتداد میں شک
کرے وہ بھی کافر ہے، ان پر جو کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے وہ بالکل صحیح ہے انہیں توبہ کرنی چاہیے

یہ غلط حیلے مفید نہیں۔

Two pages deleted

ایک بات اور قابل ذکر ہے مرزائی دھوکہ دینے کی غرض سے وہ عبارات مرزا صاحب کی پیش
کر دیتے ہیں جن میں ختم نبوت کا اقرار ہے عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم اور عظمتِ شان کا اقرار ہے
اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب ماں کے پیٹ سے کافر نہ تھے، ایک مدت تک مسلمان
تھے، اور چونکہ دجال تھے اس وجہ سے اُن کے کلام میں باطل کے ساتھ حق بھی ہے۔ تو پہلی
عبارات مفید نہیں، جب تک کوئی ایسی عبارت نہ دکھائیں کہ میں نے جو فلاں معنی ختم نبوت
کے غلط بیان کئے تھے، وہ غلط ہیں صحیح معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی
حقیقی نہ ہوگا۔ یا عیسیٰ علیہ السلام کو جو فلاں جگہ گالیاں وغیرہ کا فرمودہ تھا اس سے توبہ کرکے
مسلمان ہوتا ہوں۔ ورنہ ویسے تو مرزا صاحب اور تمام مرزائی الفاظ اسلام ہی کے بولتے
ہیں اسی وجہ سے مسلمان دھوکہ میں آجاتے ہیں کہ یہ تو ختم نبوت کے بھی قائل ہیں۔

(۱۷) ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں تحریف

مولوی رشید احمد گنگوہی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''............ جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے، ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس گناہِ کبیرہ کے سبب سُنّت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔''

(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۳۴، مطبع فرید بک ڈپو، دہلی)

دیوبندی علماء اس بات کو سمجھانے میں ناکام تھے کہ کس طرح کوئی شخص صحابہ کرام کی توہین کر کے بھی اہلِ سُنّت و جماعت میں شامل رہ سکتا ہے۔ اپنے مولوی کی اس غلطی کو درست کرنے کا ان لوگوں نے ایک نایاب طریقہ ایجاد کیا۔ اور وہ یہ تھا کہ ''فتاویٰ رشیدیہ'' کی نئی اشاعت میں اس عبارت کو بدل ڈالا۔

فتاویٰ رشیدیہ متعدد حالیہ نسخوں میں یہ عبارت اب یوں پائی جاتی ہے:

''............ جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے، ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس گناہِ کبیرہ کے سبب سُنّت جماعت سے خارج ہوگا۔''

(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۲۸، ادارہ اسلامیات، لاہور)

قارئین غور کریں۔ اصل عبارت ''سُنّت و جماعت سے خارج **نہ** ہوگا'' کو تبدیل کر کے ''سُنّت و جماعت سے خارج ہوگا'' کر دیا گیا یعنی ''نہ'' کو حذف کر کے معنی بدل دیئے۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ ''نہ'' حذف کرنے پر سطر میں جو خلا ظاہر ہو گیا ہے، وہ اب بھی واضح طور پر نظر آتا ہے۔ ان توحید پرستوں سے یہ امید کی جاتی ہے کہ آئندہ کے کسی جدید ایڈیشن میں اس ''خلا'' کو بھی ''پُر'' کر دیں گے مگر کیا یہ تحریف و خیانت کے مجرم کل بروزِ حشر اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچ جائیں گے؟

☆☆☆

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمدی سنی ۱۳۰۰ حنفی
عبد المصطفیٰ احمد رضا خان

عرس میں شرکت

سوال: جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جاوے اور تقسیم شیرینی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہ

جواب: کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔

ہر سال عرس کرنا

سوال: جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا عرس گنج مراد آباد میں ہر سال تاریخ معینہ پر ہوتا ہے بذریعہ اشتہار تاریخ عرس تشہیر بھی کی جاتی ہے خاص مریدان سلسلہ کو بذریعہ خطوط اطلاع بھی دی جاتی ہے تاریخ معینہ پر لوگوں کا اجتماع ہو کر قرآن خوانی ہوتی ہے اور ایصال ثواب کیا جاتا ہے قوالی راگ سماع مزامیر و دیگر خرافات وغیرہ روشنی بھی نہیں ہوتی ہے امیدوار ہوں کہ جواب باصواب مرحمت فرماویں کہ میاں صاحب موصوف کے یہ عقائد بموجب شرع شریف جائز و درست ہیں یا باطل لغویات سے ہیں اگر ناجائز و نادرست نزد شارع علیہ السلام ہیں تو ایسے شخص اور ایسے عقیدہ رکھنے والے کی امامت درست ہے یا نہیں اور صحابہ پر طعن و مردود و ملعون کہنے والا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو علم الغیب جاننے والے باوجودیکہ قرآن و حدیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت کو علم غیب نہ تھا اور پھر واقف کار لوگوں کا سمجھانا اور میاں صاحب کا اصرار اپنے عقائد پر ان کو کس درجہ کا گنہگار بناتا ہے اور وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج ہووے گا یا نہیں ایسا عرس جس میں سب التزام ہو تاریخ تعین بھی ہو اجتماع بھی ہو پر قوالی راگ مزامیر سماع و ناجائز مجمع عورتوں کا نہ ہو جائز و درست ہے یا نہیں۔

جواب: عرس کا التزام کرے یا نہ کرے بدعت اور نادرست ہے تعین تاریخ سے قبروں پر اجتماع کرنا گناہ ہے خواہ اور لغویات ہوں یا نہ ہوں اور جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس گناہ کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔ از بندہ محمد یحییٰ السلام علیکم علم غیب کے متعلق دو تین رسالے میرے پاس موجود ہیں اور حضرت کی کتاب براہین قاطعہ میں یہ بحث اور بحث عرس وغیرہ خوب مدلل مذکور ہے والسلام۔

تالیفات رشیدیہ
مع
فتاوی رشیدیہ مکمل مبوب
فقیہ العصر قطب الارشاد
امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی قدس سرہ
کے فتاوی، رسائل اور تصانیف کا مجموعہ
ادارہ اسلامیات لاہور
فتاوی رشیدیہ مکمل مبوب
سبیل الرشاد
ہدایۃ الشیعہ
زبدۃ المناسک
فیصلۃ الاعلام فی دار الحرب دار الاسلام
لطائف رشیدیہ
ہدایۃ المعتدی فی قراءۃ المقتدی
القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ
الحق الصریح فی اثبات التراویح
فتوی مولد شریف
ردّ الطغیان فی
تعداد رکعات تراویح
اوثق العری فی تحقیق الجمعۃ فی القری
فتوی احتیاط الظہر

پہلی بار عکسی طباعت ——— محرم الحرام ۱۴۰۷ھ، ستمبر ۱۹۸۶ء

تصحیح شدہ جدید ایڈیشن بار دوم ——— ۱۴۱۲ھ، ۱۹۹۲ء

باہتمام ——— اشرف برادران سلمہم الرحمٰن

ناشر ——— ادارۂ اسلامیات۔ لاہور

مطبع ——— عرفان افضل پریس لاہور

قیمت ——— مجلد ڈائی دار

کتابت ——— مشتاق احمد جالندھری

ملنے کے پتے

ادارۂ اسلامیات

☆ ۱۹۰۔ انارکلی لاہور۔ پاکستان ۷۳۵۳۲۵۵۔۷۲۳۳۹۱

☆ ۱۳۔ دینانا تھ مینشن، مال روڈ، لاہور۔ فون: ۷۳۲۲۳۱۲
فیکس: ۹۲۔۴۲۔۷۳۲۲۷۸۵

☆ موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی۔ ۷۲۲۴۰۱۔۷۶۸

عرس میں شرکت

سوال:۔ جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے اور تقسیم شیرینی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں ہے۔

ہر سال عرس کرنا

سوال:۔ جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کا عرس گنج مراد آباد میں ہر سال تاریخ معینہ پر ہوتا ہے۔ بذریعہ اشتہار تاریخ عرس تشہیر بھی کی جاتی ہے خاص مریدانِ سلسلہ کو بذریعہ خطوط اطلاع بھی دی جاتی ہے۔ تاریخ معینہ پر لوگوں کا اجتماع ہو کر قرآن خوانی ہوتی ہے اور ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ قوالی راگ سماع مزامیر و دیگر خرافات وغیرہ روشنی بھی نہیں ہوتی ہے۔ امیدوار ہوں کہ جواب باصواب مرحمت فرمائیں کہ میاں صاحب موصوف کے یہ عقائد موجب شرع شریف جائز و درست ہیں یا باطل لغویات سے ہیں۔ اگر ناجائز و نادرست نزد شارع علیہ السلام ہیں تو ایسے شخص اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کی امامت درست ہے یا نہیں؟ اور صحابہ پر طعن و مردود و ملعون کہنے والا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب جاننے والے باوجودیکہ قرآن و حدیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ کو علم غیب نہ تھا اور ہر واقف کار لوگوں کا سمجھانا اور میاں صاحب کا اصرار اپنے عقائد پیران کو کس درجہ کا گنہگار بناتا ہے اور وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب سے سنت جماعت سے خارج ہووے گا یا نہیں؟ ایسا عرس جس میں سب التزام ہو تاریخ تعین بھی ہو اجتماع بھی ہو مگر قوالی راگ مزامیر سماع و ناجائز مجمع عورتوں کا نہ ہو جائز و درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ عرس کا التزام کرے یا نہ کرے بدعت اور نادرست ہے تعین تاریخ سے قبروں پر اجتماع کرنا گناہ ہے خواہ اور لغویات ہوں یا نہ ہوں اور جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس گناہ کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج ہوگا۔ از بندہ محمد یحییٰ

السلام علیکم علم غیب کے متعلق دو تین رسالے میرے پاس موجود ہیں اور حضرت کی کتاب براہین قاطعہ میں بحث اور بحث عرس وغیرہ خوب مدلل مذکور ہے۔ والسلام

عرس کا حکم

سوال:۔ اول زید پیری مریدی کا پیشہ کرتا تھا قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا۔ مرید لوگوں نے زید کو ایک جلیل القدر بزرگ سمجھ کر وقت دفن کرنے کے قبر میں ہر چہار طرف پتھر لگا کر دفن کیا اور پھر حسب دستور زمانۂ حال زید کی قبر کی چہار دیواری پختہ بنائی۔ دوم مرید لوگ زید کی سالانہ برسی کرتے ہیں یعنی ایک تاریخ مقرر کر کے کسی دوسرے بزرگ کی خانقاہ میں سب مرید جمع ہوتے ہیں وہاں پر خلیفہ زید کا مریدان حاضرین کو توجہ دیتا ہے اور نیز ظاہر کرتا ہے کہ زید اس وقت جلسۂ ہذا میں تشریف لائے بلکہ شریک جلسہ ہذا ہیں اور فلاں فلاں ارشاد فرماتے ہیں۔ شرعاً امورات مذکور الصدر درست ہیں یا خلاف اور جو کچھ امورات مذکورہ کا مرتکب ہو اس کا امام بنانا درست ہے یا نہیں اور وہ شخص کس درجہ میں ہے فتویٰ مفصل و مشرح ارقام فرمایا جائے۔

(۱۷) ''فضائلِ اعمال'' میں تحریف

تبلیغی جماعت کے معروف مولوی زکریا کاندھلوی (م۱۴۰۲ھ) اپنی کتاب ''فضائلِ اعمال'' (جس کا ابتدائی نام ''تبلیغی نصاب'' تھا بعد میں کسی مصلحت کی بنا پر فضائل اعمال کر دیا گیا) میں باب ''فضائلِ نماز'' میں ''آخری گزارش'' کے تحت لکھتے ہیں:

''...........لیکن نماز کا معظم ذکر ہے، قرأت قرآن ہے۔ یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں، ایسی ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہذیان اور بکواس ہوتی ہے...............'' (فضائلِ اعمال، باب فضائلِ نماز، ص۱۰۲)

اکثر لوگوں کے خیالات نماز میں منتشر ہو جاتے ہیں اور انہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ نماز میں کیا پڑھ گئے۔ علما اس پر متفق ہیں کہ قرآن اگر غفلت کی حالت میں پڑھا جائے تو وہ قرآن ہی ہوتا ہے۔

فضائلِ اعمال میں غفلت کی حالت میں نماز میں قرآن پڑھنے کو ہذیان اور بکواس کہا گیا ہے، اور یہ درست نہیں۔

اس عبارت کی وضاحت کے لیے دیوبندی مکتبۂ فکر کے ایک مدرسے میں ''فضائل اعمال'' کی یہ مکمل عبارت بھیجی گئی اور ان سے یہ فتویٰ طلب گیا کہ ایسی عبارت لکھنے والے کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ سوال بھیجتے وقت یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ یہ عبارت آپ ہی کی جماعت کے مولوی کی کتاب سے لی گئی ہے۔

مدرسہ خیر المجالس، بیرون گڑھ ملتان، پاکستان دیوبندی مکتبۂ فکر کا ایک مشہور مدرسہ یعنی دارالعلوم ہے۔ اس عبارت پر وہاں کے مفتیان نے فتویٰ دیتے ہوئے لکھا:

''الجواب: فتویٰ نمبر ۳۳/ ۱۴۸۔ مورخہ ۱۷۔۱۱۔۱۴۲۱ھ/۱۲/فروری ۲۰۰۱ء

خط کشیدہ الفاظ موہومِ توہین ہیں اس کے قائل پر علانیہ توبہ ضروری ہے جب تک توبہ

نہ کرے اسے مصلّی پر نہ کھڑا کیا جائے، مسلمانوں کو اس سے دور رہنا چاہیے۔فقط واللہ اعلم۔

الجواب الصحیح　　　　مہر دارالافتاء　　　　بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفی عنہ　جامعہ خیر المدارس، ملتان ۱۷-۱۱-۱۴۲۱ھ

اس فتوے کا عکس قارئین کے لیے اگلے صفحے پر پیش کیا جا رہا ہے۔

دیوبندیوں کو جب اس بات کا علم ہوا کہ یہ عبارت اُن کے پیشوا کی کتاب سے لی گئی ہے اور اب اس فتوے کی روشنی میں مولوی زکریا کاندھلوی گناہ گار ثابت ہو رہے ہیں۔تب ان دیوبندیوں نے ''فضائلِ اعمال'' کے نئے نسخے میں اس عبارت میں تحریف کر دی۔

تحریف شدہ عبارت کچھ اس طرح ہے:

''..........لیکن نماز کا معظم ذکر ہے، قرأت قرآن ہے۔یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں، ایسی ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہذیان ہوتی ہے..........'' (فضائلِ اعمال، بابِ فضائلِ نماز، ص ۳۸۳، کتب خانہ فیضی، لاہور)

قارئین غور کریں یہاں عبارت میں سے ''بکواس'' لفظ حذف کر دیا گیا ہے۔

دیوبندی اور تبلیغی علماء نے مصنف کی اجازت کے بغیر اس عبارت میں تحریف کر کے اپنی جہالت کو بھی واضح کر دیا کہ اصل عبارت میں تو الفاظ ''ہذیان اور بکواس ہوتی ہے'' تھے۔ اس فقرے میں لفظ 'بکواس' مونث ہے۔تحریف کرنے والے نے لفظ 'بکواس' تو کاٹ دیا مگر الفاظ ''ہوتی ہے'' رہنے دیئے، حالانکہ لفظ ''ہذیان'' مذکّر ہے، اس کے بعد ''ہوتا ہے'' آنا چاہیے تھا۔..... کسی نے شاید ٹھیک ہی کہا ہے کہ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔

کا یقین کرنے کے باوجود ان طاعات کی لذتوں کا انکار کریں۔ حالانکہ طاعات میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بھی قوت عطا ہوتی ہے۔ ہمارے اس تردد کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم ان لذتوں سے ناآشنا ہیں اور نابالغ بلوغ کی لذتوں سے ناواقف ہوتا ہی ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس لذت تک پہنچاویں تو زہے نصیب۔

آخری گذارش

صوفیاء نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہٗ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہمکلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت سے بھی ہو سکتی ہیں مثلاً زکوٰۃ ہے کہ اس کی حقیقت مال کا خرچ کرنا ہے یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گذرے گا، اسی طرح روزہ دن بھر کا بھوکا پیاسا رہنا صحبت کی لذت سے رُکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کی شدت اور تیزی پر اثر پڑے گا لیکن نماز کا معظم ذکر ہے قرأت قرآن ہے، یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں ایسی ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہذیان اور بکواس ہوتی ہے کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر ایسے اوقات میں جاری ہوجاتی ہے نہ اس میں کوئی مشقت ہوتی ہے نہ کوئی نفع اسی طرح چونکہ نماز کی عادت پڑ گئی ہے اس لیے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق بلا سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے جیسا کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ نہ سننے والا اس کو اپنے سے کلام سمجھتا ہے نہ اسکا کوئی فائدہ ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ شانہٗ بھی ایسی نماز کی طرف التفات اور توجہ نہیں فرماتے جو بلاارادہ کے ہو اسلیے نہایت اہم ہے کہ نماز اپنی وسعت و ہمت کے موافق پوری توجہ سے پڑھی جائے۔ لیکن یہ امر نہایت ضروری ہے کہ اگر یہ حالات اور کیفیات جو پچھلوں کی معلوم ہوئی ہیں حاصل نہ بھی ہوں تب بھی نماز جس حال سے بھی ممکن ہو ضرور پڑھی جائے، یہ بھی شیطان کا ایک سخت ترین مکر ہوتا ہے وہ یہ سمجھائے کہ بُری طرح پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی اچھا ہے، یہ غلط ہے نہ پڑھنے سے بُری طرح

کا پڑھنا بھی بہتر ہے۔ اس لیے کہ نہ پڑھنے کا جو عذاب ہے وہ نہایت ہی سخت ہے۔ حتیٰ کہ علماء کی ایک جماعت نے اس شخص کے کفر کا فتوی دیا ہے جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے جیسا کہ پہلے باب میں مفصل گذر چکا ہے البتہ اس کی کوشش ضرور ہونا چاہیے کہ نماز کا جو حق ہے اور اپنے اکابر اس کے مطابق پڑھ کر دکھا گئے ہیں حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے اس کی توفیق عطا فرمائیں اور عمر بھر میں کم از کم ایک ہی نماز ایسی ہو جائے جو پیش کرنے کے قابل ہو۔ اخیر میں اس امر پر تنبیہ بھی ضروری ہے کہ حضرات محدثین رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسع ہے اور معمولی ضعف قابلِ تسامح، باقی صوفیا کرام رحمہم اللہ کے واقعات تو تاریخی حیثیت رکھتے ہی ہیں اور ظاہر ہے کہ تاریخ کا درجہ حدیث کے درجہ سے کہیں کم ہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ. رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا، رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ. وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهِمْ وَحَمَلَةِ الدِّيْنِ الْمَتِيْنِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

زکریا عفی عنہ کاندھلوی

شب دوشنبہ ۷ محرم سنہ ۱۳۵۸ھ

(مطبوعہ تنویر پرنٹنگ پریس فیروز پور روڈ لاہور)

فضائلِ اعمال
قطب الاقطاب صاحب عزنی شیخ الحدیث
حضرت مولانا محمد زکریا صاحب
مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ و اعلی اللہ مراتبہ
کتب خانہ فیضی
لاہور - پاکستان

آخری گذارش

صوفیہ نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہٗ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہم کلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت سے بھی ہو سکتی ہیں مثلاً زکوٰۃ ہے کہ اس کی حقیقت مال کا خرچ کرنا ہے۔ یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گذرے گا۔ اسی طرح روزہ دن بھر کا بھوکا پیاسا رہنا۔ صحبت کی لذت سے رُکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں۔ غفلت سے بھی اگر متحقق ہوں تو نفس کی شدت اور تیزی پر اثر پڑے گا۔ لیکن نماز کا معظم حصہ ذکر ہے، قرأت قرآن ہے۔ یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں ایسی ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہذیان ہوتی ہے کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر ایسے اوقات میں جاری ہو جاتی ہے نہ اس میں کوئی مشقت ہوتی ہے نہ کوئی نفع۔ اسی طرح چونکہ نماز کی عادت پڑ گئی ہے اس لئے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق بلا سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے۔ جیسا کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ نہ سننے والا اس کو اپنے سے کلام سمجھتا ہے نہ اس کا کوئی فائدہ ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ شانہٗ بھی ایسی نماز کی طرف التفات اور توجہ نہیں فرماتے جو بلا ارادہ کے ہو۔ اس لئے نہایت اہم ہے کہ نماز اپنی وسعت وہمت کے موافق پوری توجہ سے پڑھی جائے۔ لیکن یہ امر نہایت ضروری ہے کہ اگر یہ حالات اور کیفیات جو پچھلوں کی معلوم ہوئی ہیں حاصل نہ بھی ہوں تب بھی نماز جس حال سے بھی ممکن ہو ضرور پڑھی جائے۔ یہ بھی شیطان کا ایک سخت ترین مکر ہوتا ہے وہ یہ سمجھائے کہ بُری طرح پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی اچھا ہے۔ یہ غلط ہے۔ نہ پڑھنے سے بُری طرح کا پڑھنا ہی بہتر ہے اس لئے کہ نہ پڑھنے کا جو عذاب ہے وہ نہایت ہی سخت ہے۔ حتیٰ کہ علماء کی ایک جماعت نے اس شخص کے کفر کا فتویٰ دیا ہے جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے۔ جیسا کہ پہلے باب میں مفصل گذر چکا ہے

البتہ اس کی کوشش ضرور ہونا چاہیے کہ نماز کا جو حق ہے اور اپنے اکابر اس کے مطابق پڑھ کر دکھا گئے ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے اس کی توفیق عطا فرمائیں اور عمر بھر میں کم از کم ایک ہی نماز ایسی ہو جائے جو پیش کرنے کے قابل ہو۔ اخیر میں اس امر پر تنبیہ بھی ضروری ہے کہ حضرات محدثین رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسع ہے اور معمولی ضعف قابل تسامح ہے۔ باقی صوفیہ کرام رحمہم اللہ کے واقعات تو تاریخی حیثیت رکھتے ہی ہیں اور ظاہر ہے کہ تاریخ کا درجہ حدیث کے درجہ سے کہیں کم ہے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا. رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ. وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ. وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِمْ وَحَمَلَةِ الدِّينِ الْمَتِينِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ.

محمد زکریا عفی عنہ کاندھلوی

شب دوشنبہ ۷ محرم سنہ ۱۳۵۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۶

جناب حضرت مولانا مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

گزارش ہے کہ ہمارے علاقہ کے مولوی
صاحب نے ایک تبلیغی سلسلہ شروع کیا ہے اس نے ایک
بات دریافت کی ہے جس سے علاقہ میں جھگڑا فساد کھڑے ہوئے ہیں آپ
درج ذیل عبارت ملاحظہ فرما کر شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں
مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہ کے ساتھ مناجات کرنا ہے
اور ہم کلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا نماز کے علاوہ اور
عبادتیں غفلت سے بھی ہو سکتی ہیں مثلاً زکوٰۃ ہے کہ اس کی حقیقت
مال کا خرچ کرنا ہے یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ
ہو تب بھی نفس کو شاق گزرے گا اسی طرح روزہ دن بھر کا بھوکا پیاسا رہنا
صحبت کی لذت سے رکنا کہ یہ سب چیزیں ہیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں
غفلت سے بھی متحقق ہوں تو نفس کی شدت اور تیزی کا ہر اثر پڑے گا لیکن نماز کا
معظم ذکر ہے، قرأت قرآن ہے، یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں
ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں ایسی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں
ہذیان اور بکواس ہوتی ہے کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر ایسے
اوقات میں جاری ہو جاتی ہے نہ اس میں کوئی منفعت ہوتی ہے نہ کوئی
نفع اسی طرح چونکہ نماز کی عادت پڑ گئی ہے اس لئے اگر توجہ نہ ہو
تو عادت کے موافق بلا سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں
گے جیسا کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی

(۱۸) ''امداد السلوک'' میں تحریف

دیو بندی مولوی رشید احمد گنگوہی نے کتاب ''امداد السلوک'' میں نبی کریم ﷺ کے سایہ نہ ہونے کو تواتر سے ثابت لکھا ہے:

''وبتواتر ثابت شد کہ آنحضرت ﷺ سایہ نداشتند وظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل مے دارند۔'' (امداد السلوک (فارسی)، مطبوعہ مراد آباد، یوپی، سن اشاعت ندارد، ص ۱۰۱)

ترجمہ: اور تواتر سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔

تواتر کی تعریف میں مولوی فضل اللہ حسام الدین شامزئی دیو بندی لکھتے ہیں:

''جس کو ایسا عدد کثیر روایت کرے کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا عقلاً محال ہو۔'' (تفہیم الراوی فی شرح تقریب النووی، مطبوعہ مکتبہ جامعہ فریدیہ، اسلام آباد، ص ۳۶۸)

لفظ تواتر کی تعریف سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کا سایہ نہ ہونا اتنے بزرگوں سے ثابت ہے جس کا انکار نہیں ہوسکتا۔ اپنے عقیدے کے خلاف یہ بات دیو بندیوں کو برداشت نہیں، اس لیے انہوں نے اپنے مطبوعہ نئے ترجمے میں میں لفظ ''تواتر'' کا معنیٰ ''شہرت'' کر دیا، یعنی تواتر سے ثابت نہیں بلکہ مشہور ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ چنانچہ کتاب ''امداد السلوک'' مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی کے شائع شدہ ترجمے میں دیو بندی مولوی عاشق الٰہی نے لکھا ہے کہ:

''اور شہرت سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کا سایہ نہ تھا۔''

(امداد السلوک، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ص ۱۵۸)

''شہرت'' کی تعریف میں دیوبندی مولوی خالد محمود لکھتے ہیں:

''جس کے راوی ابتداءِ سند سے لے کر آخر سند تک دو یا دو سے زیادہ ہوں لیکن تواتر کو نہ پہنچتے ہوں۔'' (آثار الحدیث، از مولوی ڈاکٹر خالد محمود، جلد دوم، ص ۱۳۵۔۱۳۶)

دیوبندیوں نے مولوی رشید احمد گنگوہی کی عبارت میں لفظ ''تواتر'' کا ترجمہ ''شہرت'' اس لیے کیا کہ حضور کی اس خصوصیت کو یہ کہہ کر مسترد کر دیں کہ یہ تواتر سے ثابت نہیں، اس لیے ہم پر حجت نہیں۔

☆☆☆

تزکیۂ نفوس اختیار است چنانچہ حق تعالیٰ صریح فرمود کہ البتہ فلاح یافت ہر کہ تزکیۂ نفس خود
کرد یعنی بشمشیر مجاہدہ و مخالفت اہوائے نفس آلائش و کدورات و اوصاف بتراشید و ہم دریافت
کہ نفس انسان بسبب سیر نورانی میگردد و ازینجاست کہ حق تعالیٰ در شان حبیب خود صلی اللہ
علیہ وسلم فرمود کہ البتہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین و مراد از نور ذات پاک
حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہست و نیز او تعالیٰ فرماید کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ترا شاہد و
مبشر و نذیر و داعی الی اللہ تعالیٰ و سراج منیر فرستادہ ایم و منیر روشن کنندہ و نور
دہندہ را گویند پس اگر کسی را روشن کردن از انسانان محال بودے آن ذات پاک
صلی اللہ علیہ وسلم را ہم این امر میسر نیامدے کہ آن ذات پاک ہم صلی اللہ علیہ وسلم از جملہ
اولاد آدم علیہ السلام اند گر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذات خود را چنان طہر فرمود کہ
نور خالص گشتند و حق تعالیٰ آنجناب صلی اللہ علیہ را نور فرمود و بتواتر ثابت شد کہ آنحضرت عالی
صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نداشتند و ظاہر ست کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل میدارند ہمچنین اتباع
خویش را چنان تزکیہ و تصفیہ بخشید کہ ہمانا نور گردیدند چنانچہ از حکایات کرامات وغیرہ ایشان
کتب پر ہستند و چنان شہرت دارند کہ حاجت نقل نیست و حق تعالیٰ ہم فرمود کہ ہر کہ با حبیبا
صلی اللہ علیہ وسلم ایمان آوردند نور ایشان بمین و پیش ایشان خواہد شتافت و جائے دیگر
ہم فرماید کہ یاد کن روزے را کہ نور مومنین راست و پیش ایشان خواہد شتافت و منافقین
گویند کہ باشید تا ما ہم از نور شما چیزے بگیریم و ازین ہر دو آیت صاف پیداست کہ بمتابعت
شریعت ایمان و نور حاصل میگردد و حضرت صلوٰۃ اللہ علیہ فرمود کہ حق تعالیٰ مرا از نور
خود پیدا فرمود و مومنین را از نور من پیدا فرمود و نیز فرمود کہ الٰہی در سمع و بصر و قلب من نور
گردان بلکہ فرمود کہ خود مرا نور کن پس اگر نفس انسان را مصفی بودن محال بودے آن فخر عالم
صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز این دعا نفرمودے چہ دعائے مستحیلات باتفاق ممنوع ست و گفتہ اند

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (قرآن)

ترجمہ: جو لوگ ہماری طرف آنیکی کوشش کرتے ہیں ہم انکی یقیناً رہنمائی کرتے ہیں

ارشاد الملوک

ترجمہ

امداد السلوک

مترجم: مولانا عاشق الٰہی صاحب (مولوی فاضل)

ناشر

مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم۔ اے جناح روڈ کراچی

کے لئے محال ہوتا تو ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ کمال حاصل نہ ہوتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نو اولاد آدم علیہ السلام ہی میں ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو اتنا مطہر بنا لیا کہ نور خالص بن گئے اور حق تعالیٰ نے آپ کو نور فرمایا اور شہرت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ تھا اور ظاہر ہے کہ نور کے علاوہ ہر جسم کے سایہ ضرور ہوتا ہے اسی طرح آپ نے اپنے متبعین کو اس قدر تزکیہ اور تصفیہ بخشا کہ وہ بھی نور بن گئے چنانچہ ان کی کرامات وغیرہ کی حکایات سے کتابیں پُر اور اتنی مشہور ہیں کہ نقل کی حاجت نہیں نیز حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "جو لوگ ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں ان کا نور انکے آگے اور داہنی جانب دوڑتا ہوگا اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ "یاد کرو اس دن کو جب کہ مومنین کا نور ان کے آگے اور داہنی طرف دوڑتا ہوگا اور منافقین کہیں گے کہ ذرا ٹھیر جاؤ تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ اخذ کریں" ان دونوں آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے ایمان اور نور دونوں حاصل ہوتے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "حق تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور مومنین کو میرے نور سے پیدا فرمایا" نیز آپ نے اس طرح دعا کی ہے کہ اے میرے اللہ میرے سمع اور بصر اور قلب کو نور بنادے بلکہ یوں عرض کیا کہ خود مجھ کو نور بنادے پس اگر انسان کے نفس کا روشن ہونا محال ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کبھی نہ کرتے کیونکہ محال بات کی دعا کرنا بالاتفاق ممنوع ہے کہ ابو الحسن نوری کو نوری اس لئے کہتے ہیں کہ بارہا ان سے نور دیکھا گیا تھا اور بہتیرے خواص و عوام صلحاء و شہداء کے قبرستانوں سے نور اٹھتا ہوا دیکھتے ہیں اور یہ نور ان کے نفس زاکیہ ہی کا نور ہے کہ جب نفس کا کام غالب ہو جاتا ہے تو اس کا نور بدن میں سرایت کر جاتا اور بدن کا مزاج و طبیعت بن جاتا ہے اس کے بعد اگر نفس بدن سے جدا بھی ہو جاتا ہے تب بھی وہ بدن نور کی آمد و رفت کا ایسا ہی منبع و منفذ بنا رہتا ہے جس طرح زندگی

لہ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ ۱۲ ۔ لہ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ ۱۲

(۱۹) ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب'' میں تحریف

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: ''حصن حصین کے تو خود خطبہ میں لکھا ہے اور قصیدہ بردہ کی وجہ یہ ہے کہ صاحب قصیدہ بردہ کو مرض فالج کا ہو گیا تھا۔ جب کوئی تدبیر موثر نہ ہوئی، یہ قصیدہ بقصد برکت تالیف کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔ آپ نے دستِ مبارک پھیر دیا اور فوراً شفا ہو گئی۔ (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب، ص۲، ناشر ورلڈ اسلامک پبلی کیشنز، دہلی)

امام جزری الشافعی (م ۸۳۳ھ) کی کتاب ''حصن حصین'' کی اس عبارت سے رسول اللہ ﷺ کا دافع البلاء (بلاؤں کو دور کرنے والا) ہونا ثابت ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ درودِ تاج میں حضور ﷺ کو دافع البلاء کہنے کی وجہ سے مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنی رسول دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے درودِ تاج پر اعتراض کیا تھا۔

نوٹ: اس مسئلے کی مزید تحقیق کے لیے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی کتاب الامن و العلیٰ کا مطالعہ کریں۔ عصر حاضر کے دیوبندی مولویوں نے ''نشر الطیب'' کا جو نیا نسخہ شائع کیا، اس میں مولوی اشرف علی تھانوی کی اس عبارت کو سرے سے حذف کر دیا۔ (نشر الطیب، ناشر دار الکتاب، دیوبند)

اسی کتاب میں باب ۲۱ کے تحت حضور ﷺ کی شان میں ایک طویل قصیدے کی ابتدا میں یہ اشعار پائے جاتے ہیں:

''دستگیری کیجیے میرے نبی — کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی''

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب، ص۱۹۴، ناشر ورلڈ اسلامک پبلی کیشنز، دہلی)

چونکہ اس شعر سے استمداد کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے، جو کہ دیوبندی مذہب میں شرک ہے، اسی لیے نئے نسخے کی اشاعت میں اس قصیدے کو حذف کر دیا۔

اکابرین اسلاف اہل سنت کی کتب میں تو یہ لوگ اپنے موقف کی حمایت میں اکثر و بیشتر تحریف کرتے ہی رہتے ہیں۔ مگر اب یہ لوگ خود اپنے وفات شدہ لوگوں کی تحریروں میں بھی وقتاً فوقتاً تحریف و خیانت کرنے لگے ہیں ان کے اس طرز عمل سے خود ان کا سن کی وضاحت کریں باطل اور باطل پرست ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

تقریر کی گئی کہ جو شرائط اس ذکرِ مبارک سے برکات حاصل کرنے کے اس احقر نے بعض
رسائل میں لکھے ہیں کوئی شخص اسی طرح ان حالات کو پڑھے مثلاً جمعہ میں نمازی جمع
ہو گئے انکو سنا دیا یا اپنے گھر کی مستورات کو بٹھلا لیا اور ان کو سنا دیا اسی طرح اور شرائط کی رعایت و
اہتمام رکھے تو ایسے موقع کیلئے ایسا رسالہ لکھ دیا جاوے حاصل تقریر ختم ہوا۔ ایسی تصریح کے بعد
بامید اسکے کہ یہ مجموعہ آلہ ہو جاویگا ازدیاد محبت برعایت طریق سنت کا لکھنا مصلحت معلوم
ہونے لگا اور اس کا مصلحت ہونا اس سے اور زیادہ ہو گیا کہ منجملہ خطوط مذکورہ کے
ایک میں یہ بھی استدعا ظاہر کی گئی کہ موقع موقع سے اس میں مناسب مواعظ ونصائح
بھی بڑھا دیئے جاویں سو اس طور پر اور زیادہ نفع کی توقع ہوتی پھر ان دونوں مصلحتوں
کے ساتھ ہی اس وجہ سے اور زیادہ آمادگی ہوئی کہ آج کل فتنِ ظاہری جیسے طاعون اور
عـــہ زلزلہ وگرانی وتشویشات مختلفہ کے حوادث سے عام لوگ اور فتن باطنی جیسے شیوع
بدعات والحاد وکثرتِ فسق وفجور سے خاص لوگ پریشان خاطر اور مشوش رہتے ہیں ایسے
آفات کے اوقات میں علماء امت ہمیشہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت
وتالیف روایات اور نظم مدائح ومعجزات، اور تکثیر سلام وصلوٰۃ سے توسل کرتے رہے
ہیں چنانچہ بخاری شریف کے ختم کا معمول اور حصن حصین کی تالیف اور قصیدہ کی تصنیف
کی وجہ مشہور ومعروف ہے میرے قلب پر بھی یہ بات وارد ہوئی کہ اس رسالہ میں حضور

عہ یا وعظ کے ساتھ یہ مضامین بیان کر دیئے ۱۲ منہ

عـــہ جیسا کہ اس رسالہ کے شروع کرنے سے پہلے پیہم زلزلے آچکے تھے ۱۲ منہ

عـــہ حسن حصین کے تو خود خطبہ میں لکھا ہے اور قصیدہ بردہ کی وجہ یہ ہے کہ صاحب قصیدہ کو مرض فالج کا ہو گیا تھا
جب کوئی تدبیر مؤثر نہ ہوئی یہ قصیدہ بقصد برکت تالیف کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف
ہوئے آپ نے دست مبارک پھیر دیا اور فوراً شفا ہو گئی ۱۲ منہ

لِمُؤَلِّفِہٖ

یہ اشعار مؤلف کے ہیں

یَا شَفِیْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِیَدِیْ ۔۔۔ اَنْتَ فِی الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمَدِیْ
دستگیری کیجئے میرے نبی ۔۔۔ کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی

لَیْسَ لِیْ مَلْجَأٌ سِوَاكَ اَغِثْ ۔۔۔ مَسَّنِی الضُّرُّ سَیِّدِیْ سَنَدِیْ
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ ۔۔۔ فوجِ کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی

غَشَّنِی الدَّهْرُ یَا ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ ۔۔۔ كُنْ مُغِیْثًا فَاَنْتَ لِیْ مَدَدِیْ
ابنِ عبداللہ زمانہ ہے خلاف ۔۔۔ اے مرے مولا خبر لیجے مری

لَیْسَ لِیْ طَاعَةٌ وَّلَا عَمَلٌ ۔۔۔ بَیْدَ حُبِّیْكَ فَهُوَ لِیْ عُدَدِیْ
کچھ عمل ہے اور نہ طاعت میرے پاس ۔۔۔ ہے مگر دل میں محبت آپ کی

یَا رَسُوْلَ الْاِلٰهِ بَابُكَ لِیْ ۔۔۔ مِنْ غَمَامِ الْغُمُوْمِ مُلْتَحَدِیْ
میں ہوں بس اور آپ کا در یا رسول ۔۔۔ ابرِ غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی

جُدْ بِلُقْیَاكَ فِی الْمَنَامِ وَكُنْ ۔۔۔ سَاتِرًا لِّلذُّنُوْبِ وَالْفَنَدِ
خواب میں چہرہ دکھا دیجے مجھے ۔۔۔ اور مرے عیبوں کو کر دیجے خفی

اَنْتَ عَافٍ اَبَرُّ خَلْقِ اللّٰهِ ۔۔۔ وَمُقِیْلُ الْعِثَارِ وَاللَّدَدِ
درگذر کرنا خطا و عیب سے ۔۔۔ سب سے بڑھ کر ہے یہ خصلت آپ کی

رَحْمَةٌ لِّلْعِبَادِ قَاطِبَةً ۔۔۔ بَلْ خُصُوْصًا لِّكُلِّ ذِیْ اَوَدِ
سب خلائق کیلئے رحمت ہیں آپ ۔۔۔ خاص کر جو ہیں گنہگار و غوی

تفصیلات

نام کتاب .... نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب

تالیف .... مولانا اشرف علی تھانویؒ

کمپیوٹر کتابت .... شاہد اختر قاسمی

یاسر ندیم کمپیوٹرس دیوبند

طباعت .... یاسر ندیم آفسیٹ پریس دیوبند

باہتمام .... واصف حسین مالکِ دار الکتاب

ناشر

دار الکتاب دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلی فصل

نور محمدیؐ کا بیان

پہلی روایت: عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی۔ آپؐ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے، نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا؛ بل کہ اپنے نور کے فیض سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم تھا، نہ بہشت تھی، نہ دوزخ تھی، نہ فرشتے نہ آسمان، نہ زمین، نہ سورج، نہ چاند، نہ جن، نہ انسان پھر جب اللہ تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا، تو اس نور کے چار حصے کیے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔

اس حدیث سے نور محمدیؐ کا اوّل الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا؛ کیوں کہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے اُن اشیاء کا نور محمدیؐ سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔

دوسری روایت: حضرت عرباض بن ساریہؓ سے ہے کہ نبی صلی اللہ نے فرمایا کہ بیشک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے۔ یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا۔ روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی اور حاکم نے۔

تیسری روایت: حضرت ابوہریرہؓ سے ہے کہ صحابہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ آپؐ کے لیے نبوت کس وقت ثابت ہو چکی تھی، آپؐ نے فرمایا کہ جس وقت میں کہ آدم علیہ السلام ہنوز روح اور جسد کے درمیان میں تھے۔ (یعنی اُن کے تن میں جان بھی نہ آئی تھی)

چوتھی روایت: شعبیؒ سے ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ آپؐ کب نبی بنائے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ: آدمؑ اُس وقت روح اور جسد کے درمیان میں تھے، جب کہ مجھ سے میثاق (عہد) نبوت کا لیا گیا۔ (کَمَا قَالَ تعالیٰ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ . الآیۃ)[1]

پانچویں روایت: احکام ابن القطان میں من جملہ ان روایات کے جو ابن مرزوق نے ذکر کی ہیں۔ حضرت علی بن الحسینؒ (یعنی امام زین العابدین) سے روایت ہے، وہ اپنے باپ حضرت امام حسینؓ اور وہ ان کے جدّ امجد یعنی حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔ اس عدد میں کم کی نفی ہے زیادتی کی نہیں۔

چھٹی روایت: ابن سہل قطان کی امالی کے ایک جزء میں سہل بن صالح

---

[1] اور جب کہ ہم نے تمام پیغمبروں سے ان کا اقرار لیا اور آپؐ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے بھی اور (عہد بھی) ایسا ویسا نہیں، بل کہ ہم نے ان سے خوب پختہ عہد لیا۔

(۲۰) ’’صراطِ مستقیم‘‘ میں تحریف

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

’’جناب رسالت مآب باشند بچندین مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاؤ خر خوداست که خیال آن با تعظیم و اجلال بسویدای دل انسان مے چسپد بخلاف خیال گاؤ و خر که نه آنقدر چسپیدگی می بود و نه تعظیم بلکه مہان و محقر می بود و این تعظیم و اجلال غیر که در نماز ملحوظ و مقصود میشود بشرک میکشد بالجملہ منظور بیان تفاوت مراتب وساوس است۔‘‘

(صراطِ مستقیم (فارسی)، ص ۸۶، سن اشاعت ۱۳۰۸ھ، ناشر در مجتبائی، دہلی)

مذکورہ عبارت کا ترجمہ دیوبندی مکتبہ فکر کے مولوی محمد اکرم نے یوں کیا ہے:

’’جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے کیوں کہ شیخ کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے ......‘‘

(صراطِ مستقیم، ص ۱۶۹، اسلامی اکیڈمی، اردو بازار، لاہور، پاکستان)

اس عبارت میں ’’زیادہ‘‘ لفظ کے استعمال سے مترجم نے رسول اللہ ﷺ کے خیال کا موازنہ گائے بیل کے تصور سے کیا ہے۔ حالیہ برسوں میں ایک دوسرے دیوبندی ناشر نے اس عبارت کا ترجمہ یوں شائع کیا ہے:

’’جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے۔‘‘ (صراطِ مستقیم، ص ۱۶۷، ناشر مکتبہ تھانوی، دیوبند)

غور کریں اس ترجمے میں ’’زیادہ‘‘ لفظ موجود نہیں ہے۔

نوٹ: امام فضلِ حق خیر آبادی چشتی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۷۷ھ نے **تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ** (مطبوعہ المجمع الاسلامی، مبارک پور، یوپی) اس عبارت کی بنیاد پر میں سترہ ۱۷ دیگر علمائے کرام کے ساتھ اسماعیل دہلوی پر کفر کا فتویٰ صادر کیا ہے۔

والله یهدی من یشاء الی
صراط مستقیم
در مطبع مجتبائی واقع دهلی طبع شد ۱۳۰۸

مخل نمی شد بلکه اینهم منجمله مکملات نماز میگردید زیرا که آن تدبیر از جملهٔ الهامات حضرت حق در دل ایشان بوده بخلاف کسیکه
خود متوجه بتدبیر امری از امور دنیویه یا دینیه شود هر چند که از مقام منکشف میشود و میداند آری بمقتضای ظلمات
بعضها فوق بعض از وسوسه زنا خیال مجامعت زوجه خود بهتر است و صرف همت بسوی شیخ و امثال
آن از معظمین گو جناب رسالتمآب باشند بچندین مرتبه بدتر از استغراق در صورت گاو و خر خود است که خیال آن
با تعظیم و اجلال بسویدای دل انسان می چسپد بخلاف خیال گاو و خر که نه آنقدر چسپیدگی می بود و نه تعظیم بلکه مهان و محقر
می بود و این تعظیم و اجلال غیر که در نماز ملحوظ و مقصود میشود بشرک میکشد بالجمله منظور بیان تفاوت مراتب وساوس
است انسان را باید که آگاه شود بهیچ عائق از قصد حضوری حق منجم و بس یا نگرود و غرض درین مقام علاج این مخل
است بر وضعیکه فهم هر کس تا آن رسد پس اگر وسوسه از قبیل قبیح ترین وساوس بود پس خود بالتجای تمام دعا کند
هر چند هر چیز منوط بفضل الهی است لیکن بعض چیزها اسباب ظاهری چندان دخل ندارد و حصول آن مربوط بفضل
الهی است و لیس از همین قبیل است دفع این وساوس بخدمت شیخ خود عرض نماید زیرا که مرشد از وی و داناتر این کار است
بتدبیری مفید تر شاید آگاه سازد و دعا خواهد کرد و اگر وسوسه از طرف نفس یا از طرف شیطان سوای وسوسه
مذکور است پس علاجش آن است که اگر مثلا در فرض ظهر پیش آمده بعد از فراغ از فرض و سنت در خلوت و تنهائی بجد
چندانکه وسوسه نگذرد شانزده رکعت بخواند اگر در تمام رکعات خیالات ممتد مانده بود و اگر در تمام رکعات خیالات
نمانده و بعض حضور و خالی از خیالات گذرانیده و بعض آن ملوث بآلودگی خیالات گشته پس مقابل هر رکعات
که در آن وسوسه شده چهار رکعت مقرر نموده بحساب آن بگزارد و تدارک نماز عصر بعد مغرب کند و تدارک مغرب بعد
آن علی هذا القیاس عشاء و تدارک فجر بعد طلوع آفتاب کند تا نفل نامشروع نشود و چون این کار بر نفس شاق است
البته از آن باز خواهد آمد و خود را باز خواهد داشت چونکه نفس هم کار سی بقابو آید شکر الهی بسیار بجا آرد و مدارات نفس
مکافات آن بترفیه و آرام دادن و خواهش او بموجب شرع بوی رسانیدن بعمل آرد و اگر تهجد از ملتزم آن بسبب
تسویل نفسانی یا شیطانی قضا شود صباح آن روزه دارد و اگر در روزه مخلی از مخلات شرعیه نفس و شیطان بدو
کار آرند تنبیه آن بشب بیداری هر شبی که بآن روزه پیوسته است نماید و شیطان چون از اثر خود مایوس میشود
نفس را شریک خود میسازد تا بدعای در آید در تنبیه تادیب نفس خود و نفس و شیطان هر دو از شرارت باز می مانند بلکه

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صراطِ مستقیم

سید احمد شہیدؒ

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

ترجمہ

مولانا محمد اکرم بی اے، ایم اے

اسلامی اکیڈمی

۴۰۔ اردو بازار لاہور

آگیا ہے۔ ہاں حاجتوں کی وہ دعائیں جو بکمال نمازی سے مطلق بے نیاز کی ذات میں حاجت روائی کے منحصر ہونے کے اعتقاد کے باعث عین نماز میں صادر ہوتی ہیں اسی قبیل سے ہیں یعنی نماز کے لیے کمال ہے گو وہ قلیل حاجتیں معاش ہی کے متعلق کیوں نہ ہوں اور اپنی حاجتوں کے بارے میں نفس کے ساتھ مشورے کرنا قبیح وسوسوں اور نماز کے نقصان میں سے ہے اور جو کچھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نماز میں سامان لشکر کی تدبیر کیا کرتے تھے سو اس قصہ سے مغرور ہو کر اپنی نماز کو تباہ نہ کرنا چاہیئے۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ٭ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

حضرت خضر علیہ السلام کے لیئے تو کشتی کے توڑنے اور بے گناہ بچے کے مار ڈالنے میں بڑا ثواب تھا اور دوسروں کے لیئے نہایت درجہ کا گناہ ہے جناب فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ درجہ تھا کہ لشکر کی تیاری آپ کی نماز میں خلل انداز نہ ہوتی تھی بلکہ وہ بھی نماز کے کامل کرنے والوں میں سے ہو جاتی تھی۔ اس لیے کہ وہ تدبیر اللہ جل شانہ کے الہامات میں سے آپ کے دل میں ڈالی جاتی تھی اور جو شخص خود کسی امر کی تدبیر کی طرف متوجہ ہو (خواہ وہ امر دینی ہو یا دنیاوی) بالکل اس کے برخلاف ہے اور جس شخص پر یہ مقام کھل جاتا ہے وہ جانتا ہے۔ ہاں بمقتضائے ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا انہی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے کیوں کہ شیخ کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر　　گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

حضرت خضر علیہ السلام کے لئے تو کشتی کے توڑنے اور بے گناہ بچے کے مار ڈالنے میں بڑا ثواب تھا اور دوسروں کیلئے نہایت درجہ کا گناہ ہے جناب فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ درجہ تھا کہ لشکر کی تیاری آپ کی نماز میں خلل انداز نہ ہوتی تھی بلکہ وہ بھی نماز کے کامل کرنے والوں میں سے ہو جاتی تھی اس لئے کہ وہ تدبیر اللہ جل شانہ کے الہامات میں سے آپ کے دل میں ڈالی جاتی تھی اور جو شخص خود کسی امر کی تدبیر کی طرف متوجہ ہو خواہ وہ امر دینی ہو یا دنیاوی بالکل اس کے برخلاف ہے اور جس شخص پر یہ مقام کھل جاتا ہے وہ جانتا ہے ہاں بمقتضائے ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ زنا کے وسوسے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے۔ کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے حاصل کلام اس جگہ وسوسوں کے مرتبوں کے تفاوت کا بیان کرنا مقصود ہے انسان کو چاہیئے کہ آگاہی حاصل کر کے کسی مانع کے ساتھ اللہ عزوجل کے حضور سے نہ رکے اور پیچھے نہ ہٹے اور اس موقعہ پر اس خلل کا علاج اس طرح سے بیان کرنا مقصود ہے کہ ہر کس و ناکس اس کو سمجھ سکے پس اگر وسوسہ بدترین وساوس سے ہو تو نہایت ہی التجا کے ساتھ دعا کرے اگرچہ ساری چیزوں کے حاصل ہونے کا مدار اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے لیکن بعض چیزوں میں ظاہری اسباب کو کسی قدر مداخلت

(۲۱) ''تقویۃ الایمان'' میں تحریف

مولوی اسماعیل دہلوی برصغیر میں وہابی فرقے کے بانی ہیں۔ جب انہوں نے وہابی فکر اورنظریات کی تبلیغ و اشاعت شروع کی تو اس وقت کے علمائے اہلِ سُنّت نے ان کا زبردست ردّ کیا، جن میں امام فضلِ حق خیرآبادی چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فضلِ رسول بدایونی قادری رحمۃ اللہ علیہ صفِ اوّل میں تھے۔

نوٹ: (۱) علامہ فضلِ حق خیرآبادی کی سوانح عمری کے لیے مطالعہ کریں: علامہ فضلِ حق خیرآبادی اور انقلاب ۱۸۵۷ء از علامہ یٰسین اختر مصباحی، ناشر دارالقلم دہلی

(۲) علامہ فضلِ رسول بدایونی کی سوانح عمری کے لیے مطالعہ کریں: تذکرۂ فضلِ رسول، ناشر تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں

(الف) مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

''اللہ صاحب نے فرمایا........''

(تقویۃ الایمان، ص۶۴، ناشر بلال بک ڈپو، اعظم گڑھ، یوپی)

چونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ''صاحب'' لفظ استعمال کرنا خلافِ ادب ہے۔ اس لیے تقویۃ الایمان کے نئے نسخے میں اس عبارت کو بدل کر ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' کر دیا گیا۔

(تقویۃ الایمان، ص۶۸، ناشر دارالمعارف ممبئی، سن اشاعت ۱۹۹۸ء)

مولوی رشید احمد گنگوہی کو ایک سوال بھیجا گیا، جس میں سائل لکھتا ہے: ''تذکرۃ الاخوان میں لکھا ہے کہ اللہ صاحب.....'' (فتاویٰ رشیدیہ، ص۸۶، ناشر فرید بک ڈپو، دہلی)

واضح ہو ''تذکرۃ الاخوان'' اسماعیل دہلوی کی ایک دیگر تصنیف ہے، اور اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ اسماعیل دہلوی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ''اللہ صاحب'' کا استعمال کیا

کرتے تھے۔دیوبندی ناشر نے"تقویۃ الایمان میں"اللہ صاحب"کو بدل کر"اللہ تعالیٰ" کردیا اور اسماعیل دہلوی کی اللہ تعالیٰ کے حق میں بے ادبی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔لیکن ناشر بھول گیا کہ فتاویٰ رشیدیہ کی مذکورہ بالا عبارت سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ اسماعیل دہلوی اپنی تحریر میں ہمیشہ"اللہ صاحب"ہی کا استعمال کرتے تھے۔

(ب)مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

"(اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا): یعنی مَیں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں۔" (تقویۃ الایمان،ص۸۱،ناشر بیت القرآن،لاہور)

چونکہ اس عبارت سے اسماعیل دہلوی کی بدعقیدگی، بے وقوفی اور حدیث کی من مانی تاویل ثابت ہوتی ہے۔ اسی لیے ان اغلاط کو چھپانے کے لیے دیوبندیوں نے"تقویۃ الایمان"کے نئے نسخے میں اس عبارت میں تحریف کردی۔

تقویۃ الایمان کے نئے نسخے میں یہ عبارت اس طرح ملتی ہے:

"یعنی ایک نہ ایک دن مَیں بھی فوت ہوکر آغوشِ لحد میں جاسوؤں گا۔"(تقویۃ الایمان،ص۷۸،ناشر دارالکتاب،دیوبند)

حالانکہ دیوبندیوں وہابیوں کا مشن ہی عظمتِ رسالت میں کمی اور شانِ رسالت میں تنقیص ہے اور اس طرح کی عبارات سے اُن کا سارا لٹریچر بھرا پڑا ہے لیکن علمائے اہلِ سُنّت نے جب جب اُن کی گرفت کی، انہوں نے اپنے فاسد عقیدے سے توبہ و رجوع تو نہیں کیا، مگر منافقانہ طور پر گستاخانہ عبارات کو نرم کردیا۔دل سے وہ اب بھی رسول کریم ﷺ کی تعظیم کے قائل نہیں جبکہ تحریروں میں عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے بظاہر علمائے اہلِ سُنّت کی گرفت کی وجہ سے احتیاط برتی جانے لگی ہے۔جس کا مظاہرہ تمام متنازعہ کتب کے سابقہ اور نئے ایڈیشن کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے۔اور یہی ان کی منافقت ان کے باطل ہونے کی واضح دلیل ہے۔

اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اِنَّ اللّٰہ تَعالٰی قَدْ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تاکُلَ اَجْسادَ الْاَنْبِیاءِ"۔

(مسند امام احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ وغیرہ)

ترجمہ: اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیا کے اجسام کو نقصان پہنچائے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

"الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔

(مسند بزار، مسند ابی یعلیٰ، کامل فی الضعفاء، مجمع الزوائد، سلسلہ احادیث الصحیحہ از البانی، حدیث نمبر ۶۲۱)

ترجمہ: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا یہ عقیدہ تھا کہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں جسم کے ساتھ حیات ہیں۔ لیکن اسماعیل دہلوی کے عقیدے کے مطابق انبیاء مر کر مٹی میں مل جاتے ہیں!!!

نوٹ: حیات الانبیاء کے موضوع پر راقم الحروف کی انگریزی کتاب "Prophets are Alive" کا مطالعہ کریں۔

تقویۃ الایمان کے اس مذکورہ بالا عبارت میں تحریف کے علاوہ اور بھی بہت ساری عبارتوں میں بھی تحریف کر دی گئی ہے۔ قارئین ملاحظہ کریں اس موضوع پر ایک مفصل کتاب بنام "تقویۃ الایمان میں تحریف کیوں؟" مصنف مولانا محمد علی رضا قادری، ناشر دار السنیہ ممبئی۔

نوٹ: مذکورہ بالا کتاب فلاح ریسرچ فاؤنڈیشن سے دوبارہ شائع ہونے جا رہی ہے۔

☆☆☆

تقویۃ الایمان

معہ

تذکیر الاخوان

مؤلفہ

علامہ شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ

نصیحۃ المسلمین

مؤلفہ: مولانا خرم علی بلہوریؒ

ناشر
بیت القرآن
۲۰ نیمک پلازہ، الکریم مارکیٹ
اردو بازار لاہور

أَخْرَجَ أَبُو دَاوُدَ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أَتَيْتُ الْحِيرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَقُلْتُ لَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ أَنْ يُسْجَدَ لَهُ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي أَتَيْتُ الْحِيرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَأَنْتَ أَحَقُّ بِأَنْ نَسْجُدَ لَكَ فَقَالَ لِي أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِي أَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهُ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوا۔

ترجمہ: مشکوٰۃ کے باب عشرۃ النساء میں لکھا ہے کہ ابوداؤدؒ نے ذکر کیا کہ قیس بن سعدؓ نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے سو دیکھا میں نے وہاں کے لوگوں کو سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا ﷺ زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیجئے ان کو پھر آیا میں پیغمبر خدا ﷺ کے پاس پھر کہا میں نے کہ گیا تھا میں حیرہ میں سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو سجدہ کرتے ہیں اپنے راجہ کو سو تم بہت لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو سو فرمایا مجھ کو بھلا خیال تو کر جو تو گذرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو کہا میں نے نہیں فرمایا تو مت کرو۔

ف: یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں[1] تو کب سجدے کے لائق ہوں سجدہ تو اسی پاک ذات کو ہے کہ نہ کبھی مرے نہ کبھی گم ہووے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ نہ کسی زندے کو کیجئے نہ کسی مردہ کو نہ کسی قبر کو کیجئے نہ کسی تھان کو کیونکہ جو زندہ ہے سو ایک دن مرنے والا ہے اور جو مر گیا سو بھی زندہ تھا اور بشریت کی قید میں گرفتار پھر مر کر کچھ خدا نہیں بن گیا ہے بندہ ہی ہے۔

---

[1] آپ ﷺ کا روضہ مبارک مدینہ منورہ میں ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" "ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے" "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ" "تمام روئے زمین کے جاندار فنا ہونے والے ہیں" "أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ" الخ کیا اگر یہ نبی مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں الخ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

علامہ شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ
تقویۃ الایمان
مع
تذکیر الاخوان
دار الکتاب دیوبند (یو.پی)

مجاور بن کر رہنا شریعت میں نہیں ہے اس لئے ہرگز مجاور نہ بنا جائے گو اس قبر پر دن رات شیر بیٹھا رہتا ہو کیونکہ آدمی کو جانور کی حرص لائق نہیں ہے

عَنْ قَیْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اَتَیْتُ الْحِیْرَۃَ فَرَاَیْتُھُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّھُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ یُّسْجَدَ لَہٗ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّیْ اَتَیْتُ الْحِیْرَۃَ فَرَاَیْتُھُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّھُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ اَنْ یُّسْجَدَ لَکَ فَقَالَ لِیْ اَرَاَیْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِیْ اَکُنْتَ تَسْجُدُ لَہٗ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا۔ (ابوداؤد)

حضرت قیس بن سعد کا بیان ہے کہ میں شہر حیرہ میں گیا میں نے وہاں کے لوگوں کو اپنے راجہ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے دل میں کہا بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کئے جانے کے حقدار ہیں چنانچہ میں نے آپ کے پاس آکر کہا کہ میں نے حیرہ میں لوگوں کو راجہ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں فرمایا بھلا بتا تو سہی کہ اگر تو میری قبر پر گزرے تو کیا تو اسے سجدہ کرے گا۔ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو ایسا خیال مت کرو۔

یعنی ایک نہ ایک دن میں بھی فوت ہو کر آغوش لحد میں جا سوؤں گا پھر میں سجدہ کے لائق نہ ہوؤں گا۔ سجدہ کے لائق تو وہی پاک ذات ہے جو لازوال ہے معلوم ہوا کہ سجدہ نہ زندہ کو روا ہے اور نہ مردہ کو۔ اور نہ کسی قبر کو روا ہے۔ اور نہ کسی تھان کو۔ کیونکہ زندہ ایک دن مرنے والا ہے اور مرا ہوا بھی کبھی زندہ تھا اور بشر تھا پھر مرکر خدا نہیں ہوا بندہ ہی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ عَبْدِیْ وَ اَمَتِیْ کُلُّکُمْ عَبِیْدُ اللّٰہِ وَکُلُّ نِسَاءِکُمْ اِمَاءُ اللّٰہِ وَلَا یَقُلِ الْعَبْدُ لِسَیِّدِہٖ مَوْلَایَ

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی عبدی وامتی (میرا بندہ۔ میری بندی) نہ کہے تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری ساری عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں۔ غلام اپنے سید کو اپنا مالک

(۲۵) تحفۂ ابراھیمیہ میں تحریف

دیوبندی مولوی محمد سرفراز (گوجرانوالا، پاکستان) کے چھوٹے بھائی مولوی عبدالحمید سواتی مہتمم مدرسہ نصرت العلوم، گوجرانوالا کی تحریف وخیانت کی دو مثالیں ملاحظہ ہوں۔مولوی عبدالحمید سواتی نے مولوی رشید احمد گنگوہی کے شاگرد اور مولوی غلام خاں (راول پنڈی) کے استاد، مولوی حسین علی (واں بھچراں، ضلع میاں والی، پاکستان) کی تالیف تحفۂ ابراھیمیہ (فارسی) کا اردو ترجمہ "فیوضاتِ حسینی" کے نام سے شائع کیا ہے، جس کے صفحہ ۱۲۲ پر پہلی سطر میں ایک عبارت منقول ہے: "واما استمداد از دوستانِ خدا روا است" (یعنی دوستانِ خدا سے مدد مانگنا جائز ہے)۔ (تحفۂ ابراھیمیہ مع فیوضاتِ حسینی، ص۱۲۲، ناشر ادارۂ نشر واشاعت، مدرسہ نصرت العلوم، گوجرانوالا، پاکستان)

یہ عبارت چونکہ وہابی دیوبندی مذہب کے خلاف ہے، اس لیے مولوی عبدالحمید اس عبارت کا ترجمہ بالکل ہی ہضم کر گئے ہیں۔

دوسری مثال یہ ہے کہ "تحفۂ ابراھیمیہ" کے صفحہ ۱۵۹ پر اوّل ما خلق اللّٰہ نوری کے متعلق لکھا ہے کہ: "مولانا رشید احمد گنگوہی در فتاویٰ رشیدیہ نوشتہ کہ شیخ عبدالحق نوشتہ کہ ایں راہیچ اصلے نیست"۔

مولوی عبدالحمید اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔"

مولوی حسین علی دیوبندی اور مولوی عبدالحمید دیوبندی کی فارسی اور اردو عبارت کو سامنے رکھ کر اب دیکھیے کہ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی رشید احمد گنگوہی کیا لکھتے ہیں:

"در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اوّل ماخلق اللہ نوری، صحیح حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا، سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا فرمایا۔'' (مدارج النبوت، جلد دوم، ص۲، سن اشاعت ۱۲۸۰ھ، مطبع نول کشور، دہلی)

رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

''شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اوّل ما خلق اللّٰہ نوری کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ، ص۱۷۸، ناشر فرید بک ڈپو، دہلی)

قارئین شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی حسین علی اور مولوی عبدالحمید سواتی کی چاروں عبارتیں دیکھ کر غور فرمائیں کہ حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی جس حدیث کو صحیح فرما رہے ہیں، مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا کہ اس کی کچھ اصل ہے، لیکن دیوبندی مولوی حسین علی اور مولوی عبدالحمید سواتی نے خیانت کرتے ہوئے لکھ دیا کہ اس کی کچھ اصل نہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ۔

کتے کے ہونے پر فرشتے کا مکان میں داخل نہ ہونا

سوال:۔ حدیث میں جو وارد ہے کہ جس گھر میں کتا ہوتا ہے اُس میں فرشتہ رحمت کا نہیں آتا اس سے کیا مراد ہے۔

جواب:۔ اس کتے سے وہ مراد ہے جو حفاظت کا نہ ہو فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

احادیث اوّل ما خلق اللہ نوری ولولاک لما خلقت الافلاک

سوال:۔ اول ما خلق اللہ نوری اور لولاک لما خلقت الافلاک یہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں یا وضعی۔ زید ان کو وضعی بتلاتا ہے فقط بینوا توجروا۔

جواب:۔ یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں ہیں مگر شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے اول ما خلق اللہ نوری کو نقل کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

استغفار کا مطلب

سوال:۔ شرع شریف میں جا بجا اُس کی تاکید و ترغیب ہے اب سوال یہ ہے کہ مراد استغفار سے کیا ہے یا توبہ مراد ہے اور توبہ اور استغفار ایک ہی چیز ہے یا غیر اور جو لوگ کہ گناہ کرتے ہیں توبہ نہیں کرتے اور کبائر و صغائر میں مبتلا ہیں وہ اگر استغفار کریں تو کس طور سے کریں اور کس نیت سے کریں اور ان کو فوائد اور فضائل استغفار کیسے حاصل ہوں یا بغیر توبہ کے استغفار صحیح نہیں اور فضائل اور نتائج اس کے بغیر توبہ کے حاصل نہیں ہوتے اور استغفار فقط بہ ندامت معاصی بغیر توبہ کامل کے کافی ہوگی یا نہیں۔ اور استغفار کفار کی کہ قرآن شریف میں وارد ہے جیسا کہ فرمایا ہے مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ[۲] آیا توبہ کفر سے مراد ہے یا کچھ اور مراد ہے فقط۔

جواب:۔ توبہ اور استغفار ایک شے ہے توبہ کے معنی رجوع کرنا اپنی تقصیر سے اور نادم ہونا اور استغفار کے معنے بخشش چاہنا اپنی تقصیر سے یہ بھی رجوع ہی ہے پس توبہ ہی کہنا مثلاً ندامت کے ساتھ یا استغفر اللہ کہنا یا کوئی کلمہ کہنا جس کے معنے یہ ہوں یا دل میں نادم و شرمندہ ہونا یہ سب توبہ و استغفار و ندامت ہے۔ پس جس لفظ سے اور جس عبارت و زبان سے چاہے کہے مگر ندامت لے فعل بد اور پھر اس کو نہ کرنا مصمم ہو پس یہی توبہ اور یہی استغفار ہے اور اس کا ہی ثواب ہے اور آیت

---

[۱] سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کیا تھا وہ میرا نور تھا [۲] اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا۔ [۳] اور اللہ ان کو عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ مغفرت طلب کرتے ہوں

المسمی
مدارج النبوت
جلد دوم
تصنیف افضل الفضلا اعلم العلما فرید العصر مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ

۳۱۲۶	بسم الله الرحمن الرحیم	تتمه

قسم دوم در ذکر نسب شریف و حمل و ولادت و رضاع آنحضرت صلی الله علیه و سلم و کفالت جد عبد المطلب و موت وی و اعانت ابوطالب عم او و سفر کردن وی صلی الله علیه و سلم همراه ابوطالب بجانب شام و شناختن بحیرا نبوت او را بعلامات و تزوج خدیجه رضی الله عنها و ذکر بنای کعبه و بدو وحی و ثبوت نبوت و ظهور دعوت و اذیت کفار و هجرت کردن صحابه بجانب حبشه و فوت ابی طالب و موت خدیجه و رفتن آنحضرت صلی الله علیه و سلم بجانب طائف و بیعت جن و اظهار عداوت این اشرار بران سید ابرار صلی الله علیه و سلم و رسیدن انصار و اثبات باعث هجرت و رسیدن بمدینه مطیبه بصحت و سلامت و درین قسم چهار باب است

باب اول در ذکر نسب شریف و حمل و ولادت و رضاع آنحضرت صلی الله علیه و سلم بدانکه اول مخلوقات و واسطه صدور کائنات و واسطه خلق عالم و آدم نور محمد است صلی الله علیه و سلم چنانکه در حدیث صحیح وارد شده که اول ما خلق الله نوری و سایر مکونات علوی و سفلی ازان نور و ازان جوهر پاک پیدا شده از ارواح و اشباح و عرش و کرسی و لوح و قلم و بهشت و دوزخ و ملک و فلک و انس و جن و آسمان و زمین و بحار و جبال و اشجار و سایر مخلوقات و در کیفیت صدور این کثرت ازان وحدت و بروز و ظهور مخلوقات ازان جوهر عبارات و تعبیرات غریب آورده اند و حدیث اول ما خلق الله العقل نزد محققین و محدثین بصحت نرسیده و حدیث اول ما خلق الله القلم نیز گفته اند که مراد او بعد العرش و الماء است که وارد شده بصحت

فیوضاتِ حسینی

المعروف بہ

تحفۂ ابراہیمیہ

تالیف (فارسی)

رئیس المفسرین عمدۃ المحدثین سند الفقہا، الصوفی الصافی قامع البدعۃ قاطع الشرک
مولانا حسین علی الحنفی النقشبندی المجددی رحمۃ اللہ علیہ
ساکن واں بھچراں، ضلع میانوالی

ترجمہ و مقدمہ

حضرت مولانا عبد الحمید صاحب سواتی
مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ (مغربی پاکستان)

بندو راست باں بندۂ خاص تماری عبد الحلیم ہروی و اما استمداد از دوستان خدا روا است و در ص۱۴۰

فرمودند کہ بوقت ذکر ہر لطیفہ از لطائف کہ مے کنند ہمیں لطیفہ مرشد خود و لطیفۂ مرشدِ مرشد خود تا جناب

آنحضرت علیہ التحیات بشکل آئینہ ہا مقابل لطیفہ خود اخذ نماید۔ فرمودند طالب را باید کہ ہر لحظہ ہر لمحہ در خیال

وصل مطلوب خود باشد و در حجۃ اللہ البالغہ وذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالتعظیم وطلب الخیر من اللہ

تعالیٰ فی حقہ آلۃ صالحۃ للتوجہ الیہ مع سد مدخل التحریف حیث لم یذکرہ الا لطلب

الرحمۃ لہ من اللہ تعالیٰ وارواح الکمل اذا فارقت اجسادھا صارت کالموج المکفوف لا تھیجہا

ارادۃ متجددۃ وداعیۃ سانحۃ ولکن النفوس التی ھی دونھا تلتصق بھا بالھمۃ فیجلب منھا

نوراً وھیئۃ مناسبۃ بالارواح وھی المکنی عنہ بقولہ علیہ السلام ما من احد یسلم علیَّ الا رد اللہ علیَّ

روحی حتیٰ ارد علیہ السلام – حجۃ اللہ البالغہ۔ باب الاذکار وما یتعلق بھا۔

دعا کرنے والے بندہ کی بس (اللہ تعالیٰ کے) خاص بندے کے ساتھ ہے اور اسی کتاب کے ص۱۴۰ میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ہر لطیفہ کے

ذکر کے وقت جب کہ لطائف کا ذکر کرتے ہیں تو یہی لطیفہ اپنے مرشد کا اور مرشد کے مرشد کا بھی یہاں تک کہ آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم تک اس طرح خیال کرے جیسا کہ گویا اپنے لطیفہ کے سامنے دوسرے آئینے رکھے ہوئے ہیں جن سے اس کا لطیفہ

اخذ کرتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ طالب کو چاہیئے کہ ہر لحظہ اپنے مطلوب کے وصل کے خیال میں رہے۔ اور حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ

ولی اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ التحیات والصلوات کا ذکر تعظیم کے ساتھ کرنا اور آپ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنا

یہ ایک بہتر آلہ اور ذریعہ ہے اس سالک ذاکر کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف مصروف کرنے کیلئے۔ اور ساتھ ہی تحریف کے داخل

ہونے کے راستوں کو مسدود کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ خود جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف

سے ان کے لئے رحمت کے نزول کی دعا و التجا کی جائے (اسی سے شرک کا راستہ قطعی بند ہو گیا) اور کاملین کی ارواح جب انکے اجسام

سے جدا ہوتی ہیں تو ایک ٹھہری ہوئی اور رکی ہوئی موج کی طرح ہوتی ہیں جنکو ارادہ متجددہ (جیسا کہ انسان کے اندر ہر وقت نیا نیا

ارادہ پیدا ہوتا ہے یہ ارادہ قدیم یا ارادہ ازل کے مقابل بولا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے) اور کسی واقعہ کے ظاہر ہونے کا

داعیہ جنبش نہیں دے سکتا لیکن وہ نفوس جو ان سے کم درجہ ہوتے ہیں تو وہ توجہ اور ہمت سے انکے ساتھ مل جاتے ہیں اور ان سے نور

اور وہ ہیئت جو ارواح کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے حاصل کرتے ہیں۔ اور اسی کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے

قول مبارک میں کنایہ و اشارہ فرمایا ہے۔ اور جو شخص بھی مجھ پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو (عالم استغراق سے جو جناب

الٰہی میں ہوتا ہے) واپس لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں" (حجۃ اللہ البالغہ باب الاذکار)

خلاصہ رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر و ابوداؤد (مشکوٰۃ مسند مجتبائی) و من تنقیح الرواۃ (مجتبائی ص۱۲۹ ربانی حاشیہ ص۱۴۳ پر)

ینتزع منه مایکون ھذہ الظلال امثالاً واللہ اعلم سبحانہ الخ۔ وحدیث اول ماخلق اللہ نوری" ومراد ازاں بعض سادات حقیقت محمدی داشتہ، وایں حدیث درکتب احادیث یافتہ نشدہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ درفتاویٰ رشیدیہ نوشتہ کہ شیخ عبدالحقؒ نوشتہ کہ ایں را ہیچ اصلے نیست واللہ اعلم۔ حقیقت حال ایں است کہ حق تعالیٰ بصفات خود موجود است، ودیگر ہمہ چیز مخلوق اوتعالیٰ وعلم ماایاں از احاطہ مخلوق اوتعالیٰ عاجز است بعض اشیاء مخلوقہ ملائکہ اند بعض حملۃ العرش وبعض دیگر وعالم ارواح ہم مخلوق اوست تعالیٰ وماہیت روح معلوم نیست" قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلاً ہ

عالم مثال

وعالم مثال ہم چیزے ہست۔ اعنی درخوابہا وکشفہا مثالہا رامثل اشیاء شخص مثلاً بیند وتعبیر ازاں کردہ ظن امرے بحسب تعبیر حاصل مے کند۔ پس در عالم مثال یعنی خواب درنوم یا درحالت غیبی کہ آں را

کہ ان ظلال کا ان سے انتزاع ہوسکے اور یہ ظلال ان کی مثال بن سکیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے! اور حدیث اول ماخلق اللہ نوری (یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا) اور مراد اس سے بعض مشائخ کرام نے حقیقت محمدی لی ہے۔ لیکن یہ حدیث کتب احادیث میں دریافت نہیں ہوئی۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت شیخ عبدالحقؒ نے لکھا ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے ساتھ موجود ہے۔ باقی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اور ہمارا علم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے احاطہ کرنے سے عاجز ہے۔ بعض اشیاء مخلوقہ ملائکہ ہیں۔ اور پھر ان میں سے بھی بعض حاملین عرش ہیں۔ اور بعض اللہ تعالیٰ کی اور مخلوق ہے۔ عالم ارواح بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اور روح کی ماہیت وحقیقت معلوم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "آپ کہدیں روح میرے رب کے امر سے ہے اور تمہیں اس بارہ میں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے"

عالم مثال ــــــ اور عالم مثال بھی ایک چیز ہے (تفہیم کی خاطر ہم اس کی تعبیر یوں کرسکتے ہیں) یعنی خواب میں اور کشف میں کوئی شخص مثالوں کو اشیاء کی طرح دیکھتا ہے۔ اور ان کی تعبیر کرتے ہوئے اپنے گمان کے مطابق ان کی تعبیر حاصل کرتا ہے۔ پس عالم مثال میں یعنی خواب میں جو نیند میں حاصل ہوتا ہے۔ یا غیبی کیحالت میں

(۲۶) ''تحذیر الناس'' میں تحریف

مشہور دیوبندی عالم مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:

''..........انبیاء اپنی اُمت میں ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں ......۔''

(تحذیر الناس، ص ۸، مطبوعہ دار الکتاب، دیوبند)

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی اور اُمتی کے درمیان کوئی موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر عمل، وصف اور مرتبے میں اُمتیوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔

دیوبندی حضرات جب اپنے عالم کی اس عبارت کی تاویل کرنے سے قاصر رہے، تو انہوں نے اس عبارت میں تحریف کر دی۔ کتاب کے محرف شدہ نسخے میں یہ عبارت اب یوں ملتی ہے:

''......انبیاء اپنی اُمت سے ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں ......۔''

(تحذیر الناس، ص ۸، فیصل پبلی کیشنز، دیوبند)

یہاں دیوبندیوں نے اصل عبارت میں سے ''علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں'' کو حذف کر دیا اور اپنے مولوی کے باطل عقیدے کو چھپانے کی ناکام کوشش کی۔

☆☆☆

اور فاعل اور صدیقین کو مجمع العلوم اور قابل سمجھیئے۔ اور شہداء کو منبع العمل
اور فاعل اور صالحین کو مجمع العمل اور قابل خیال فرمایئے۔ دلیل اس دعوے
کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے
ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ
بڑھ جاتے ہیں اور اگر قوت عملی اور ہمت میں انبیاء امتیوں سے زیادہ بھی
ہوں تو یہ معنی ہوئے کہ مقام شہادت اور وصف شہادت بھی ان کو حاصل
ہے مگر کوئی ملقب ہوتا ہے تو اپنے اوصاف غالبہ کے ساتھ ملقب ہوتا ہے۔
مرزا جان جاناں صاحبؒ، اور غلام علی صاحبؒ، اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ
اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ چاروں صاحب جامع بین الفقر والعلم تھے
پر مرزا صاحبؒ اور شاہ غلام علی صاحبؒ تو فقیری میں مشہور ہوئے۔ اور شاہ
ولی اللہ صاحبؒ اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ علم میں۔ وجہ اس کی یہی ہوئی
کہ ان کے علم پر ان کی فقیری غالب تھی اور ان کی فقیری پر ان کا علم اگرچہ
ان کے علم سے ان کا علم، یا ان کی فقیری سے ان کی فقیری کم نہ ہو سو انبیاء
میں علم عمل سے غالب ہوتا ہے اگرچہ ان کا عمل اور ہمت اور قوت اوروں
کے عمل، قوت اور ہمت سے غالب ہو، بہرحال علم میں انبیاء اوروں سے
ممتاز ہوتے ہیں اور مصداق نبوت وہ کمال علمی ہی ہے جیسا کہ مصداق
صدیقیت بھی وہ کمال علمی ہے۔ چنانچہ لفظ نبأ اور صدق بھی جو ماخذ
اوصاف مذکورہ ہے اس بات پر شاہد ہے نبأ خود خبر کو کہتے ہیں جو اقسام
علوم یا معلوم میں سے ہے۔ اور صدق اوصاف علم میں سے۔ پر نبوت
اور صدیقیت میں وہی فرق فاعلیت وقابلیت ہے جو آفتاب و آئینہ میں
وقت تقابل معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ حدیث مرفوع قولی جس کا یہ

اور صالحین کو مجمع العمل اور قابل خیال فرمایئے۔ دلیل اس دعوے کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہوجاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں اور اگر قوت عملی اور ہمت میں انبیاء امتیوں سے زیادہ بھی ہوں تو یہ معنی ہوئے کہ مقام شہادت اور وصف شہادت بھی ان کو حاصل ہے مگر کوئی ملقب ہوتا ہے تو اپنے اوصاف غالبہ کے ساتھ ملقب ہوتا ہے۔ مرزا جان جاناں صاحبؒ، اور غلام علی صاحبؒ، اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ چاروں صاحب جامع بین الفقر والعلم تھے پر مرزا صاحبؒ اور شاہ غلام علیؒ صاحب تو فقیری میں مشہور ہوئے اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب علم میں۔ وجہ اس کی یہی ہوئی کہ ان کے علم پر ان کی فقیری غالب تھی اور ان کی فقیری پر ان کا علم اگرچہ ان کے علم سے ان کا علم، یا ان کی فقیری سے ان کی فقیری کم نہ ہو سو انبیاء میں علم عمل سے غالب ہوتا ہے اگرچہ ان کا عمل اور ہمت اور قوت اوروں کے عمل، قوت اور ہمت سے غالب ہو، بہر حال علم میں انبیاء اوروں سے ممتاز ہوتے ہیں اور مصداق نبوت وہ کمال علمی ہی ہے جیسا کہ مصداق صدیقیت بھی وہ کمال علمی ہے۔ چنانچہ لفظ نبأ اور صدق بھی جو ماخذ اوصاف مذکور ہے اس بات پر شاہد ہے نبأ خود خبر کو کہتے ہیں جو اقسام علوم یا معلوم میں سے ہے۔ اور صدق اوصاف علم میں سے ہے، پر نبوت اور صدیقیت میں وہی فرق فاعلیت و قابلیت ہے جو آفتاب و آئینہ میں وقت تقابل معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ حدیث مرفوع قولی جس کا یہ مطلب ہے کہ جو میرے سینہ میں خدا نے ڈالا تھا میں نے ابوبکرؓ کے سینہ میں ڈال دیا اس پر شاہد ہے مگر جیسے نبی کو نبی اس لئے

(۲۷) کتاب ''حیات شاہ محمد اسحاق محدّث دہلوی'' میں تحریف

مولانا حکیم سید محمود احمد برکاتی علیہ الرحمہ نے شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۶۲ھ) کی ایک سوانح عمری بنام ''حیات شاہ محمد اسحاق محدّث دہلوی'' کے نام سے تحریر کی ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۴۱۲ھ میں شاہ ابوالخیر اکیڈمی، دہلی نے شائع کیا۔

وہابی **مسائل اربعین** اور **مأۃ المسائل** نامی دو کتابیں شاہ محمد اسحاق دہلوی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حکیم برکاتی نے پختہ دلیلوں کے ساتھ یہ بات ثابت کی ہے کہ یہ دونوں کتابیں شاہ اسحاق کی تصنیف نہیں ہیں۔ مثلاً **مسائل اربعین** میں سوال نمبر ۴۰ استمداد سے تعلق رکھتا ہے، جس کا جواب ''ناجائز'' لکھا ہے۔ لیکن جب یہی استمداد سے متعلق سوال مأۃ المسائل (سوال نمبر ۲۲) میں کیا گیا تو اس کا جواب ''جائز'' لکھا گیا ہے۔

مسائل اربعین میں سوال نمبر ۳۶ عرس کے متعلق ہے، جس کے جواب میں ''عرس کو ناجائز'' کہا گیا ہے۔ لیکن اسی سوال کے جواب میں **مأۃ المسائل** میں ''جائز'' کہا گیا۔ (حیات شاہ محمد اسحاق دہلوی، ص ۱۲۸ تا ۱۳۸، از مولانا سید محمود احمد برکاتی، ناشر شاہ ابوالخیر اکیڈمی، دہلی)

حکیم عبدالحیٔ لکھنوی نے **نزھۃ الخواطر** میں اس کتاب کو شاہ اسحاق کی تصنیف کی فہرست میں شامل نہیں کیا ہے۔

مولانا سید حکیم محمود برکاتی نے متعدد شواہد سے یہ ثابت کیا ہے کہ مذکورہ بالا دونوں کتابیں شاہ محمد اسحاق دہلوی کی نہیں ہیں۔

اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کہ شاہ اسحاق دہلوی استغاثہ کے مخالف تھے، دیوبندیوں نے ''حیات شاہ محمد اسحاق دہلوی'' کا ایک نیا نسخہ الرحیم اکیڈمی، کراچی، پاکستان سے شائع کیا۔

اس نئے نسخے کے ساتھ ''ارشادِ پیر'' نام کا ایک جعلی رسالہ بھی شاہ اسحاق کے نام سے منسوب کر کے شائع کیا ہے۔ اس رسالے میں مولوی عبد الربّ کے قول کے مطابق شاہ اسحاق دہلوی حرفِ ندا ''یارسول اللہ'' کے منکر تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ ''ارشادِ پیر'' نامی یہ رسالہ شاہ اسحاق کی تصنیف نہیں ہے۔ دیوبندیوں نے محض یہ ثابت کرنے کے لیے کہ شاہ اسحاق استغاثہ کے قائل نہیں تھے، اس رسالے کو اُن کی سوانح عمری کے ساتھ ملحق کر کے شائع کر دیا۔

☆☆☆

اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَهُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ

ہمارا حامی اللہ ہے جس نے اُتاری کتاب اور وہ حمایت کرتا ہے نیک بندوں کی

رحمۃ اللہ علیہ

حیات شاہ محمد اسحاق محدّث دہلوی

تصنیف

مولانا حکیم سیّد محمود احمد برکاتی مدظلہ

ناشر

شاہ ابوالخیر اکاڈمی، شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی

إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ
میرا حامی اللہ ہے جس نے اتاری کتاب اور وہ حمایت کرتا ہے نیک بندوں کی
حیات
شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
تصنیف
مولانا حکیم سید محمود احمد برکاتی
مع اضافہ
ارشاد پیر
مجموعہ افادات و ارشادات حضرت شاہ محمد اسحاقؒ
مرتب
مولانا عبد الرب دہلویؒ
ناشر
الرحیم اکیڈمی
اے ۱/۷، عظیم نگر پوسٹ آفس،
لیاقت آباد کراچی ۵۹۰۰،

(۲۸): غیر موجود کتاب کو امام جلال الدین سیوطی کی طرف منسوب کرنا

مولوی سرفراز خان صفدر دیوبندی اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں:

''امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وہ حدیثیں جن میں مؤذن سے کلمۂ شہادت میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام سننے کے وقت انگلیاں چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کا ذکر آیا ہے، وہ سب کی سب موضوع اور جعلی ہیں۔(**تیسیر المقال** از سیوطی، ص ۱۲۳، بحوالہ عماد الدین، طبع ۱۹۷۸ء)''

(راہِ سُنّت، سرفراز خان دیوبندی، ص ۲۴۳، ناشر مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ، پاکستان)

قارئین یہاں غور کریں، مولوی سرفراز خان نے امام جلال الدین سیوطی کی اصل کتاب کو دیکھا بھی نہیں، بلکہ ایک ثانوی کتاب ''عماد الدین، ص ۱۲۳'' کا حوالہ دیا۔

قارئین کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ امام سیوطی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے **تیسیر المقال** نام سے کوئی کتاب لکھی ہی نہیں!!! ان محرفین نے نہ صرف ایک جعلی کتاب امام سیوطی کے نام گڑھ دی بلکہ ایک عبارت بھی گڑھ کر اُس کتاب سے منسوب کردی۔ سب سے پہلا شخص جس نے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس جھوٹی کتاب کو منسوب کیا، وہ **بشیر الدین قنوجی** (م ۱۲۳۴ھ) نام کا ایک غیر مقلد تھا۔ اس غیر مقلد مولوی نے اپنی کتاب **بصارۃ العینین فی منع تقبیل الابہامین** ''میں تیسیر المقال نام کی ایک جعلی کتاب کو امام سیوطی کی طرف منسوب کیا۔

حاجی خلیفہ نے اپنی مشہور تصنیف **کشف الظنون** میں امام سیوطی کی تصانیف کی جو فہرست دی ہے، اُس میں **تیسیر المقال** نام کی کوئی کتاب موجود نہیں۔

نوٹ: انگوٹھے چومنے سے متعلق احادیث کی مکمل بحث جاننے کے لیے امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف **منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین** کا مطالعہ کریں۔

ناشر: مرکزِ اہلِ سُنّت برکاتِ رضا، پور بندر، گجرات

المنہاج الواضح
یعنی
راہ سنت
پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا
ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ
مکتبہ صفدریہ
نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

مالم یکن موضوعا۔ (القول البدیع ص۱۹۵) ہے کہ وہ موضوع اور جعلی نہ ہو۔

نیز لکھتے ہیں :

واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال (ص۱۹۶) بہرحال موضوع حدیث تو اس کی کسی حالت میں عمل جائز نہیں ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ فضائلِ اعمال میں ہر ضعیف حدیث قابلِ عمل نہیں ہے بلکہ اس کے لئے حضرات محدثین کے نزدیک چند شرطیں ہیں، اور جو حدیث موضوع اور جعلی ہو اس پر کسی حالت اور کسی صورت میں عمل جائز نہیں ہے، نہ فضائلِ اعمال میں اور نہ ترغیب و ترہیب وغیرہ میں۔ اب بقائمی ہوش و حواس سُن لیجئے کہ انگلیاں چُومنے کی تمام حدیثیں صرف ضعیف ہی نہیں ہیں بلکہ موضوع اور جعلی ہیں۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں :

الاحادیث التی رویت فی تقبیل الانامل وجعلھا علی العینین عند سماع اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المؤذن فی کلمۃ الشھادۃ کلھا موضوعات انتہٰی (تیسیر المقال للسیوطی بحوالہ اعلاء الدین ۱۳۲ مطبع ۱۳۱۲ھ)

وہ حدیثیں جن میں مؤذن سے کلمہ شہادت میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام سُننے کے وقت انگلیاں چُومنے اور آنکھوں پر رکھنے کا ذکر آیا ہے وہ سب کی سب موضوع اور جعلی ہیں۔

لیجئے اب تو قصّہ ہی ختم ہو گیا۔ مفتی احمد یار خان صاحب کو یہ الفاظ دیکھ کر غور کرنا چاہیئے کہ "الحمد للہ کہ اس اعتراض کے پرخچے اُڑ گئے اور حق واضح ہو گیا"۔ (بلفظہٖ جاء الحق ص۲۱۴) - پرخچے کس کی دلیل کے اُڑ گئے اور حق کس کی طرف سے واضح ہو گیا ہے؟ عیاں را چہ بیاں ؏

ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

امام سیوطیؒ کے کلھا موضوعات کے حوالہ کے بعد یہ ضرورت تو نہیں کہ ہم کچھ اور عرض کریں مگر محض تکمیلِ فائدہ کے لئے حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روایت کا ذکر بھی کر دیتے ہیں۔ اسی مضمون کی روایت حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی منقول ہے مگر اس کے الفاظ یہ ہیں :

ثم یقبل ابھامیہ ۔ (الحدیث) پھر اپنے دونوں انگوٹھے چُومے۔

پہلی روایت میں انگوٹھوں کا ذکر نہیں بلکہ شہادت کی اُنگلیوں (اور ایک روایت میں ابہام

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنے والی حدیث پر تجزیہ

فَاسْأَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ.

تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو

(سورۂ انبیاء، آیت ۷)

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ

۱۔ علم حاصل کرو۔

۲۔ علم اہلِ علم سے حاصل کرو، ہر ایرے غیرے سے نہیں۔

۳۔ وہ علم حاصل کرو، جس کا تمہیں علم نہ ہو۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر عام آدمی کو قرآن اور حدیث سے خود مسائل اخذ کرنے سے منع فرماتا ہے۔ اس آیت کی روشنی میں ہر مسلمان کو دین کا علم علمائے دین سے ہی حاصل کرنا چاہیے۔ گزشتہ تین سو سالوں میں ایک ایسا فرقہ وجود میں آیا ہے جو ہر فرد کو اپنے من اور نفس کے مطابق قرآن اور حدیث پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس عمل سے اُمت مسلمہ منتشر ہو رہی ہے کیونکہ ہر فرد دین میں نئے طریقہ ایجاد کر کے عمل کر رہا ہے اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے پر زور دے رہا ہے۔ ان کے نزدیک فقہ کے چاروں مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) اُمت کو "فرقوں" میں بانٹتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ نام نہاد مسلمان اُمت کو لاکھوں اور کروڑوں فرقوں میں بانٹنے کی مہم چلا رہے ہیں۔ جس میں ہر فرد اپنا "نظریہ اور مذہب" لے کر عمل پیرا ہے۔ اس گروہ کے افراد دو طبقوں میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں۔ پہلا جو اجتہاد کے مقام پر پہنچ گئے ہوں، دوسرا وہ جو اجتہاد کے مقام پر پہنچنے والے ہوں۔

اس فرقے کے ایک مشہور وہابی عالم ناصر الدین البانی سعودی عرب (م ۱۴۲۰ھ) گزرے ہیں جن کی اہلِ سنّت سے دشمنی اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں۔ رسول دشمنی کے بغض میں وہ اس حد تک گزر گئے کہ انہوں نے بے شمار احادیث کو من مانے اُصول کے مطابق ضعیف اور موضوع قرار دیا۔ محدثین نے اُصولِ حدیث اور اسماءِ رجال کے جو قواعد قائم کیے ہیں، اُن اصولوں کے برعکس ناصر الدین البانی نے اپنے من مانے اصول کے مطابق احادیث کو ضعیف وموضوع قرار دے کر ان کو احادیث کی کتابوں سے نکال دیا۔ البانی کا یہ طرزِ عمل تھا کہ وہ حدیث کی کتابوں کو ''صحیح'' لفظ کے اضافے کے ساتھ شائع کرتے۔ مثلاً البانی کے نزدیک امام بخاری کی حدیث کی ایک کتاب الادب المفرد میں ضعیف احادیث بھی شامل ہیں۔ اسی لیے البانی نے اُن احادیث کو نکال کر صحیح الادب المفرد کے نام سے شائع کی۔ واضح ہو کہ یہ احادیث امام بخاری علیہ الرحمہ (م ۲۵۶ھ) کے نزدیک ضعیف نہ تھیں۔ لیکن آج کے دور کے مولوی ناصر الدین البانی (م ۱۴۲۰ھ) کے مطابق یہ احادیث ضعیف ہیں!!! اُن کے وفات کے بعد اب یہ مہم اُن کے پیروکار جو خود کو ''سلفی/ اہلِ حدیث'' کہلاتے ہیں، جاری رکھے ہوئے ہیں اور البانی کی تحریف شدہ احادیث کی کتابیں شائع کر کے پھیلا رہے ہیں۔

البانی نے اپنی صحیح الادب المفرد میں ''ہاتھ وپاؤں کو بوسہ دینے والی'' وہ تمام احادیث حذف کر دیں جنہیں امام بخاری نے الادب المفرد میں شامل کیا تھا۔ البانی نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث بھی حذف کر دی جس میں انہوں نے پاؤں سُن ہو جانے پر ''یا محمد'' (ﷺ) کہا۔

اگلے صفحات میں ہم اس حدیث پر ایک تحقیق پیش کر رہے ہیں جس سے یہ واضح ہو گا کہ کیا یہ حدیث واقعی میں ضعیف ہے یا البانی نے اپنے وہابی عقیدے کے مطابق اسے ضعیف قرار دیا ہے؟؟؟

میری اس تحقیق میں شیخ ابوالحسن صاحب نے بھرپور معاونت فرمائی۔ اللہ ربّ العزت اُن کے علم وعمر میں برکتیں عطا فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ آمین

اپنی اس تحقیق میں مَیں محدثین کی تاریخ وصال لکھوں گا، اس کا مقصد قارئین پر یہ واضح کرنا ہے کہ وہ محدث صاحب کتنے قدیم ہیں۔

حدیث ۱:

حدثنا ابو نعیم قال حدثنا سفیان عن ابي اسحٰق عن عبدالرحمن بن سعد قال : خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل: اذکر احب الناس الیک فقال : یا محمد

(روی البخاری فی الأدب المفرد، وقد ذکر البخاری هذا الحدیث تحت عنوان: باب ما یقول الرجل اذا خدرت رجله)

''امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

ترجمہ: عبدالرحمٰن ابن سعد نے فرمایا: ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سُن ہو گیا تو ایک شخص نے اُن سے کہا کہ آپ اُس شخص کو یاد کیجیے جس سے آپ سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ ابنِ عمر نے کہا: ''یا محمد'' (ﷺ)۔''

حوالہ ۱: الادب المفرد، قلمی مخطوطہ آگے کے صفحات پر ملاحظہ ہو

۲: الادب المفرد، ناشر دار الکتب العلمیہ، لبنان

۳۔ الادب المفرد، ص ۲۰۷، حدیث ۹۹۳، ناشر موسستہ الکتب الثقافیہ، لبنان

نوٹ: امام بخاری نے اس حدیث کو ''کیا کرنا چاہیے اگر کسی شخص کا پاؤں سُن ہو جائے'' باب کے تحت نقل کیا ہے۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ صحابہ کرام کا یہ عقیدہ وعمل تھا کہ پاؤں سُن ہونے پر ''یا محمد'' (ﷺ) کہنا جائز ہے۔ جسے امام بخاری نے نقل کر کے خود اپنے عقیدے اور

عمل کا بھی اظہار کر دیا ہے۔ قارئین غور کریں امام بخاری نے نہ اس حدیث کو ضعیف کہا، اور نہ ہی اس عمل کو شرک۔

اگلے صفحات میں اس حدیث کے تمام راویوں پر مفصل بحث پیش کی جا رہی ہے۔

حدیث ۲:

وبه۔ يقصد أنا زهير۔ عن أبي اسحاق عن عبدالرحمن بن سعد قال : كنت عند عبدالله بن عمر فخدرت رجله فقلت له يا أبا عبدالرحمن ما لرجلک قال اجتمع عصبها من ها هنا قلت أدع أحب الناس اليک قال يا محمد فانبسطت۔ (رواه على ابن الجعد في مسنده)

ترجمہ: امام ابن جعد (م ۲۳۰ھ) نقل کرتے ہیں:

''عبدالرحمٰن بن سعد فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ ابن عمر کے ساتھ تھا، اور اُن کا پاؤں سُن ہوگیا، تو میں نے دریافت کیا یا عبدالرحمٰن آپ کے پاؤں کو کیا ہوگیا؟ تو انہوں نے جواب دیا۔ سُن ہوگیا ہے۔ تو میں نے اُن سے عرض کیا، اُس شخص کو یاد کیجیے جن سے آپ سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ تب انہوں نے کہا ''یا محمد'' (ﷺ)۔ اور اُن کے پاؤں کی تکلیف دور ہوگئی۔ (مسند ابن جعد، ص ۳۶۹، حدیث ۲۵۳۹، تحقیق عامر احمد حیدر، بیروت، سن اشاعت ۱۴۱۰ھ)

غور کریں امام ابن جعد نے نہ اس حدیث کو ضعیف کہا اور نہ ہی اس عمل کو شرک۔

حدیث ۳:

قال أخبرنا الفضل بن دكين قال حدثنا سفيان و زهير بن معاوية عن أبي اسحاق عن عبدالرحمن بن سعد قال كنت عند بن عمر فخدرت رجله فقلت يا أبا عبدالرحمن ما لرجلک قال اجتمع عصبها من هاهنا هذا في حديث زهير وحده قال قلت ادع أحب الناس اليک قال يا محمد

فبسطها۔ (رواہ ابن سعد فی الطبقات)

ترجمہ: امام ابنِ سعد (م۲۳۰ھ) نقل فرماتے ہیں:

''عبدالرحمٰن بن سعد روایت کرتے ہیں کہ مَیں عبداللہ ابن عمر کے ساتھ تھا، اور اُن کا پاؤں سُن ہوگیا، تو مَیں نے دریافت کیا یا عبدالرحمٰن آپ کے پاؤں کو کیا ہوگیا؟ تو انہوں نے جواب دیا۔ سُن ہوگیا ہے اور اس کی نس اپنی جگہ سے ہٹ گئی ہے (یہ عبارت صرف زہیر کی روایت میں ہے)۔ تو مَیں نے اُن سے عرض کیا، اُس شخص کو یاد کیجیے جن سے آپ سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ تب انہوں نے کہا ''یا محمد'' (ﷺ)۔ اور اُن کے پاؤں کی تکلیف دور ہوگئی۔'' (**طبقات ابن سعد**، ج۴، ص۱۵۴، ناشر درالصادر، بیروت)

نوٹ۱: غور کریں مندرجہ بالا حدیث اور حدیث نمبر۲ کے اسناد مختلف ہیں۔

نوٹ۲: امام ابنِ سعد نے اس حدیث کو نہ ضعیف کہا، نہ اس عمل کو شرک۔

حدیث ۴:

حدثنا احمد بن یونس حدثنا زهیر عن أبی اسحاق عن عبدالرحمن بن سعد: جئت ابن عمر فخدرت رجله. فقلت: ما لرجلک؟ قال: اجتمع عصبها قلت: ادع أحب الناس الیک قال: یا محمد فبسطها. (رواه ابراهیم الحربی فی غریب الحدیث)

ترجمہ: امام ابراہیم الحربی (م۲۸۵ھ) نقل فرماتے ہیں:

''عبدالرحمٰن بن سعد روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے ابن عمر سے دریافت کیا، آپ کے پاؤں میں کیا تکلیف ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا، پاؤں کی نس اپنی جگہ سے کھسک گئی ہے۔ تو مَیں نے اُن سے کہا، اُس شخص کو یاد کیجیے جن سے آپ سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ تب انہوں نے کہا ''یا محمد'' (ﷺ)۔ اور اُن کے پاؤں کی تکلیف دور ہوگئی۔ (**غریب الحدیث**، ج۲، ص۶۷۴، ناشر جامعہ اُمّ القریٰ، مکہ مکرمہ، سن اشاعت ۱۴۰۵ھ)

نوٹ: امام ابن حربی نے اس حدیث کو نہ ضعیف کہا، نہ اس عمل کو شرک۔

حدیث ۵:

حدثني محمد بن ابراهيم الأنماطي، و عمرو بن الجنيد بن عيسٰى، قالا : ثنا محمد بن خداش، ثنا أبوبكر بن عياش، ثنا أبو اسحاق السبيعي، عن أبي شعبة، قال : كنت أمشي مع ابن عمر رضى الله عنهما، فخدرت رجله، فجلس، فقال له رجل: اذكر أحب الناس اليک. فقال: ''يا محمداه فقام فمشي. **(رواه ابن السني في عمل اليوم والليلة)**

ترجمہ: امام ابن السني (م ۳۶۴ ھ) روایت کرتے ہیں:

''ابی شعبہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سُن ہو گیا۔ میں نے اُن سے کہا، اُس شخص کو یاد کیجیے جن سے آپ سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا ''یا محمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم) اور وہ پھر چلنے کے لائق ہو گئے۔'' (**عمل اليوم والليلة**، ناشر: مکتبہ دارالبیان، طائف، سعودی عرب)

حدیث ۶:

حدثنا محمد بن خالد بن محمد البرذعي، ثنا حاجب بن سليمان، ثنا محمد بن مصعب، ثنا اسرائيل، عن أبي اسحاق، عن الهيثم بن حنش، قال: كنا عند عبدالله بن عمر رضى الله عنهما، فخدرت رجله، فقال له رجل: ''اذكر أحب الناس اليک. فقال: يا محمد صلى الله عليه وسلم. قال: فقام فكأنما نشط من عقال. **(رواه ابن السنى فى عمل اليوم والليلة)**

ترجمہ: امام ابن السني (م ۳۶۴ ھ) روایت کرتے ہیں:

ہیثم بن حنش روایت کرتے ہیں: ''میں ایک دفعہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور اُن کا پاؤں سُن ہو گیا، میں نے اُن سے کہا اُس شخص کو یاد کیجیے جن سے آپ سب سے زیادہ محبت

کرتے ہیں۔'' انہوں نے کہا: ''یا محمد'' (ﷺ) اور دوبارہ چلنے کے لائق ہو گئے۔ (عمل الیوم واللیلة، ناشر: مکتبہ دارالبیان، طائف، سعودی عرب)

حدیث ۷:

أخبرني أحمد بن الحسن الصوفي، حدثنا علي بن الجعد، ثنا زهير، عن أبي اسحاق، عن عبدالرحمن بن سعد، قال: "كنت عند ابن عمر، فخدرت رجله، فقلت: يا أبا عبدالرحمن، ما لرجلک؟ قال: اجتمع عصبها من هاهنا. قلت: ادع أحب الناس اليک. فقال: يا محمد. فانبسطت.

(رواه ابن السني في عمل اليوم والليلة)

ترجمہ: امام ابن السنی (م ۳۶۴ھ) روایت کرتے ہیں:

عبدالرحمٰن ابن سعد روایت کرتے ہیں ''مَیں ابنِ عمر کے ساتھ تھا اور اُن کا پاؤں سُن ہو گیا۔ مَیں نے اُن سے پاؤں کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے جواب دیا ''نس اپنی جگہ سے ہٹ گئی ہے'' مَیں نے اُن سے کہا ''اُس شخص کو یاد کیجیے جن سے آپ سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں'' تو انہوں نے کہا ''یا محمد'' (ﷺ) اور اُن کو پاؤں کی تکلیف سے نجات مل گئی۔

(عمل الیوم واللیلة، ناشر: مکتبہ دارالبیان، طائف، سعودی عرب)

نوٹ: غور فرمائیں حدیث ۵، ۶ اور ۷ کی اسناد مختلف ہیں اور ان تینوں اسناد میں ضعف ہے۔

حدیث ۸:

[۳۸۳۲] بخ عبدالرحمن بن سعد القرشي العدوي مولى بن عمر كوفي روى عن أخيه عبدالله بن سعد و مولاه عبدالله بن عمر بخ روى عنه حماد بن أبي سليمان و أبو شيبة عبدالرحمن بن اسحاق الكوفي و منصور بن المعتمر و أبو اسحاق السبيعي بخ ذكره بن حبان في كتاب الثقات روى له البخاري في كتاب الأدب حديثا و احدا موقوفا وقد وقع لنا عاليا

عنه أخبرنا به أبوالحسن بن البخاري و زينب بنت مكي قالا أخبرنا أبو حفص بن طبرزد قال أخبرنا الحافظ أبو البركات الأنماطي قال أخبرنا أبو محمد الصريفيني قال أخبرنا أبو القاسم بن حبابة قال أخبرنا عبدالله بن محمد البغوي قال حدثنا علي بن الجعد قال أخبرنا زهير عن أبي اسحاق عن عبدالرحمن بن سعد قال كنت عند عبدالله بن عمر فخدرت رجله فقلت له يا أبا عبدالرحمن ما لرجلک قال اجتمع عصبها من هاهنا قال قلت ادع أحب الناس اليک فقال يا محمد فانبسطت.

(رواه عن ابي نعيم عن سفيان عن ابي اسحاق مختصرا. أخرج هذا الحديث الحافظ المزي في تهذيب الكمال)

ترجمہ: پاؤں سُن ہونے پر ابن عمر رضی اللہ عنہ کے "یا محمد" (ﷺ) کہنے والی روایت کا ذکر امام مزی رحمۃ اللہ علیہ (م۷۴۲ھ) نے عبدالرحمٰن ابن سعد کی سوانح عمری کے تحت بیان کیا ہے، جو کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ایک آزاد کردہ غلام تھے۔

نوٹ: مذکورہ حدیث ۸ کی عبارت کا ترجمہ وہی ہے جو سابقہ حدیث کا ہے، اس لیے ہم یہاں درج بالا حدیث کا مکمل ترجمہ پیش نہیں کر رہے ہیں۔

امام مزی نے اس حدیث کو دو سندوں سے بیان کیا ہے۔ پہلی سند میں علی ابن جعد، زہیر اور ابو اسحٰق ہیں۔ اور دوسری سند میں ابو نعیم، سفیان اور ابو اسحٰق ہیں۔ جیسا کہ امام بخاری کی الادب المفرد میں پائی جاتی ہیں۔

(تہذیب الکمال از امام المزی، ۱۷/۱۴۲، حدیث ۳۸۳۲، مطبع موسسات الرسالۃ، بیروت، سن شاعت ۱۴۰۰ھ)

غور کریں امام مزی نے نہ اس حدیث کو ضعیف قرار دیا اور نہ ہی اس عمل کو شرک کہا۔

حدیث ۹:

رويـنـا فـي كـتـاب ابـن الـسـنـي عـن الهيثم بن حنش قال: ''كنا عند عبدالله بن عمر رضي الله عنهما فخدرت رجله، فقال له رجل: اذكر أحب الـنـاس اليک، فـقـال: يـا مـحـمـد صلى الله عليه وسلم، فكأنما نشط من عقال۔ (النووی فی الاذکار)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۶ ھ) نقل کرتے ہیں:

''ابن سنّی نے ہیثم ابن حنش سے روایت کیا کہ مَیں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور ابن عمر کا پاؤں سُن ہو گیا۔ مَیں نے اُن سے کہا، اُس شخص کو یاد کیجیے جس سے آپ سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا ''یا محمد'' (ﷺ) اور اُن کی پریشانی دور ہوگئی۔''

(کتاب الاذکار، ص ۳۸۷، ناشر الدار المصریہ اللبنانیہ، مصر)

نوٹ: امام نووی نے اس حدیث کو ''کیا کرنا چاہیے اگر کسی شخص کا پاؤں سُن ہو جائے'' باب کے تحت نقل کیا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام نووی کے عقیدے کے مطابق پاؤں سُن ہونے پر ''یا محمد'' (ﷺ) کہنا جائز ہے، نہ کہ شرک۔

حدیث ۱۰:

عن الهيثم بن حنش قال كنا عند عبدالله بن عمر رضي الله عنهما فـخـدرت رجـلـه فـقـال له رجل: اذكر أحب الناس اليک فقال: يا محمد فكأنما نشط من عقال. (ابن تيمية في الكلم الطيب)

ترجمہ: ابن تیمیہ (م ۷۲۸ ھ) نقل کرتے ہیں:

''ہیثم بن حنش بیان کرتے ہیں: مَیں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور اُن کا پاؤں سُن ہو گیا۔ مَیں نے اُن سے کہا آپ اُس شخص کو یاد کیجیے جس سے آپ سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔'' انہوں نے کہا ''یا محمد'' (ﷺ) اور اُن کی تکلیف دور ہوگئی۔

۱۔ الکلمۃ الطیب، ابن تیمیہ، ص ۱۵۶ م قطر، سن اشاعت ۱۴۰۱ھ (عکس ملاحظہ کریں)

۲۔الکلمۃ الطیب ،ابن تیمیہ،ص۱۷۲-۱۷۳،ناشر مکتبۃ الاسلامی،بیروت،سن اشاعت ۱۹۷۷ء

نوٹ: ابن تیمیہ نے اس حدیث کو ''کیا کرنا چاہیے اگر کسی شخص کا پاؤں سُن ہو جائے'' باب کے تحت نقل کیا ہے۔جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابن تیمیہ کے نزدیک بھی پاؤں سُن ہونے پر ''یا محمد'' (ﷺ) کہنا جائز ہے،شرک نہیں۔

حدیث ۱۱:

عن الهيثم بن حنش قال كنا عند عبدالله بن عمر رضي الله عنهما فخدرت رجله فقال له رجل اذكر احب الناس اليک فذكر محمدا فكانما نشط من عقال وعن مجاهد رحمه الله قال خدرت رجل رجل عند ابن عباس رضى الله عنهما فقال اذكر احب الناس اليک فقال محمد فذهب خدره. (ابن القيم في الوابل الصيب من الكلم الطيب)

ترجمہ: ابنِ قیم الجوزیہ(م ۷۵۱ھ) نے اس حدیث کو اپنی کتاب **الوابل الصیب من الکلم الطیب** میں اس حدیث کو امام مزی کی بیان کردہ اسناد کی روایت سے نقل کیا ہے، جیسا کہ حدیث نمبر ۵، ۶ اور ۷ میں گزرا۔واضح ہو کہ ابنِ قیم الجوزیہ کا شمار ابنِ تیمیہ کے خاص شاگردوں میں ہوتا ہے۔(**الوابل الصیب من الکلم الطیب** ،ج۱،ص۲۰۴،ناشر دارالکتاب العربی،بیروت،سن اشاعت ۱۴۰۵ھ)

نوٹ: ابن قیم الجوزیہ نے اس حدیث کو ''کیا کرنا چاہیے اگر کسی شخص کا پاؤں سُن ہو جائے'' باب کے تحت نقل کیا ہے۔جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابن قیم الجوزیہ کے نزدیک بھی پاؤں سُن ہونے پر ''یا محمد'' (ﷺ) کہنا جائز ہے،نہ کہ شرک۔

حدیث ۱۲:

قال في النهاية : ومنه حديث ابن عمر أنها خدرت رجله فقيل له: ما لرجلک؟، فقال: اجتمع عصبها، قيل اذكر أحب الناس اليک؟، فقال: "يا

محمد فبسطها" انتھی (الشوکانی فی تحفة الذاکرین)

ترجمہ: مذکورہ بالا حدیث کو قاضی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) نے بھی نقل کیا ہے۔

(تحفۃ الذاکرین، ناشر دار القلم، بیروت، سن اشاعت ۱۹۸۴ء)

موجودہ دور کے وہ افراد جن کو مسلمانوں کے ہر عمل میں شرک و بدعت دکھائی دیتا ہے، غور فرمائیں کہ وہ علما جن کو وہ اپنا پیشوا اور امام مانتے ہیں یعنی ابنِ تیمیہ اور ابنِ قیم الجوزیہ، ان دو عالموں نے "یا محمد" (ﷺ) پکارنے والی مذکورہ بالا حدیث کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ اپنے وقت کے امام اور حافظِ حدیث امام مزی کے نزدیک حدیث کی سند میں نہ کوئی ضعف ہے، اور نہ ہی انہوں نے اس کے متن میں کچھ خامی پائی۔

بالفرض مذکورہ بالا تمام احادیث کی اسناد کو ضعیف تسلیم بھی کرلیا جائے (جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے) تب بھی اصولِ حدیث کے مطابق یہ تمام ضعیف احادیث ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں اور حدیث کا درجہ "حسن صحیح" ہوگا۔

قارئین غور کریں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے تقریباً گیارہ سو ۱۱۰۰ سال کے بعد البانی اس دنیا میں آیا۔ گیارہ سو سال میں کسی حدیث کے امام نے اس حدیث کو ضعیف قرار نہیں دیا۔ چونکہ وہابیوں کے نزدیک حرفِ ندا "یا" کا استعمال شرک ہے، اس لیے البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ البانی کے انتقال کے بعد اُن کی اندھی تقلید کرنے والے نام نہاد اہلِ حدیث آج خود ساختہ مجتہد اور محدث بننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور وہ حدیث دانی میں ایسا دعویٰ کرتے ہیں جیسے اُن کا علم امام بخاری، امام ابن سعد، امام مزی وغیرہ سے بھی بالاو برتر ہے۔

دشمنانِ اسلام کا یہ مشن و مقصد ہے کہ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا جائے۔ اور اس کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ علما کی علمی تحقیق و فیصلوں کی مخالفت وہ لوگ کریں جو علم سے کوسوں دور ہیں۔ اگر ہم مسلمان آپس میں متحد و متفق رہنا چاہتے ہیں تو اہلِ سُنّت و

جماعت کے علما کی پیروی کریں، جو اسلاف کے صحیح جانشین ہیں۔

اسناد کی تحقیق:

گزشتہ سطروں میں جو حدیث نمبر ا گزری ہے، اب ہم اس کی اسناد کی تحقیق پیش کریں گے۔اس حدیث کو امام بخاری نے الادب المفرد میں نقل کیا ہے۔

امام بخاری< ...... ابونعیم < ......سفیان< ......ابواسحٰق < ......عبد الرحمٰن ابن سعد ......

ابو نعیم: ان کا نام سفیان بن دکین ہے۔یہ ثقہ ثبت تھے جیسا کہ امام ابن حجر العسقلانی نے تهذیب التهذیب میں (حدیث نمبر ۵۴۰۱) نقل کیا ہے۔تهذیب التهذیب ،ج ۸ میں تحریر فرماتے ہیں: ابونعیم نے دونوں ''سفیان'' یعنی سفیان ابن عینیہ اور سفیان ثوری سے حدیث سماعت کی۔مزید یہ کہ انہوں نے زہیر ابن معاویہ سے بھی سماعت کی۔

[۵۰۵] ع الستة الفضل بن دكين وهو لقب واسمه عمرو بن حماد بن زهير بن درهم التيمي مولى آل طلحة ابو نعيم الملائي الكوفي الأحول روى عن الأعمش و أيمن بن نابل و سلمة بن وردان و سلمة بن نبيط و يونس بن أبي اسحاق و عيسى بن طهمان و عبدالرحمن بن الغسيل و فطر بن خليفة و مصعب بن سليم و يحيى بن أبي الهيثم العطار والمسعودي وأبي العميس و ورقاء والثوري و مالک بن مغول و مالک بن أنس و ابن أبي ذئب و محمد بن طلحة بن مصرف و مسعر و معمر بن يحيى أبن سام و نصير بن أبي الأشعث و موسى بن علي بن رباح و هشام بن سعد المدني و هشام الدستوائي و همام بن يحيى و سيف بن أبي سليمان و عمر بن ذر و صخر بن جويرية و ابراهيم بن نافع المكي و اسحاق بن سعيد السعيدي و اسرائيل و أفلح بن حميد و اسماعيل بن مسلم و جعفر بن برقان و مسعر بن كدام و داؤد بن قيس الفراء و زكرياء بن أبي زائدة و أبي خيثمة زهير بن معاوية و سعيد بن عبيد الطائي و بشير بن مهاجر و شيبان النحوي و

عبدالملک بن حميد بن أبي غنية و عزرة بن ثابت و عبيدالله بن محرز و
عاصم بن محمد بن زيد بن عبدالله بن عمر و عبدالعزيز بن أبي سلمة
الماجشون و أبي عاصم محمد بن أيوب الثقفي و نافع بن عمر الجمحي و
أبي الأشهب العطاردي و أبي شهاب الحناط و عبدالسلام بن حرب و ابن
عينية و خلق روى عنه البخاري فأكثر و روى هو والباقون بواسطة يوسف
بن موسى القطان و محمد بن عبدالله بن نمير و أبي خيثمة و أبي بكر بن
أبي شيبة و اسحاق بن راهويه و أبو سعيد الاشج و عبد بن حميد والحسن
الزعفراني و محمد بن داؤد المصيصي و محمد بن سليمان الأنبارى و
أحمد بن محمد بن المعلى الآدمي و هارون بن عبدالله الحمال و أحمد بن
منيع و محمد بن أحمد بن مردويه و محمود بن غيلان و أبو داود الحراني
و عباس الدوري و محمد بن اسماعيل بن علية والحسن بن اسحاق
المروزي و أحمد بن يحيى الكوفي و عبدالأعلى بن واصل و عمرو بن
منصور النسائي و محمود بن اسماعيل بن أبي ضرار الرازي و محمد بن
يحيى الذهلي و روى عنه أيضا عبدالله بن المبارک و مات قبله بدهر طويل
و عثمان بن أبي شيبة و يحيى بن معين و أحمد بن حنبل و علي بن خشرم و
أبو مسعود الرازي و أبو زرعة و أبو حاتم و الصنعاني و أبو اسماعيل
الترمذي و يعقوب بن شيبة و أحمد بن الحسن الترمذي و ابراهيم الحربي
و ابراهيم بن يزيد و علي بن عبدالعزيز البغوى و اسحاق بن الحسن
الحربي و الحارث بن أبي أسامة والكديمي و بشر بن موسى و خلق كثير
قال محمد بن سليمان الباغندي سمعت أبا نعيم يقول حدثنا الفضل بن
عمرو بن حماد ودكين لقب وقيل ان رجلا قال لأبي نعيم كان اسم أبيک
دكينا قال كان اسم أبي عمرا ولكنه لقبه فروة الجعفي دكينا وقال حنبل بن
اسحاق قال أبو نعيم كتبت عن نيف ومائة شيخ ممن كتب عنه سفيان وقال

الفضل بن زياد الجعفي عن ابى نعيم شاركت الثوري في ثلاثة عشر ومائة شيخ وقال أبو عوف الدوري عن أبي نعيم قال لي سفيان مرة وسألته عن شيء أنت لا تبصر النجوم بالنهار فقلت وأنت لا تبصرها كلها بالليل فضحك وقال صالح بن أحمد قلت لأبي وكيع و عبدالرحمن بن مهدي و يزيد بن هارون أين يقع أبو نعيم من هؤلاء قال على النصف الا أنه كيس يتحرى الصدق قلت فأبو نعيم أثبت أو وكيع قال أبو نعيم أقل خطا قلت فأيما أحب اليك أبو نعيم أو بن مهدي قال ما فيهما الاثبت الا أن عبدالرحمن كان له فهم وقال حنبل عن أحمد أبو نعيم أعلم بالشيوخ وانسابهم وبالرجال و وكيع أفقه وقال يعقوب بن شيبة أبو نعيم ثقة ثبت صدوق سمعت أحمد بن حنبل يقول أبو نعيم يزاحم به بن عينية فقال له رجل وأي شيء عند أبي نعيم من الحديث ووكيع أكثر رواية فقال هو على قلة روايته أثبت من وكيع وعن أبي زرعة الدمشقي عن أحمد مثله وقال الفضل بن زياد قلت لأحمد يجري عندك بن فضيل مجرى عبيدالله بن موسى قال لا كان بن فضيل أثبت فقلت و أبو نعيم يجري مجراهما قال لا أبو نعيم يقظان في الحديث وقام في الأمر يعني في الامتحان وقال المروذي عن أحمد قال يحيى و عبدالرحمن أبو نعيم الحجة الثبت كان أبو نعيم ثبتا قال أيضا عن أحمد و انما ورفع الله عفان و أبا نعيم بالصدق حتى نوه بذكرهما وقال مهنأ سألت أحمد عن عفان و أبي نعيم فقال هما العقدة وفي رواية ذهبا محمودين وقال زياد بن أيوب عن أحمد أبو نعيم أقل خطأ من وكيع وقال عبدالصمد بن سليمان البلخي سمعت أحمد يقول ما رأيت أحفظ من وكيع وكفاك بعبدالرحمن اتقانا وما رأيت أشد ثبتا في الرجال من يحيى وأبو نعيم أقل الاربعة خطأ قلت يا ابا عبدالله يعطي فيأخذ فقال أبو نعيم صدوق ثقة موضع للحجة في الحديث وقال الميموني عن أحمد

ثقة كان يقظان في الحديث عارفا به ثم قام في أمر الامتحان ما لم يقم غيره عافاه الله واثنى عليه وقال أحمد بن الحسن الترمذي سمعت أحمد يقول اذا مات أبو نعيم صار كتابه اماما اذا اختلف الناس في شئ فزعوا اليه وقال أبو داود عن أحمد كان يعرف في حديثه الصدق وقال أبو بكر بن أبي خيثمة سئل يحيى بن معين أى أصحاب الثوري أثبت قال خمسة يحيى و عبدالرحمن ووكيع و ابن المبارك و أبو نعيم وقال أبو زرعة الدمشقي سمعت بن معين يقول ما رأيت أثبت من رجلين أبي نعيم و عفان قال وسمعت أحمد بن صالح يقول ما رأيت محدثا أصدق من أبي نعيم وقال أبو حاتم سألت علي بن المديني من أوثق أصحاب الثوري قال يحيى و عبدالرحمن و وكيع و أبو نعيم و أبو نعيم من الثقات وقال بن عمار أبو نعيم متقن حافظ اذا روى عن الثقات فحديثه أرجع ما يكون وقال الحسين بن ادريس خرج علينا عثمان بن أبي شيبة فقال حدثنا الاسد فقلنا من هو فقال الفضل بن دكين وقال الآجري قلت لابي داود كان أبو نعيم حافظا قال جدا وقال العجلي أبو نعيم الاحول كوفي ثقة ثبت في الحديث وقال يعقوب بن سفيان أجمع أصحابنا على أن أبا نعيم كان غاية في الاتقان وقال بن أبي حاتم سئل أبو زرعة عن أبي نعيم و قبيصة فقال أبو نعيم أتقن الرجلين وقال ابو حاتم ثقة كان يحفظ حديث الثوري و مسعر حفظا كان يحرز حديث الثوري ثلاثة آلاف و خمسمائة و حديث مسعر نحو خمسمائة كان ياتي بحديث الثوري على لفظ واحد لا يغيره وكان لا يلقن وكان حافظا متقنا وقال أبو حاتم أيضا لم أر من المحدثين من يحفظ يأتي بالحديث على لفظ واحد لا يغيره سوى قبيصة و أبي نعيم في حديث الثوري و يحيى الحماني في شريك وعلي بن الجعد في حديثه وقال أحمد بن عبدالله الحداد سمعت أبا نعيم يقول نظر بن المبارك في كتبي

فقال ما رأيت أصح من كتابك وقال أحمد بن منصور الرمادي خرجت
مع أحمد ويحيى الى عبدالرزاق أخدمهما فلما عدنا الى الكوفة قال يحيى
لاحمد أريد أن اختبر أبا نعيم فقال له أحمد لا تزيد الرجل الا ثقة فقال
يحيى لا بدلي فأخذ ورقة وكتب فيها ثلاثين حديثا من حديث أبى نعيم
وجعل على رأس كل عشرة منها حديثا ليس من حديثه ثم جاؤوا الى أبي نعيم
فخرج فجلس على دكان على دكان فأخرج يحيى الطبق فقرأ عليه عشرة
ثم قرأ الحادي عشر فقال أبو نعيم ليس من حديثى اضرب عليه ثم قرأ
العشر الثاني وأبو نعيم ساكت فقرأ الحديث الثاني فقال ليس من حديثى
اضرب عليه ثم قرأ العشر الثالث و قرأ الحديث الثالث فانقلبت عيناه
وأقبل على يحيى فقال أما هذا و ذراع أحمد في يده فاورع من أن يعمل
هذا وأما هذا يريدني فاقل من أن يعمل هذا ولكن هذا من فعلك يا فاعل
ثم أخرج رجله فرفسه فرمى به وقام فدخل داره فقال أحمد ليحيى ألم أقل
لك أنه ثبت قال والله لرفسته أحب الى من سفرتي وقال حنبل بن اسحاق
سمعت أبا عبدالله يقول شيخان كان الناس يتكلمون فيهما وينكرونهما
وكنا نلقى من الناس في أمرهما ما الله به عليم قاما لله بامر لم يقم به أحد أو
كبير أحد مثل ما قاما به عفان و أبو نعيم يعني بالكلام فيهما لانهما كانا
يا خذان الأجرة من التحديث وبقيامهما عدم الأجابة في المحنة وقال
محمد بن اسحاق الثقفي سمعت الكديمي يقول لما أدخل أبو نعيم على
الوالي ليمتحنه وثم أحمد بن يونس و أبو غسان وغيرهما فأول من امتحن
فلان فأجاب ثم عطف على أبى نعيم فقال قد أجاب هذا ما تقول فقال والله
ما زلت اتهم جده بالزندقة ولقد أدركت الكوفة وبها سبع مائة شيخ كلهم
يقولون ان القرآن كلام الله وعنقى أهون على من زري هذا قال فقام اليه
أحمد بن يونس فقبل رأسه وكان بينهما شحناء وقال جزاك الله من شيخ

خيرا و روى بعضها البخاري عن الكديمي عن أبي بكر بن أبي شيبة بالمعني وفيها ثم أخذ زره فقطعه ثم قال رأسي أهون علي من زري هذا وقال أحمد بن ملاعب سمعت أبا نعيم يقول ولدت سنة ثلاثين ومائة في آخرها وقال ابراهيم الحربي كان بين وكيع و أبي نعيم سنة وفات أبا نعيم في تلك السنة الخلق وقال يعقوب بن سفيان مات أبو نعيم سنة ثماني عشرة ومائتين وكان مولده سنة ثلاثين وقال حنبل بن اسحاق وغير واحد مات سنة تسع عشرة ومائتين وقال بعضهم في سلخ شعبان و بعضهم في رمضان وقال علي بن خشرم سمعت أبا نعيم يقول يلومونني على الاجر وفي بيتي ثلاثة عشر وما في بيتي رغيف قلت قال بن سعد في الطبقات أنا عبدوس بن كامل قال كنا عند أبي نعيم في ربيع الاول سنة سبع عشرة فذكر رؤيا رآها فأولها أنه يعيش بعد ذلك يومين ونصفا أو شهرين و نصفا أو عامين و نصفا قال فعاش بعد الرؤيا ثلاثين شهرا ومات لانسلاخ شعبان في سنة تسع عشرة قال بن سعد وكان ثقة مأمونا كثير الحديث حجة وقال بن شاهين في الثقات قال أحمد بن صالح ما رأيت محدثا أصدق من أبي نعيم وكان يدلس أحاديث مناكير وقال النسائي في الكنى أبو نعيم ثقة مأمون وقال أبو أحمد الفراء سمعتهم يقولون بالكوفة قال أمير المؤمنين وانما يعنون الفضل بن دكين رواه الحاكم في تاريخه وقال الخطيب في تاريخه كان أبو نعيم مزاحا ذا دعابة مع تدينه وثقته و أمانته وقال يوسف بن حسان قال أبو نعيم ما كتبت على الحفظة اني سبب معاوية وقال وكيع اذا وافقني هذا الاحوال ما باليت من خالفني وقال علي بن المديني كان أبو نعيم عالما بأنساب العرب أعلم بذلك من يحيى بن سعيد القطان وقال بن معين كان مزاحا ذكر له حدث عن زكريا بن عدي فقال ماله وللحديث ذاك بالتوراة أعلم يعني أن أباه كان يهوديا فأسلم وقال له رجل خراساني يا أبا نعيم اني

أريد الخروج فأخبرني باسمک قال اسمي دعاک فمضى قال ورأيته مرة ضرب بيده على الارض فقال أنا أبو العجائز۔

سوال: ابونعیم نے کس سفیان سے سماعت کی، سفیان ثوری یا سفیان ابن عیینہ؟

جواب: دونوں ہی سفیان، یعنی سفیان ابن عیینہ اور سفیان ثوری ثقہ اور حافظِ حدیث ہیں، جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب میں نقل کیا ہے۔ بعض لوگ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ سفیان ثوری مدلّس تھے [۱] اور یہی بات سفیان بن عیینہ کے بارے میں کہی جا سکتی ہے۔ چونکہ وہ ثقہ راویوں کی تدلیس کرتے تھے۔

ان اشکال کا جواب یہ ہے کہ اس سند میں کوئی سے بھی سفیان ہوں اور اس بات کو بھی تسلیم کیا جائے کہ دونوں تدلیس بھی کرتے تھے، پھر بھی اس سند کی تقویت ایک دوسری سند سے ملتی ہے جس میں زہیر ابن معاویہ موجود ہیں۔ جیسا کہ امام ابن سعد (مذکورہ حدیث ۳ ملاحظہ ہو) نے نقل کیا ہے۔
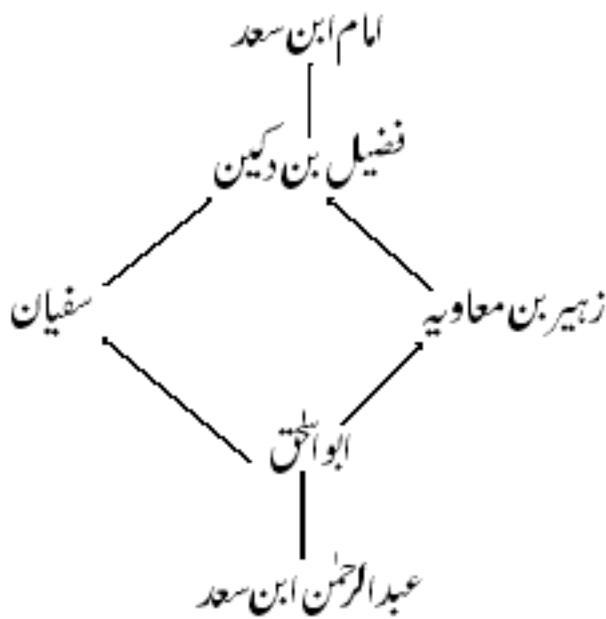
غور کریں مذکورہ بالا سند میں فضیل بن دکین (ان کا دوسرا نام ابونعیم ہے) نے دو راویوں سے سماعت کی۔ پہلا سفیان، دوسرا زہیر بن معاویہ۔ اگر سفیان والی سند کو تھوڑے

دیر کے لیے نظر انداز بھی کیا جائے تو دوسری سند موجود ہے جس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

قارئین یہ بھی غور کریں کہ مذکورہ بالا حدیث ۷ کی سند میں کوئی بھی سفیان شامل نہیں۔

امام ابن سنی <=.....احمد بن حسن <=.....علی ابن جعد <=.....زہیر بن معاویہ <=.....ابواسحٰق <=.....عبدالرحمٰن ابن سعد

مذکورہ بالا دونوں سندوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ علی ابن جعد نے زہیر سے سماعت کی اور ابونعیم (فضیل بن دکین) نے نہ صرف دونوں میں سے کسی ایک سفیان سے سماعت کی بلکہ زہیر ابن معاویہ سے بھی سماعت کی۔

سوال: ابن حجر تقریب التہذیب میں تحریر فرماتے ہیں کہ زہیر ثقہ اور ثبت راوی ہیں لیکن انھوں نے ابواسحٰق سے اس وقت حدیث سماعت کی جب ابواسحٰق کا حافظہ کمزور ہو چکا تھا۔

[۲۰۵۱] زهير بن معاوية بن حديج أبو خيثمة الجعفي الكوفي نزيل الجزيرة ثقة ثبت الا أن سماعه عن أبي اسحاق بأخرة من السابعة مات سنة اثنتين أو ثلاث أو أربع وسبعين وكان مولده سنة مائة .

جواب: اس بات کی کوئی دلیل موجود نہیں کہ زہیر نے ابواسحٰق سے جو حدیث روایت کی اس میں کچھ علت پائی جاتی ہو۔ کیونکہ سفیان (جن کا حافظہ قوی تھا) نے بھی ابواسحٰق سے حدیث روایت کی ہے، جو زہیر کی روایت کردہ حدیث کے مطابق ہے اور اس کو تقویت پہنچاتی ہے۔ وہ احادیث جن میں زہیر نے ابواسحٰق سے روایت کیا ہے صحیح بخاری و مسلم میں ملتی ہے۔

مثال: صحیح بخاری میں ہے:

صحيح البخاري، الجزء الثاني ٢٠، كتاب الجهاد والسير ٩٦،

باب: من صف أصحابه عند الهزيمة ونزل عن دابته واستنصر

[۲۷۷۲]: حدثنا عمرو بن خالد: حدثنا زهير: حدثنا أبو اسحاق قال: سمعت البراء وسأله رجل

أكنتم فررتم يا أبا عمارة يوم حنين؟ قال: لا والله، ما ولى رسول الله

صلى الله عليه وسلم، ولكنه خرج شبان أصحابه وأخفاؤهم حسرا ليس بسلاح، فأتوا قوما رماة، جمع هوازن و بني نصر، ما يكاد يسقط لهم سهم، فرشقوهم رشقا ما يكادون يخطئون، فأقبلوا هنالك الى النبي صلى الله عليه وسلم وهو على بغلته البيضاء، وابن عمه أبو سفيان بن الحارث بن عبدالمطلب يقود به، فنزل واستنصر، ثم قال : (أنا النبي لا كذب، أنا ابن عبدالمطلب) . ثم صف أصحابه.

صحيح البخاري، الجزء الثاني. ٦٥ ــ كتاب المناقب. ٢٢ ــ باب: علامات النبوة في الاسلام

[٣٤١٩] حدثنا محمد بن يوسف: حدثنا أحمد بن زيد بن ابراهيم، أبو الحسن الحزاني: حدثنا زهير بن معاوية. حدثنا أبو اسحاق: سمعت البراء ابن عازب يقول.

جاء ابو بكر رضي الله عنه الى ابي في منزله، فاشترى منه رحلا، فقال لعازب: ابعث ابنك يحمله معي، قال: فحملته معه، وخرج أبي ينتقد ثمنه، فقال له أبي: يا أبا بكر، حدثني كيف صنعتما حين سريت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: نعم، أسرينا ليلتنا ومن الغد، حتى قام قائم الظهيرة وخلا الطريق لا يمر فيه أحد، فرفعت لنا صخرة طويلة لها ظل، لم تأت عليه الشمس، فنزلنا عنده، وسويت للنبي صلى الله عليه وسلم مكانا بيدي ينام عليه، و بسطت فيه فروة، وقلت: نم يا رسول الله وأنا أنفض لك ما حولك، فنام وخرجت أنفض ما حوله، فاذا أنا براع مقبل بغنمه الى الصخرة، يريد منها مثل الذي أردنا، فقلت: لمن أنت يا غلام، فقال: لرجل من أهل المدينة أو مكة، قلت: أفي غنمك لبن؟ قال: نعم، قلت: أفتحلب، قال: نعم، فأخذ شاة، فقلت: انفض الضرع من التراب والشعر

والقذی، قال: فرأیت البراء یضرب احدی یدیه علی الاخری ینفض، فحلب في قعب كثبة من لبن، ومعي اداوة حملتها للنبي صلی الله علیه وسلم یرتوی منها، یشرب ویتوضأ، فأتیت النبي صلی الله علیه وسلم فكرهت أن أوقظه، فوافقته حین استیقظ، فصببت من الماء علی اللبن حتی برد أسفله، فقلت: اشرب یا رسول الله، قال: فشرب حتی رضیت، ثم قال: (ألم یأن الرحیل). قلت: بلی، قال: فارتحلنا بعد ما مالت الشمس، واتبعنا سراقة بن مالک، فقلت: أتینا یا رسول الله، فقال: (لا تحزن ان اللّٰه معنا). فدعا علیه رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم فارتطمت به فرسه الی بطنها. أری. في جلد من الارض. شک زهیر. فقال: اني أراكما قد دعوتما علي، فادعوا لي، فالله لكما أن أرد عنكما الطلب، فدعا له النبي صلی الله علیه وسلم فنجا، فجعل لا یلقی أحدا الا قال: كفیتكم ما هنا، فلا یلقی احدا الا رده، قال: ووفی لنا.

مثال صحیح مسلم میں ھے:

الجزء الاول. ۲ ـ کتاب صلاة المسافرین وقصرها. (۲) باب قصر الصلاة بمنی

(۲۹۲). ۲ حدثنا أحمد بن عبدالله بن یونس. حدثنا زهیر. حدثنا أبو اسحاق. حدثني حارثة بن وهب: الخزاعي: قال

صلیت خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم بمنی، والناس أكثر ما كانوا، فصلی ركعتین في حجة الوداع قال مسلم: حارثة بن وهب الخزاعي، هو أخو عبیدالله بن عمر بن الخطاب، لامه.

غور طلب بات یہ ہے کہ دونوں سفیان کی روایت کو تقویت نہ صرف زہیر کی روایت سے ملتی ہے بلکہ اسرائیل ابن یونس بھی ان کی روایتوں کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ (گزشتہ

صفحات میں حدیث ۶ کی سند کا مطالعہ کریں)

نوٹ: اسرائیل بن یونس' ابو اسحاق السبیعی کے پوتے ہیں اور ان کے متعلق امام ابن حجر تقریب التھذیب میں نقل فرماتے ہیں:

[۴۰۱] اسرائیل بن یونس بن أبي اسحاق السبیعي الهمداني أبو یوسف الكوفي ثقة تكلم فيه بلا حجة من السابعة مات سنة ستين وقيل بعدها ع.

یعنی: اسرائیل بن یونس ایک ثقہ راوی ہیں، بعض لوگوں نے جو ان پر کلام کیا ہے اُس کی کوئی دلیل اور حجت نہیں۔ ان کی روایتیں صحاح ستہ میں بھی پائی جاتی ہیں۔

اسرائیل ابن یونس کی بیان کردہ وہ احادیث جو انہوں نے ابو اسحق سے روایت کیں اس کی مثال صحیح بخاری اور مسلم میں ملتی ہے۔

مثال: صحیح بخاری میں ہے:

(غور کریں ابو اسحق السبیعی اپنے شیخ سے عن سے روایت کرتے ہیں۔

صحيح البخاری، باب: من ترک بعض الاختيار، مخافة أن يقصر فهم بعض الناس. ۴۸۔ كتاب العلم. ۳۔ الجزء الاول، عنه، فيقعوا فی أشد منه.

۱۲۶- حدثنا عبيدالله بن موسى، عن اسرائيل، عن أبی اسحاق، عن الاسود قال: قال لي ابن الزبير كانت عائشة تسر اليک كثيرا، فما حدثتک في الكعبة؟ قلت: قالت لي: قال النبي صلى الله عليه وسلم: (يا عائشة لو لا قومک حديث عهدهم. قال ابن الزبير. بكفر، لنقضت الكعبة، فجعلت لها بابين: باب يدخل الناس وباب يخرجون). ففعله ابن الزبير.

(۳۷۴۱) حدثنا عبدالله بن رجاء: حدثنا اسرائيل، عن أبی اسحاق، عن البراء قال: كنا أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم نتحدث أن عدة أصحاب بدر على عدة أصحاب طالوت الذين جاوزوا معه النهر، ولم

يجاوز معه الا مؤمن، بضعة عشر وثلاثمائة.

(۳۳۵۲) حدثنا عبدالله بن رجاء: حدثنا اسرائيل، عن أبي اسحاق، عن وهب أبي جحيفة السوائي قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم، ورأيت بياضا من تحت شفته السفلى، العنفقة

مثال: صحیح مسلم میں ھے:

صحيح مسلم. الجزء الرابع. ۵۳ ـ كتاب الزهد والرقائق. ۱۹ ـ باب في حديث الهجرة. ويقال له: حديث الرحل

۷۵-م (۲۰۰۹) وحدثنيه زهير بن حرب. حدثنا عثمان بن عمر. ح وحدثناه اسحاق بن ابراهيم. اخبرنا النضر بن شميل. كلاهما عن اسرائيل، عن ابي أسحاق، عن البراء. قال:

اشترى أبو بكر من أبي رحلا بثلاثة عشر درهما. وساق الحديث. بمعنى حديث زهير عن أبي اسحاق. وقال في حديثه، من رواية عثمان بن عمر: فلما دنا دعا عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم. فساخ فرسه في الارض الى بطنه. ووثب عنه. وقل: يا محمد! قد علمت أن هذا عملک. فادع الله أن يخلصني مما أنا فيه. ولک علي لاعمين على من ورائي. وهذه كنانتي. فخذسهما منها. فانک ستمر على ابلي و غلماني بمكان كذا وكذا. فخذ منها حاجتک. قال "لا حاجة لي في ابلک" فقدمنا المدينة ليلا. فتنازعوا أيهم ينزل عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم. فقال "انزل على بني النجار، أخوال عبدالمطلب، أكرمهم بذلک" فصعد الرجال والنساء فوق البيوت. وتفرق الغلمان والخدم في الطرق. ينادون: يا محمد! يا رسول الله! يا محمد! يا رسول الله.

ابو اسحٰق السبیعی (جو عمرو بن عبد اللہ سے مشہور ہیں) کے متعلق ابن حجر تہـــــذیـــــب

التہذیب، جلد ۸ میں فرماتے ہیں:

[۱۰۰] ع الستة عمرو بن عبدالله بن عبيد ويقال علي ويقال بن أبي شعيرة أبو اسحاق السبيعي الكوفي والسبيع من همدان ولد لسنتين من خلافة عثمان قاله شريک عنه روى عن علي بن أبي طالب والمغيرة بن شعبة وقد رآهما وقيل لم يسمع منهما وعن سليمان بن صرد و زيد بن أرقم والبراء بن عازب و جابر بن سمرة و حارثة بن وهب الخزاعي و حبيش بن جنادة و ذي الجوشن و عبدالله بن يزيد الخطمي وعدي بن حاتم و عمرو بن الحارث بن أبي ضرار والنعمان بن بشير و أبي جحيفة السوائي والاسود بن يزيد النخعي و أخيه عبدالرحمن بن يزيد و ابنه عبدالرحمن بن الاسود والاغرابي مسلم و يزيد بن أبي مريم والحارث الاعور وحارثة بن مضرب و سعيد بن جبير و سعيد بن وهب وصلة بن زفر و عامر بن سعد البجلي والشعبي و عبدالله بن عتبة بن مسعود و عبدالله بن معقل بن مقرن و أبي ميسرة عمرو بن شرحبيل والعيزار بن حريث و مسروق بن الاجدع و علقمة وقيل لم يسمع منه ومصعب و عامر و محمد ابني سعد بن ابي وقاص و موسى بن طلحة بن عبيدالله وهانئ بن هاني و هبيرة بن يريم و أبي الاحوص الجشمي وأبي بردة وأبي بكر ابني أبي موسى و أبي عبيدة بن عبدالله بن مسعود و خلق كثير و عنه ابنه يونس و ابن ابنه اسرائيل بن يونس و ابن ابنه الآخر يوسف بن اسحاق و قتادة و سليمان التيمي و اسماعيل بن ابي خالد والاعمش و فطر بن خليفه و جرير بن حازم و محمد بن عجلان و عبدالوهاب بن بخت و حبيب بن الشهيد و يزيد بن عبدالله بن الهاد و شعبة و مسعر والثوري وهو أثبت الناس فيه وزهير بن معاوية و زائدة بن قدامة و زكرياء بن أبي زائدة والحسن بن حمزة و حمزة الزيات و

رقبة بن مصقلة و أبو حمزة السكري و أبو الاحوص و شريک و عمر بن أبي زائدة و عمرو بن قيس الملائي و مطرف بن طريف و مالک بن مغول والاجلح بن عبدالله الكندي و زيد بن أبي أنيسة و سليمان بن مسعود والمسعودي و عمر بن عبيد الطنافسي والمطلب بن زياد و سفيان بن عيينة و آخرون قال عبدالله بن أحمد قلت لابي أيما أحب اليک أبو اسحاق أو السدي فقال أبو اسحاق ثقة ولكن هؤلاء الذين حملوا عنه بآخره وقال بن معين والنسائي ثقة وقال بن المديني أحصينا مشيخته نحوا من ثلاثمائة شيخ وقال مرة أربعمائة وقد روى عن سبعين أو ثمانين لم يرو عنهم غيره وقال العجلي كوفي تابعي ثقة والشعبي أكبر منه بسنتين ولم يسمع أبو اسحاق من علقمة ولم يسمع من حارث الأعور الا أربعة أحاديث والباقي كتاب وقال أبو حاتم ثقة وهو أحفظ من أبي اسحاق الشيباني وشبة الزهري في كثرة الرواية واتساعه في الرجال وقال له رجل ان شعبة يقول انک لم تسمع من علقمة قال صدق وقال ابو داود الطيالسي قال رجل لشعبة سمع أبو اسحاق من مجاهد قال ما كان يصنع بمجاهد كان هو أحسن حديثا من مجاهد ومن الحسن و ابن سيرين وقال الحميدي عن سفيان مات سنة ست و عشرين و مائة وقال أحمد عن يحيى بن سعيد مات سنة سبع و كذا قال غير واحد وقال أبو نعيم مات سنة ٨ وقال عمرو بن علي مات سنة ٩ ٢ وقال أبو بكر بن أبي شيبة مات وهو بن ٦ ٩ قلت قال بن سعد أنا أحمد بن يونس ثنا زهير ثنا أبو اسحاق أنه صلى خلف علي الجمعة قال فصلاها بالهاجرة بعدما زالت الشمس وقال البغوي في الجعديات ثنا محمود بن غيلان سمعت أبا أحمد الزبيرى قال لقي أبو اسحاق عليا وقال بن أبي حاتم في المراسيل سمعت أبي يقول لم يسمع أبو اسحاق من بن

عمر انما رآه روية قال وقد رأى حجر بن عدي وما أظنه سمع منه قال و كتب الي عبدالله بن أحمد عن أبيه قال لم يسمع أبو اسحاق من سراقة قال وسمعت أبا زرعة يقول و حديث بن عيينة عن أبي اسحاق عن ذي الجوشن هو مرسل لم يسمع أبو اسحاق من ذي الجوشن قال وسألت أبي هل سمع من أنس قال لا يصح له من أنس رؤية ولا سماع وقال البرديجي في المراسيل قيل أن أبا اسحاق لم يسمع من سليمان بن صرد ولا من النعمان بن بشير ولا من جابر بن سمرة قال ولم يسمع من عطاء بن أبي رباح وفي ترجمة شعبة من الحلية بسند صحيح عن شعبة لم يسمع أبو اسحاق من أبي وائل الا حديثين وعن الاعمش قال كان أصحاب عبدالله اذا رأوا أبا اسحاق قالوا هذا عمرو القاري وقال له عون بن عبدالله ما بقي منك قال أصلي البقرة في ركعة قال ذهب شرك وبقي خيرك وعن أبي بكر بن عياش قال قال أبو اسحاق ذهبت الصلاة مني وضعفت فما صلى الا بالبقرة و آل عمران وقال العلاء بن سالم كان الاعمش يتعجب من حفظ أبي اسحاق لرجاله الذي يروي عنهم وقال حفص بن غياث عن الاعمش كنت اذا خلوت بأبي اسحاق جئنا بحديث عبدالله غضا وعن أبي بكر بن عياش قال مات أبو اسحاق وهو بن مائة سنة أو نحوها وقال بن حبان في كتاب الثقات في كتاب الثقات كان مدلسا ولد سنة 29 ويقال سنة 32 وكذا ذكره في المدلسين حسين الكرابيسي و أبو جعفر الطبري وقال بن المديني في العلل قال شعبة سمعت أبا اسحاق يحدث عن الحارث بن الازمع بحديث فقلت له سمعت منه فقال حدثني به مجالد عن الشعبي عنه قال شعبة وكان أبو اسحاق اذا أخبرني عن رجل قلت له هذا أكبر منك فان قال نعم علمت أنه لقي وان قال أنا أكبر منه تركته وقال أبو اسحاق الجوزجاني كان

قوم من أهل الكوفة لا تحمد مذاهبهم يعني التشيع ثم رؤوس محدثي الكوفة مثل أبي اسحاق والأعمش و منصور و زبيد وغيرهم من أقرانه احتملهم الناس على صدق ألسنتهم فى الحديث ووقفوا عندما أرسلوا لما خافوا أن لا يكون مخارجها صحيحة فأما أبو اسحاق فروى عن قوم لا يعرفون ولم ينتشر عنهم عند أهل العلم الا ما حكى أبو اسحاق عنهم فاذا روى تلك الاشياء عنهم كان التوقيف في ذلک عندي الصواب وحدثنا اسحاق ثنا جرير عن معن قال أفسد حديث أهل الكوفة الاعمش و أبو اسحاق يعني للتدليس قال يحيي بن معين سمع منه بن عيينة بعد ما تغير ووجدت في التاريخ المظفري أن يوسف بن عمر لما ولي الكوفة أخرج بنو أبي اسحاق أبا اسحاق على برذون ليأخذ صلة يوسف فأخذت وهو راكب فرجعوا به ومات يوم دخول الضحاک الخارجي الكوفة۔

امام ابن حجر تقریب التہذیب میں ابو اسحٰق کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

[۵۰۶۵] عمرو بن عبدالله بن عبيد ويقال علي ويقال بن أبي شعيرة الهمداني أبو اسحاق السبيعي بفتح المهملة وكسر الموحدة ثقة مكثر عابد من الثالثة اختلط بأخرة مات سنة تسع وعشرين ومائة وقيل قبل ذلک۔

ابن حجر کی مذکورہ بالا عبارتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابو اسحٰق ایک ثقہ راوی تھے، اور ان کی روایت کردہ احادیث صحاح ستہ میں بھی پائی جاتی ہیں۔ آخری عمر میں ان کے حافظے کے کمزور ہونے سے اُن کی دیگر روایت کردہ حادیث کی صحت پر کوئی فرق نہیں آتا۔

تقریب التہذیب میں امام ابن حجر نے ان لوگوں کے نام تحریر فرمائے ہیں جنہوں نے ابو اسحٰق سے سماعت کی۔ ان میں سفیان ثوری، سفیان ابن عیینہ، اسرائیل ابن یونس، زہیر ابن معاویہ شامل ہیں۔

سوال: بعض لوگ یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ ابو اسحٰق السبیعی مدلّس تھے اور عن سے روایت کرتے تھے، اس لیے ان کی روایتیں مقبول نہیں۔

جواب: اس بات کی کوئی پختہ دلیل نہیں کہ ابو اسحٰق کی ہر وہ روایت جو انہوں نے عن سے روایت کی علت پیدا کرتی ہے۔ اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ کسی بھی محدث نے ابو اسحٰق کو ان روایتوں میں مدلّس قرار دیا جہاں انہوں نے عبد الرحمٰن ابن سعد سے روایت کی۔ جیسا کہ امام بخاری کی الادب المفرد کی سند میں آتا ہے۔

ایسی متعدد مثالیں صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہیں جن میں ابو اسحٰق نے اپنے شیخ سے عن سے روایت کی ہے۔ اب قارئین کے لیے ایسی احادیث پیش کی جائیں گی۔

یہاں اس بات پر بھی غور و خوض کیا جائے کہ امام بخاری کے نزدیک وہ احادیث مقبول ہیں جن میں دونوں میں سے کوئی بھی سفیان عن کے ذریعے ابو اسحٰق سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان اسناد میں ابو اسحٰق نے بھی عن سے روایت کی ہے۔

صحیح بخاری سے مثالیں:

باب: الصلاة من الايمان - ۲۹ كتاب الايمان - ۲ صحيح البخاري، الجزء الأول

۴۰ - حدثنا عمرو بن خالد قال: حدثنا زهير قال: حدثنا أبو اسحاق، عن البراء، أن النبي صلى الله عليه وسلم:

كان أول ما قدم المدينة نزل على أجداده، أو قال أخواله من الأنصار، وأنه صلى قبل بيت المقدس ستة عشر شهرا، أو سبعة شهرا، وكان يعجبه أن تكون قبلته قبل البيت، وأنه صلى أول صلاة صلاها صلاة العصر، وصلى معه قوم، فخرج رجل ممن صلى معه، فمر على أهل مسجد وهم راكعون، فقال: أشهد بالله لقد صليت مع رسول الله صلى الله عليه

وسلم قبل مكة، فداروا كما هم قبل البيت، وكانت اليهود قد أعجبهم اذ كان يصلي قبل بيت المقدس، وأهل الكتاب، فلما ولى وجهه قبل البيت، أنكروا ذلك.

قال زهير: حدثنا أبو اسحاق عن البراء في حديثه هذا: أنه مات على القبلة قبل أن تحول رجال وقتلوا، فلم ندر ما نقول فيهم، فأنزل الله تعالىٰ: [وكان الله ليضيع ايمانكم].

صحيح البخاري

الجزء الثاني ٥٩ - كتاب الوصايا. ١ - باب: الوصايا، وقول النبي صلى الله عليه وسلم: (وصية الرجل مكتوبة عنده).

(٢٥٨٨) - حدثنا ابراهيم بن الحارث: حدثنا يحيى بن أبي بكير: حدثنا زهير بن معاوية الجعفي: حدثنا أبو اسحاق، عن عمرو بن الحارث، ختن رسول الله صلى الله عليه وسلم، أخي جويرية بنت الحارث، قال: ما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم عند موته درهما، ولا دينارا، ولا عبدا، ولا أمة، ولا شيئا، الا بغلته البيضاء، وسلاحه، وأرضا جعلها صدقة.

صحيح البخاري،

الجزء الثاني ٦٠. كتاب الجهاد والسير ٣٢ - باب: الصبر عند القتال.

٢٦٧٨ - حدثنا عبدالله بن محمد: حدثنا معاوية بن عمرو: حدثنا أبو اسحاق، عن موسى بن عقبة، عن سالم أبي النضر: أن عبدالله بن أبي أوفى كتب، فقرأته:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (اذا لقيتموهم فاصبروا).

صحيح البخاري،

الجزء الثاني ٦٠ - كتاب الجهاد والسير ٨٥ - باب: من لم ير كسر

السلاح عند الموت.

٢٧٥٥ - حدثنا عمرو بن عباس: حدثنا عبدالرحمن، عن سفيان، عن أبي اسحاق، عن عمرو بن الحارث قال:

ما ترك النبي صلى الله عليه وسلم الا سلاحه، وبغلة بيضاء، وأرضا جعلها صدقة.

صحيح البخاري، الجزء الثاني ٢٠ - كتاب الجهاد والسير ٩٧ - باب: الدعاء على المشركين بالهزيمة والزلزلة.

٢٧٧٦ - حدثنا عبدالله بن أبي شيبة: حدثنا جعفر بن عون: حدثنا سفيان، عن أبي اسحاق، عن عمرو بن ميمون، عن عبدالله رضي الله عنه قال:

كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي في ظل الكعبة، فقال أبو جهل وناس من قريش، ونحرت جزور بناحية مكة، فأرسلوا فجاؤوا من سلاها و طرحوه عليه، فجاءت فاطمة فألقته عنه، فقال: (اللهم عليك بقريش، اللهم عليك بقريش، اللهم عليك بقريش). لأبي جهل بن هشام، و عتبة بن ربيعة، و شيبة بن ربيعة، والوليد بن عتبة، وأبي بن خلف، و عقبة بن أبي معيط. قال عبدالله: فلقد رأيتهم في قليب بدر قتلى. قال أبو اسحاق: ونسيت السابع. وقال يوسف بن اسحاق، عن أبي اسحاق: أمية بن خلف. وقال شعبة: أمية أو أبي. والصحيح أمية.

صحيح البخاري

الجزء الثاني ٦٢ - كتاب فضائل الصحابة ٥٦ - باب: أيام الجاهلية.

٣٦٢٦ - حدثني عمرو بن عباس: حدثنا عبدالرحمن: حدثنا سفيان، عن أبي اسحاق، عن عمرو بن ميمون قال:

قال عمر رضي الله عنه: ان المشركين كانوا لا يفيضون من جمع

حتى تشرق الشمس على ثبير، فخالفهم النبي صلى الله عليه وسلم فأفاض قبل أن تطلع الشمس.

صحیح مسلم سے مثالیں:

جہاں زہیر یا سفیان نے ابو اسحٰق کی معرفت عــن سے روایت کی اور ابو اسحٰق نے بھی عن سے روایت کی۔

صحيح مسلم

الجزء الثاني ١٢ - كتاب الزكاة. (٢٠) باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة أو كلمة طيبة، وأنها حجاب من النار

٦٦ - (١٠١٦) حدثنا عون بن سلام الكوفي. حدثنا زهير بن معاوية الجعفي عن أبي اسحاق، عن عبدالله بن معقل، عن عدي بن حاتم؛ قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: "من استطاع منكم أن يستتر من النار ولو بشق تمرة، فليفعل".

[ش (بشق) بكسر الشين، نصفها وجانبها].

صحيح مسلم. الجزء الثالث ٣٢ - كتاب الجهاد والسير ٤٩ - باب عدد غزوات النبي صلى الله عليه وسلم

١٤٤ -(١٢٥٤) وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة. حدثنا يحيى بن آدم. حدثنا زهير عن أبي اسحاق، عن زيد بن أرقم، سمعه منه؛ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم غزا تسع عشرة غزوة. وحج بعدما هاجر حجة لم يحج غيرها. حجة الوداع.

صحيح مسلم. الجزء الرابع. 44ـ كتاب فضائل الصحابة رضي الله تعالى عنهم 1 - باب من فضائل أبي بكر الصديق، رضي الله عنه

٥ ـ (٢٣٨٣) حدثنا محمد بن المثنى وابن بشار قالا: حدثنا عبدالرحمن.

حدثني سفيان عن أبي اسحاق، عن أبي الأحوص، عن عبدالله. ح وحدثنا عبد بن حميد. أخبرنا جعفر بن عون. أخبرنا أبو عميس عن ابن أبي مليكة، عن عبدالله. قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "لو كنت متخذا خليلا لا تخذت ابن أبي قحافة خليلا".

صحيح مسلم.

الجزء الرابع. ۴۴۔ كتاب فضائل الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم ۲۲۔ باب من فضائل عبدالله بن مسعود وأمه، رضي الله عنهما

۱۱۱۔ (۲۴۶۰) حدثنا زهير بن حرب و محمد بن المثنى وابن بشار. قالوا: حدثنا عبدالرحمن عن سفيان، عن أبي اسحاق، عن الأسود، عن أبي موسى. قال: أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا أرى عبدالله من أهل البيت. أوما ذكر من نحو هذا.

صحيح مسلم.

الجزء الرابع. ۴۸۔ كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار 18 ۔ باب التعوذ من شر ما عمل، ومن شر مالم يعمل.

۷۲۔ م۔ (۲۷۲۱) وحدثنا ابن المثنى وابن بشار. قالا: حدثنا عبدالرحمن عن سفيان، عن أبي اسحاق، بهذا الاسناد، مثله. غير أن ابن المثنى قال في روايته "والعفة".

الادب المفرد میں امام بخاری کی بیان کردہ حدیث (گزشتہ صفحات کی حدیث نمبر۱) میں آخری راوی عبدالرحمٰن ابن سعد ہیں جو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔امام مزی تہذیب الکمال، جلد ۱۷ میں ان کی سوانح عمری کے تحت زیر گفتگو حدیث کو علی ابن جعد، زہیر اور ابو اسحٰق کی اسناد سے بیان کیا ہے۔اور اس بات کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ یہ حدیث ابو نعیم، سفیان، ابو اسحٰق کی سند کی اسناد سے بھی ملتی ہیں۔جیسا کہ امام بخاری نے

الادب المفرد میں نقل کیا ہے۔(حدیث نمبر ۸)

عبدالرحمٰن ابن سعد کا ذکر کرتے ہوئے ابن حجر تہذیب التہذیب ،جلد ۶ میں تحریر فرماتے ہیں:

[۳۷۶] بخ البخاري في الأدب المفرد عبدالرحمن بن سعد القرشي كوفي روى عن مولاه عبدالله بن عمر وعنه أبو اسحاق السبيعي و منصور بن المعتمر و أبو شيبة عبدالرحمن بن اسحاق الكوفي و حماد بن أبى سليمان ذكره بن حبان في الثقات قلت وقال النسائي ثقة.

عبدالرحمٰن ابن سعد ثقہ راوی ہیں۔جیسا کہ امام ابن حجر تقریب التہذیب میں ابن حبان اور نسائی سے ثابت کرتے ہیں۔

[۳۸۷۷] عبدالرحمن بن سعد القرشي مولى بن عمر كوفي وثقه النسائى من الثالثة بخ.

حاصلِ بحث

مذکورہ بالا گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام بخاری نے الادب المفرد میں جس حدیث کو نقل کیا ہے، وہ صحیح ہے (طبقات ابن سعد کی سند یکساں ہے) اور اس حدیث کا متن مختلف اسناد سے روایت کی گئی احادیث کے موافق ہے۔(حدیث ۵، ۶ اور ۷) جیسا کہ امام سنی نے العمل الیوم میں نقل کیا ہے۔

☆☆☆

تدلیس اور مدلّس

غیر مقلد علما بھی عن سے روایت کردہ احادیث کو تسلیم کرتے ہیں۔

مشہور غیر مقلد وہابی مولوی یحییٰ گونڈلوی لکھتے ہیں:

سفیان الثوری الامام المشهور لفقیه العابد الحافظ الکبیر و صفه النسائی و غیر بالتدلیس و قال البخاری ما اقل تدلیسه.

ترجمہ: امام سفیان ثوری ایک مشہور فقیہ عابد اور حافظ تھے۔ امام نسائی اور دیگر لوگوں نے انھیں مدلّس قرار دیا اور امام بخاری و دیگر لوگوں نے کہا کہ ان کی تدلیس بہت ہی معمولی ہے۔ (آمین بالجہر، یحییٰ گونڈلوی، ص۲۵۔۲۶)

امام ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں:

امام ابن حجر عسقلانی نے مدلّسین کے پانچ ۵ درجے بیان کیے ہیں اور امام سفیان ثوری کو دوسرے درجے میں رکھا ہے۔ دوسرے درجے کے مدلّسین پر کلام کرتے ہوئے امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

الثانية من احتمل الائمة تدلیس واخرجوا له فی الصحیح لامامته و قلة تدلیسه فی جنب ماروی کالثوری او کان لا یدلس الا عن ثقة کابن عینیه.

ترجمہ: علما کے نزدیک دوسرے درجے کے مدلّسین قبولیت کا درجہ رکھتے ہیں اور ان کی احادیث کو صحیح کے درجے میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ ان کی تدلیس بہت معمولی ہوتی ہے۔ مثلاً امام سفیان ثوری۔ دوسرے درجے کے مدلّسین ثقہ راویوں سے تدلیس کرتے ہیں مثلاً امام ابن عینیہ۔

اس اصولی گفتگو سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام سفیان ثوری مدلّس تھے، لیکن

ان کی تدلیس معمولی تھی، جس سے حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔(حوالہ ایضاً)

امام ابن حجر عسقلانی' امام سفیان ثوری کے متعلق امیر المومنین فی الحدیث کا خطاب استعمال کرتے ہیں۔

امام سخاوی تحریر فرماتے ہیں:

وما اشاء شیخاص اطلاق تخریج اصحاب الصحیح لطائفة منهم حیث جعل منهم قسما احتمل الائمة تدلیسه وخرجوا له فی الصحیح لامامته وقلة تدلیسه فی جنب ما روی کالثوری یتنزل علی هذا لا یسما وقد جعل من هذا القسم من کان لا یدلس الا عن ثقة کابن عینیة. (فتح المغیث، ج۱،ص۱۷۷)

ترجمہ: ابن حجر عسقلانی نے اس بات کی نشان دہی کی ہے کہ اصحاب الصحیح (صحاح ستہ کے امام) نے مدلّسین کے اُس طبقے سے روایت کی ہے جو علمائے حدیث کے نزدیک بہت کم تدلیس کی وجہ سے مقبول ہیں۔اس طبقے میں امام سفیان ثوری شامل ہیں اور امام سفیان ابن عینیہ جو صرف ثقہ راویوں سے روایت کرتے تھے۔

علامہ ابن حزم تحریر فرماتے ہیں"وہ مدلّسین جو ثقہ راویوں سے عن کی معرفت روایت کرتے ہیں، وہ علما کے نزدیک مقبول ہیں۔(ابن حزم المحلّٰی، ج۷،ص۴۱۹/ الاحکام ، ج۶،ص۱۳۵)

اگر ان غیر مقلدین وہابیوں کے اصول کے مطابق تمام مدلّسین کو خارج کیا جانا چاہیے تب تو امام مالک بھی خارج ہیں، جیسا کہ امام ابن حجر نے اُن کو مدلّسین کی فہرست میں شامل کیا ہے۔(طبقات المدلّسین از امام ابن حجر، ج۱،ص۲۹)

اگر عن سے روایت کی گئی تمام روایتوں کو خارج کیا جائے تب تو صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موٴطا امام مالک کی احادیث بھی ضعیف کہلائیں گی!!!

امام ابن صلاح تحریر فرماتے ہیں:

وفی الصحیح وغیرهما من الکتب المعتمده من حدیث هذا الضرب کثیر جدا کقتاده، والاعمش، والسفیانین، وهشیم بن بشیر وغیرهم، وهذا التدلیس لیس کذبا وانما هو ضرب من الایهام بلفظ محتمل.

ترجمہ: قتادہ، اعمش، سفیان ثوری، سفیان ابن عینیہ، ہشیم بن بشیر وغیرہ نے عن سے بہت سی احادیث صحیحین میں روایت کی ہے۔ تدلیس کذب نہیں بلکہ ایک قسم کا ایہام ہے، دوسرے الفاظ میں احتمال ہے، جس کی تحقیق کی جانی چاہیے۔ (مقدمہ ابن صلاح، ص ۷۵)

امام خطیب البغدادی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فان کان تدلیسا عن ثقة لم یحتج ان یوقف علی شئ وقبل منه، ومن کان یدلس عن غیر ثقه لم یقبل منه الحدیث ازا ارسله حتی یقول حدثنی فلان او سمعت، نحن نقبل تدلیس ابن عینیه و نظرائه، لانه یحیل علی ملئ ثقه. (الکفایة، ص ۳۶۲)

تدلیس کی دو قسمیں ہیں۔ اگر تدلیس ثقہ راویوں سے کی جائے تو قابلِ قبول ہے اور تحقیق کی حاجت نہیں۔ دوسری صورت میں غیر ثقہ راویوں کی احادیث تب تک قابلِ قبول نہیں ہوں گی جب تک وہ اس بات کی وضاحت نہ کردیں کہ اس نے یہ حدیث کس راوی سے سماعت کی یا کس نے روایت کی۔ ہم ابن عینیہ اور ان جیسے دیگر افراد کی تدلیس کو قبول کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے صرف ثقہ راویوں سے روایت کی۔

امام ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں:

''یہ بےحد ضروری ہے کہ مدلّسین کے متعلق ایک ایسا اصول وضع کیا جائے جس کی بنیاد پر علمِ حدیث میں اُن کا معیار قائم کیا جاسکے۔ صحیحین کی تمام احادیث کا سماعت سے

ثابت ہونا اس پر اُمّت کا اجماع ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتو اہلِ اجماع کا ضلالت پر متفق ہونا ثابت ہوگا، جومحال ہے۔ اس قسم کودلیل سے ثابت کرنا مشکل ہے۔ اسی لیے یہ استدلال غلط ہوگا کہ مدلّسین کی روایت کردہ وہ احادیث جو صحیحین کے علاوہ دیگر کتبِ احادیث میں موجود ہیں، صحیح نہیں۔(النکت علی کتاب ابن الصلاح، ص۶۳۵۔۶۳۶)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

الثانية: من اكثر الائمة من اخراج حديثه اما لامامته او لكونه قليل التدليس في جنب ما روى من الحديث الكثير او انه كان لا يدليس الا عن ثقة فمن هذا الضرب ابراهيم بن ابى يزيد النخعي، واسماعيل بن ابي خالد، وبشير بن المهاجر، الحسن بن زكوان، والحسن البصري، والحكم بن عتية، و حماد بن اسامة و زكريا بن ابى زايدة، وسالم بن ابي الجعد، و سعيد بن ابى عروبة، وسفيان الثوري، وسفيان بن عينيه، وشريک القاضي، وعبدالله بن عطاء المكي، وعكرمة بن خالد المخزومي، ومحمد بن خازم ابو معاوية الضرير، و مخرمة بن بكير، ويونس بن عبيد. (النكت على كتاب ابن الصلاح، ص۶۳۵۔۶۳۶)

ترجمہ: دوسرے طبقے میں وہ مدلّسین شامل کیے گئے ہیں جن کی عن سے روایت کردہ احادیث کو ان کے صدق اور اعلیٰ مرتبے کی وجہ سے قبول کیا جاتا ہے۔ ان کی تدلیس بہت معمولی ہے اور وہ ہمیشہ ثقہ راویوں سے روایت کرتے ہیں۔ اس طبقے میں ابراہیم بن ابی یزید النخعی، واسماعیل بن ابی خالد، وبشیر بن المھاجر، الحسن بن زکوان، والحسن البصری، والحکم بن عتیبۃ، وحماد بن اسامۃ وزکریا بن ابی زایدۃ، وسالم بن ابی الجعد، وسعید بن ابی عروبۃ، وسفیان الثوری، وسفیان بن عینیہ، وشریک القاضی، وعبد اللہ بن عطاء المکی، وعکرمۃ بن خالد المخزومی، ومحمد بن خازم ابومعاویۃ الضریر، ومخرمۃ بن بکیر، ویونس بن عبید شامل ہے۔

قارئین غور کریں مذکورہ بالا فہرست میں امام حسن بصری جیسے تابعین بھی شامل ہیں اور جید امام جیسے امام سفیان ثوری اور سفیان ابن عیینہ کا بھی ذکر ہے ۔لیکن ان سب کی تدلیس ثقہ راویوں سے قبول کی جاتی ہیں ۔

حاصلِ بحث

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے **الادب المفرد** میں جو حدیث روایت کی ہے، وہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی شرائط پر صحیح ہے ۔کوئی شخص ان سب دلائل کے باوجود اس حدیث کو ضعیف کہتا ہے تو اسے صحیح معنوں میں حدیث کا علم نہیں ہے ۔ایسے شخص سے علمِ حدیث کی کوئی بات کرنا عبث ہے ۔اندھوں کے آگے رونا اپنی بھی آنکھیں کھونا ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفظ و امان میں رکھے اور دین و سُنّیت پر خاتمہ عطا فرمائے ۔آمین

○○○○

خاتمۃ الکتاب

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔ (سورۃ الانشراح، آیت ۴)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا

اس آیت سے یہ واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کا ذکر بلند کیا۔ اس کے علاوہ بھی دیگر بے شمار آیات میں رسول ﷺ کی تعظیم وتکریم وشانِ رسالت کے آداب سکھائے گئے۔

گزشتہ صفحات میں گزری ہوئی تحریفات میں اکثر تحریف کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان، افضلیت، مرتبے اور خصوصیات کو کسی بھی طرح کم کیا جائے۔ اسلامی تاریخ کے مطالعے سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ یہ محرفین اُن باطل گمراہ فرقوں سے وابستہ ہیں جن کا وجود صرف تین سو سال پیش تر ہی ظاہر ہوا ہے۔ اگر ان محرفین کا یہ ماننا ہے کہ جلیل القدر علما مثلاً امام صابونی، امام نووی، امام ملّا علی القاری، وغیرہ کا عقیدہ باطل تھا تو یہ ان لوگوں کو واضح طور پر اس بات کا اعلان کرنا چاہیے، تا کہ اُمتِ مسلمہ یہ جان سکے کہ آج کے یہ نام نہاد مولوی ان جلیل القدر علما کو غلط اور باطل سمجھتے ہیں۔ کیا یہ بات درست نہیں کہ امام صاوی المالکی علیہ الرحمہ نے وہابی فرقے کی جو گرفت کی ہے اُس کو مانتے ہوئے وہابی فرقے سے دور رہا جائے، بجائے اس کے کہ امام صاوی کی عبارتوں میں ہی تحریف کر دی جائے؟

بعض لوگوں نے تو اپنے عمل کو ثابت کرنے کے لیے حدیث کے راوی کا نام ہی بدل دیا......اور وہ اپنے کو "اہلِ حدیث" کہتے ہیں!!! شرم تم کو مگر نہیں آتی

تصور کیجیے اُس شخص کا جو "براہینِ قاطعہ" جیسی کتابیں پڑھ کر اس نتیجے پر پہنچے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا عقیدہ یہ تھا کہ حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

(معاذ اللہ) جب تک کہ اُس شخص کو "براہینِ قاطعہ" کے جھوٹے ہونے کا علم نہ ہوگا، وہ شیخ عبدالحق دہلوی کے متعلق غلط خیال ونظریہ پر قائم رہے گا۔

یہ اسلام کو کمزور کرنے کی ایک گھنونی اور سنگین سازش ہے۔ ان شرم سے عاری ملاؤں کا اصل مقصد ائمۂ کرام کے نظریات کو غلط طریقے سے پیش کر کے دینِ حق میں بگاڑ پیدا کرنا ہے۔ یہ نہ صرف ایک علمی خیانت ہے، بلکہ ایک بھیانک گناہ بھی ہے۔ اس گناہ میں ہر وہ شخص شریک ہے جو جان بوجھ کر ان تحریف شدہ کتابوں کی نشرو اشاعت میں لگا ہوا ہے۔

اہلِ سُنّت کے معزز و مکرم علما و مشائخ کو اس مسئلے کی طرف سنجیدگی سے توجہ دینے کی سخت ضرورت ہے۔ ورنہ آج ہم غفلت میں ہی پڑے رہے تو مستقبل میں دیوبندی، وہابی لٹریچر، مسلکِ حق اہلِ سُنّت کو شدید نقصان پہنچا سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **العلماء ورثة الانبياء** ۔ (سنن ترمذی، سنن ابنِ ماجہ) ترجمہ: علما انبیا کے وارث ہیں۔

قیامت تک اُمّتِ مسلمہ علما سے ہی رجوع کرتی رہے گی۔ اس لیے علما پر یہ بھاری ذمے داری عائد ہوتی ہے۔ اور یہ ذمے داری دینی کتب کے ناشرین، مدیران اور مترجمین اور مبصرین پر یکساں عائد ہوتی ہے کہ وہ ہر کتاب کی نئی اشاعت اور ترجمے پر باریک بین نگاہ رکھے۔ کتابوں کے ناشرین کو تحقیق کی ذمے داری صرف اُن حضرات کو دینی چاہیے جو صحیح العقیدہ اور علمی طور پر فوقیت رکھتے ہوں۔

عوام الناس کو بھی دینی کتابیں خریدتے وقت احتیاط برتنا ضروری ہے۔ ہمیں کتابیں صرف اُن کتب خانوں اور ناشرین سے لینی چاہیے جو صحیح دین و مسلک کے ترجمان ہوں۔ محض دنیوی مفاد کے لیے کسی باطل فرقے کی کتابوں کو فروغ نہ دیتے ہوں۔ ہمارا یہ عمل ہمیں نہ صرف صحیح دین اسلام سیکھنے میں مدد کرے گا، بلکہ ہماری حق حلال کی کمائی غلط کتابوں کے خریدنے میں ضائع ہونے سے روکے گا۔

اللہ ربّ العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔(سورۂ الحجرت، آیت ۱۰)

ترجمہ: بے شک سب مومن آپس میں بھائی ہیں، سو اپنے بھائیوں میں صلح کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ ہم پر رحم کیا جائے۔

اس کتاب کے لکھنے کا ہمارا مقصد صرف سچ اور حق کو منظرِ عام پر لانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دُعا ہے کہ جن لوگوں نے اس میں حق پایا، وہ اس کو سچے دل سے قبول کریں اور اہلِ سُنّت و جماعت پر مضبوطی سے گامزن رہیں۔ آمین

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ط اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ط اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔(سورۂ بقرہ، آیت ۱۴۸)

ترجمہ: اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ نماز میں منہ کرتا ہے، سو تم نیکیوں میں دوسروں سے آگے نکلو، تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تم سب کو لے آئے گا، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ ربّ العزت کا بے پناہ، بے حد و حساب شکر و احسان ہے اور کروڑوں درود و سلام ہو ہم سب کے آقا رسولِ معظم جناب محمد رسول اللہ پر، لاکھوں سلام اُن کے آل و اصحاب پر، اولیا، شہدا، صالحین پر۔

☆☆☆

الأدب المفرد، للبخارى، محمدبن اسماعيل - ٢٥٦هـ.

بخط محمدبن زيدبن جساس سنة ١٢٨٤هـ.

١٣٢ ق ٢١ س ١٧×٢٣سم

نسخة جيدة، خطها نسخ معتاد، طبع.

الأزهرية ١ : ٣٩٢ كشف الظنون ١ :٤٨

١- الحديث وعلومه أ- المؤلف ب- الناسخ

جـ- تاريخ النسخ.

اني ولم يكنه فنظر اليه اصحابه قال كانكم انكرتموه فقال اني لا اهاب في هذا احدا
ابدا اني سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول من تعزى بعزاء الجاهلية فا
عضوه ولا تكنوه حدثنا عثمان قال حدثنا ابن المبارك عن الحسن عن عتي
مثله باب ما يقول الرجل اذا خدرت رجله حدثنا ابو نعيم
قال حدثنا سفيان عن ابي اسحاق عن عبد الرحمن بن سعد قال خدرت رجل
ابن عمر فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال يا محمد باب
حدثنا مسدد قال حدثنا يحيى عن عثمان بن غياث قال حدثنا ابو عثمان
عن ابي موسى انه كان مع النبي صلى الله عليه وسلم في حائط من حيطان
المدينة وفي يد النبي صلى الله عليه وسلم عود يضرب به في الماء والطين
فجاء رجل يستفتح فقال النبي صلى الله عليه وسلم افتح وبشره بالجنة فذهبت فاذا
ابو بكر رضي الله عنه ففتحت له وبشرته بالجنة ثم استفتح رجل آخر فقال افتح له
وبشره بالجنة فاذا عمر رضي الله عنه ففتحت له وبشرته بالجنة ثم استفتح رجل آخر
وكان متكئا فجلس وقال افتح له وبشره بالجنة على بلوى تصيبه او تكون فذهبت
فاذا عثمان ففتحت له فاخبرته بالذي قال قال الله المستعان باب
مصافحة الصبيان حدثنا ابن شيبة قال حدثنا ابن دكين عن ابن نباتة عن سلمة
عن وردان قال رايت انس بن مالك يصافح الناس فسالني من انت فقلت
مولى لبني ليث فمسح على راسي ثلاثا وقال بارك الله فيك باب المصافحة
حدثنا حجاج قال حدثنا حماد بن سلمة عن حميد عن انس بن مالك قال لما جاء
اهل اليمن قال النبي صلى الله عليه وسلم قد اقبل اهل اليمن وهم ارق قلوبا منكم فهم اول من جاء
بالمصافحة حدثنا محمد بن الصباح قال حدثنا اسماعيل بن زكريا عن ابي جعفر
الفراء عن عبد الله بن يزيد عن البراء بن عازب قال من تمام التحية ان تصافح اخاك

الكلم الطيب

في الأذكار الواردة
عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

تأليف شيخ الإسلام

تقي الدين أحمد بن عبد الحليم بن تيمية

تغمده الله بواسع رحمته ورضوانه

راجعه خادم العلم

عبد الله بن إبراهيم الأنصاري

طبع على نفقة

صاحب السمو ولي العهد بدولة قطر

الشيخ حمد بن خليفة بن حمد آل ثاني

١٤٠١هـ - ١٩٨١م

الْكُرْسيِّ عِنْدَ الْحِجَامَةِ كانت مَنْفَعَةَ حِجَامَتِهِ .

الفصل السابع والأربعون
في الأذن إذا طنت وفي الرجل إذا خدرت

٢٢٩- عَنْ أبي رافع ، رضي الله عنه ، قال : قال رَسول الله ، صلى الله عليه وسلم : « إذَا طَنَّتْ أُذُنُ أَحَدِكم فَلْيَذْكُر الله وَلْيُصَلِّ عليَّ وَلْيَقُلْ : ذَكَرَ اللهُ بِخَيْر مَنْ ذَكَرَني » .

٢٣٠- عن الْهَيْثم بن حَنَشٍ قال : كُنَّا عند عَبْدِ الله بن عمر ، رضي الله عنهما ، فَخَدِرَتْ رِجْله فَقَالَ له رَجل : اذْكُرْ أحبَّ الناس إلَيْكَ فَقَالَ : يَا مُحمَّد . فَكَأَنَّمَا نَشِطَ من عِقَالٍ .

٢٣١- وَعَنْ مجَاهِدٍ قالَ : خدِرَتْ رِجْلُ رَجلٍ عِنْدَ

فلاح ریسرچ فاؤنڈیشن کی مطبوعہ کتب

(۱)حیاۃ الانبیاء Hayat al Anbiya انگریزی

فضل اللہ صابری چشتی

(۲)فور فقہ ایشوز Four Fiqh Issues انگریزی

فضل اللہ صابری چشتی

(۳)فیبری کیشنز Fabrications انگریزی

فضل اللہ صابری چشتی

FABRICATIONS

زیرِ نظر کتاب اسی طرز کی ۲۵، ۲۴ تحریفات پر مشتمل ہے جو وہابی دیوبندی علما نے اپنے اکابر کی بدعقیدگی اور گستاخی کی تصحیح کے لئے اسلام کی بنیادی کتابوں اور احادیث کی کتابوں میں کی ہیں، اُن میں اکثر کا تعلق مسجد نبوی اور روضۂ رسول کی زیارت، رفع یدین کی نہی و ترک، عقیدۂ شفاعت، تصور کرسی بر عرش، ندائے یارسول اللہ، دعا بعد اذان میں صلوٰۃ وسلام اور شفاعت محمدی کا وسیلہ طلب کرنا، علم غیب کا ثبوت اور مسئلۂ حاضر و ناظر، نام محمد پکارتے وقت انگشت شہادت کو چومنا، بیس رکعت تراویح، تین رکعات وتر، نبی اور امتی کا واضح فرق، نبی کی وفات اور امتی کی موت میں فرق، نبی کے عمل اور امتی کے عمل میں فرق، اہل اللہ سے استمد اد و استعانت اور شانِ خدا اور سول کے اصولی تقاضوں کے مطابق دیگر عقائد و معمولات سے متعلق مسائل سے ہے۔ تحریفات کا دوسرا رخ یہ ہے کہ انہوں نے خود اپنے اکابر کی اُن عبارتوں میں بھی تبدیلی کر ڈالی ہے جن سے گستاخی کے شرارے پھوٹ رہے تھے، اس کتاب میں اس کی بھی خبر لی گئی ہے اور کہاں کہاں، کب اور کیسے انہوں نے کتنی ہوشیاری سے اپنی عیاری و مکاری کا مظاہرہ کیا ہے۔ سب کی تفصیل اس کتاب میں جدید طرزِ تحقیق و تنقید کے مطابق موجود ہے بلکہ محرفین کا منہ بند کردینے اور سادہ لوح عام و خاص اہل علم و فن کی آنکھیں کھول دینے کی خاطر مؤلف نے تحریفات شدہ صفحات و مقامات کی نشاندہی کرتے ہوئے اُن کی فوٹو کاپی بھی کتاب میں شامل کردی ہے تاکہ دیدۂ کور کو اندیکھی کا موقع نہ ملے اور تحقیق و تلاش کرنے والوں کی آسانی سے اُن عبارات اور کتابوں تک رسائی ہوسکے۔

مبصر: **محمد ظفر الدین برکاتی**

(ماخوذ از ماہنامہ کنز الایمان اپریل ۲۰۱۱، صفحہ ۵۲)

FALAAH RESEARCH FOUNDATION